مَن يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيرًا يُّفَقِّههُ فِي الدِّينِ

فتاویٰ اشرفیہ

حصہ اول

از افاضات واقف رموز شریعت ماہر اسرار طریقت جامع علوم نقلی وعقلی واقف اسرار خفی وجلی حضرت مولٰنا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت فیوضہم

حسب فرمایش عالیجناب حضرت مولٰنا مولوی محمد یحییٰ صاحب مدظلہم

مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ میں طبع ہوا

قیمت ۴؍

فہرست مضامین فتاویٰ اشرفیہ حصہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال۔ زید نے بلا تصریح و اعلان تبرع و دین کے کسی قدر روپیہ عمرو عم حقیقی اپنے کو دیا کہ ایک مکان نشستگاہ اندر زمین اپنی کے بنا لو عمرو نے اس روپیہ سے اپنی زمین مملوکہ میں اپنی خشت سے ایک مکان بنا لیا اب زید وارثان عمرو سے بعد وفات عمرو طالب اُس زر کا ہے جو مزدوری مزدوران و معماران میں صرف ہوا ہے پس عند اللہ و عند الرسول استرداد اس روپیہ کا زید کو وارثان عمرو سے آتا ہے یا نہیں؟

الجواب صورۃ مسئولہ میں زید نے جو عمرو کو روپیہ دیا ہے عند الشرع ہبہ ہے اگرچہ کوئی تصریح نہیں کی مگر ظاہر قرینہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور ہبہ میں قرینہ بھی تملیک کیلئے کافی ہے قلت فقد افادان التلفظ بالایجاب والقبول لا یشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک کمن دفع الی الفقیر شیأ وقبضہ ولم یتلفظ واحد منہما بشیء انتہی در مختار ص۔ اور جب ہبہ متحقق ہو گیا اور عمرو وفات پا چکا ہے اب زید کو وارثان عمرو سے کچھ دعوے نہیں پہنچتا اور استرداد اسکا ہرگز جائز نہیں کیونکہ موت احد المتعاقدین مانع رجوع ہبہ ہے والمیم موت احد المتعاقدین در مختار با شامی ص ۱۶ واللہ اعلم ✣

سوال کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد دیرینہ قصبہ سے دور عرصہ سو برس سے مردمان بود و باش کرنے لگے اور ایک مسجد

جدید ناتمام بفاصلہ تیس قدم مسجد مذکور سے ہے اگر مسجد کہنہ کو مسمار کرا کر مسجد جدید میں جو آباد ہے اس میں اسکی خشت وغیرہ لگائی جائیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اگر مسجد کہنہ سے استغنا ہو گیا ہو تو اس کا ملبہ مسجد جدید میں لگانا جائز ہی نہیں تو وہ ملبہ بالکل ضائع جاویگا اس سے بہتر ہے کہ اس مسجد جدید میں لگا دیں والذی ینبغی متابعۃ المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی بہ الامام ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بہما قدوۃ ولا سیما فی زماننا فان المسجد او غیرہ من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ القاضہ اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد وکذلک اوقافہ یاکلہا النظار او غیرھم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الاخر المحتاج الی النقل الیہ شامی جلد ثالث ص ۳۷۲ واللہ اعلم۔

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین درباب عام قبرستان کے کہ آیا یہ وقف غیر مملوک ہے یا جو اسکا متولی و محافظ و خادم و قابض ہو بحیثیت قبضہ اسکا مملوک ہو جاتا ہے اور وہ اسمیں تصرفات مالکانہ بیع و شراء وغیرہ جاری کر سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا؟

(۱۲) وقف عام قبرستان

الجواب۔ عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور سوا اللہ جل شانہ کے کوئی اسکا مالک نہیں ہوتا اور جب وقف ہو تو متولی بحیثیت قبضہ اسکا مالک نہیں بن سکتا اور اسمیں کوئی تصرف مالکانہ بیع و شراء وغیرہ نہیں کر سکتا اور اگر کسی نے اسے بیع کیا وہ بیع قابل فسخ ہے کتاب ہدایہ میں جس جگہ مسائل مہمان سرائے و مسافر خانہ و مقابر وغیرہ کے بیان کئے ہیں وہاں لکھا ہے۔ وعند ابی یوسف یزول ملکہ بالقول وعند محمد اذا استقی الناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک یہ چیزیں مذکورہ بیان کر دینے سے وقف ہو جاتی ہیں اور ملک سے نکل جاتی ہیں اور امام محمد کے

نزدیک جب لوگ سقایہ سے پانی پینے لگیں اور مسافرخانوں میں رہنے اترنے
لگیں اور قبرستانوں میں مدفون ہونے لگیں ملک جاتی رہتی ہے اور وقف ثابت
ہوجاتا ہے ہدایہ مصطفائی جلد اول ص ۶۲۶ اور کتاب عالمگیری میں یہی مضمون
لکھکر لکھتے ہیں ذکر فی المبسوط ان الفتوی علی قولہما فی ھذہ المسائل
وعلیہ اجماع الامۃ کذا فی المضمرات پس ثابت ہوا کہ عام قبرستان وقف ہوتا
ہے اور کوئی شخص متولی وغیرہ اسمیں استحقاق ملکیت کا نہیں رکھتا اور نہ کسی کا بیع
وشراء اسمیں جاری ودرست ہوسکتا ہے اور جو بیع واقع ہوئی ہو فسخ کرنا چاہئے
ہدایہ میں لکھا ہے واذا صح الوقف لم یجز بیعہ ولا تملیکہ ص ۶۲ یعنی جب وقف درست
ہوچکا اب اسکا بیع کرنا اور کسی کی ملک بنانا جائز نہیں واللہ اعلم ✦

مسئلہ (۴) تعیین اوقات مصافحہ

سوال چہ مے فرمایند علمائے دین درباره کثرت مصافحہ بروز جمعہ و بعد نماز
عیدین و بعد نماز پنجگانہ بخصوصیت وقت مصافحہ بدعۃ قبیحہ مے شود یا موجب ثواب اعظم

الجواب مصافحہ کردن مطلقاً سنت ست بوقتے خاص مخصوص نیست پس
تخصیص آں بروز جمعہ و عیدین و بعد نماز پنجگانہ و تراویح بے اصل است ہاں
اگر درہمیں اوقات یکسے بعد مدتے ملاقات شود با و مصافحہ کردن مضائقہ ندارد
نہ اینکہ از خانہ یا مسجد یا عیدگاہ ہمراہ آیند و پس از نماز مصافحہ و معانقہ کنند واللہ اعلم

مسئلہ (۵) در فرض بجماعت خواندن متخلف

سوال چہ حکم است اندرین صورۃ کہ دو سہ مردم بعد ادائے نماز فرض کہ امام
بجماعۃ تراویح مشغول است دراں مسجد حاضر شدند آں اشخاص نماز فرض
بجماعۃ ادا نمایند یا علیحدہ علیحدہ خوانند و شامل جماعۃ تراویح شوند و بازش نماز
وتر با امام بخوانند یا تنہا چونکہ امام را بجماعۃ فرض نیافتہ است ۔

الجواب اگر دو سہ مردم بعد ادائے جماعۃ فرض کہ امام بتراویح مشغول است
درمسجد آمدند فرادیٰ فرادیٰ فرض گذاردہ شامل امام شوند و نماز وتر با امام خوانند

اگرچہ فرض با مام نیافتند ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعۃ لانہا
تبع فمصلیہ وحدہ یصلیہا معہ در مختار اما لو صلیت بجماعۃ الفرض وکان رجل
قد صلی الفرض وحدہ فلہ ان یصلیہا مع ذلک الامام شامی جلد اول ص ۴۷۶
ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر مع
بقی لو ترکہا الکل ھل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع در مختار قولہ فلیراجع
قضیۃ التعلیل فی المسئلۃ السابقۃ بقولہم لانہا تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ہذہ
الصورۃ لانہ لیس تبیع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمۃ اللہ انتہی حلبی
طحطاوی مصری جلد اول ص ۲۹۷ ازیں روایۃ معلوم شد کہ ہرگاہ نماز تراویح کہ تابع
فرض است متخلف جماعۃ فرض را بجماعۃ گزاردن جائز است پس وتر کہ نہ تابع
تراویح ونہ تابع عشا بجماعۃ گزاردن چگونہ روا نباشد ؛

مسئلہ (۱۰) سوم ودہم وفاتحہ وغیرہ

سوال طریقہ فاتحہ گذشتگان اعنی سوم ودہم وچہلم وشش ماہی وسالیانہ کہ دریں
دیار مروج ست دریں بعض علماء وقت اختلاف مے کنند بدعۃ شنیعہ ومکروہ مے گویند و
اقوال چند بر درستی او ست وبعض ہم مے گویند کہ طعامے کہ بعد موتی بہ نیت ثواب پزند و
بر دست برداشتہ فاتحہ دہند آں طعام بباعث فاتحہ گندہ شود کہ طریقہ فاتحہ در زمان نبوی
واصحاب کبار وتابعین واتباع تابعین نبود وطعام وشیرینی کہ نیاز بزرگان ست مردار است

الجواب ۔ سوم ودہم وچہلم وغیرہ ہمہ بدعات وماخوذ از کفار ہنود ست وآنکہ طعام وبرو
نہادہ چیزے مے خوانند ایں ہم طریقہ ہنود است ترک چنیں رسوم واجب است کہ من
تشبہ بقوم فہو منہم وہرگاہ طعام بچنیں بدعات متلبس شد بہتر آنکہ ایں چنیں طعام
نخوردہ شود کہ دع ما یریبک الی ما لا یریبک وطعام وشیرینی کہ نیاز بزرگان مے
باشد در و دو جہت است بعضے جہال بہ نیت تقرب بدیشان وطلب مرادہا ازیشاں مے
کنند ایں شرک است وایں چنیں طعام یا شیرینی خوردن حرام است وما اہل بہ

نعیر اللہ و بعضے محض برائے خدا مے کنند و نیت مے دارند کہ خدا تعالےٰ ثوابش بروح فلانے بزرگ رساں ایں جائزاست و چنیں طعام و شیرینی ہم حلال واللہ اعلم۔

سوال۔ بوسہ دادن ابہام را بر لفظ محمدؐ در اذان وغیرہ جائزست یانہ؟

الجواب۔ بوسہ دادن ابہام بر لفظ محمدؐ اصلے ندارد از کدامے نقل صحیح ثابت نشدہ محض طریق اختراعی و ابتداعی است اگر گویند تعظیم اسم مبارک مے کنند پرسیدہ شوند کہ دیگر وقت ماسوائے اذاں اگر کسے اسم مبارک بر زبان راند چرا تعظیم نمے کنند و چنیں امور تعظیم و محبت نیست محبت و تعظیم ہمان است کہ خدا اور سول شمردہ قل ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ ع دوستی بنجر دچوں دشمنی است واللہ تعالےٰ اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دربارہ پاک ہونے چرم اس حیوان کے جو بتقضائے اپنے فوت ہوا اور قوم چمار اسکا گوشت حرام اپنے تصرف میں لاتے ہیں اور چرم کو اُسکی دباغت دیکر جفت پاپوش وغیرہ طیار کرتے ہیں جملہ مسلمانان اہل سنت و جماعۃ میں یہ امر رواج یافتہ ہے کہ بعد وضو کے پاؤں دھوکر اسمیں رکھتے ہیں اس صورۃ میں پاؤں اُسکا اور لباس مصلی کا پاک رہا یا نجس ہوا اور دباغت دادہ کا فر چرم اصل مردار کیونکر پاک ہوا؟

الجواب۔ سوائے خنزیر کے کہ وہ نجس العین ہے اور سوائے انسان کے کہ وہ مکرم و محترم ہے اور سب جانوروں کا چرم دباغت سے پاک ہوجاتا ہے اگرچہ وہ جانور مردار ہو وکل اھاب دبغ فقد طھر وجازت الصلوۃ فیہ والوضوء منہ الا جلد الخنزیر والادمی لقولہ علیہ السلام ایما اھاب دبغ فقد طھر ہدایہ جلد اول ص۲۴ عن میمونۃ قالت اھدی لمولاۃ لنا شاۃ من الصدقۃ فماتت فمر بھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا دبغتم اھابھا فاستمتعتم بہ فقالوا یارسول اللہ انھا میتۃ قال انما حرم اکلھا ابوداؤد جلد ثانی ص۲۱۳ اور بہت حدیثیں

مسئلہ بوسہ دادن ابہام بر لفظ محمدؐ

مسئلہ دباغت چرم مردار و غیرہ

اس مضمون کی ہیں من شاء فلیرجع الی کتب الحدیث پس جب چرم مدبوغ پاک ہوا تو اسمیں ڈالنے سے بھیگا پاؤں ناپاک نہیں ہوتا •

مسئلہ (۱) انسان نجس العین نہیں خواہ کافر ہو یا مسلمان

سوال۔ ہنود کے ہاتھ سے پانی پینا یا کوئی شے پختہ کھانی درست ہے یا نادرست ہے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اگر درست ہے تو کس صورۃ سے درست ہے کافر نجس العین ہے یا کچھ کم؟

الجواب انسان نجس العین نہیں اگرچہ کافر و مشرک ہو بعضے لوگوں کو آیۃ کریمہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام سے شبہ ہو جاتا ہے کہ مشرک نجس العین ہے اور اسی وجہ سے مسجد حرام میں آنا درست نہیں مگر انصاف یہ ہے کہ اس آیۃ سے ہرگز اس مطلب پر استدلال نہیں ہو سکتا لفظ نجس مشترک ہے درمیان نجاستہ اصلی و عارضی و ظاہری و باطنی و حقیقی و حکمی و خفیفہ و غلیظہ کے پس بلا دلیل ایک معنی کو معین کرنا تحکم ہے بلکہ لفظ محتمل سب معانی کو ہے جب محتمل ہوا قابل استدلال نہ رہا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس پھر کیا میسر و انصاب و ازلام کو نجس العین کہیں گے اور ممانعت دخول مسجد حرام کے کچھ نجس العین ہونیکی وجہ سے نہیں اگر یہ وجہ ہوتی تو مسجد حرام کی کیا تخصیص تھی سب مساجد کیلئے یہی فرماتے پس خاص مسجد حرام کے حکم بیان فرمانے سے معلوم ہوا کہ مراد اس سے ممانعت حج وعمرہ کی ہے جو خاص مسجد حرام کیساتھ مخصوص ہے اور مساجد میں داخل ہونا مشرک کا جائز ہے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفد بنی ثقیف کو جو کہ مشرکین تھے مسجد میں اوتارا اور ثمامہ بن اثال کو جو کہ حالت شرک میں گرفتار ہو کر آئے تھے مسجد کے ستون سے باندھا دونو روایتیں مرقوم ہیں روی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم انزل وفد بنی ثقیف فی المسجد وکانوا مشرکین انتہی عنایہ شرح ہدایہ وروی البخاری بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیلا

قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامہ بن اثال سید اھل الیمامۃ فربطوہٗ
بساریۃ من سواری المسجد جلد اول ص۶۷ باب دخول المشرک فی المسجد پس اگر
مشرک نجس العین ہوتا تو آپ کیوں مسجد میں داخل ہونے دیتے اور اسیطرح صحابہ
وتابعین واتباع تابعین وغیرہم امت کا تعامل رہا پس معلوم ہوا کہ مراد نجس سے
آیۃ میں نجس العین نہیں بلکہ مراد نجس الباطن وخبیث الاعتقاد ہے کیونکہ شرک
نجاستہ قلب کی ہے جیسے ایمان طہارۃ قلب کی ہے جب مراد نجاستہ باطنی ہوئی
تو باطنی نجاستہ طہارۃ ظاہری کے منافی نہیں ہوسکتی پس جو احکام متعلق طہارۃ
ظاہری کے ہیں سب ثابت ہونگے اُسکے ہاتھ کا دباغۃ ہوا چمڑا پاک ہوگا یا وہ پانی
پلاوے یا احتیاط سے کوئی حلال کھانا پکاکر کھلاوے کھانا پینا جائز وحلال ہوگا
ہاں اگر کوئی یوں سمجھے کہ ہنود باوجودیکہ اہل باطل ہیں ہم سے کہ اہل حق ہیں
ذلیل وناپاک سمجھکر پرہیز کرتے ہیں تو اسکی پاداش میں ہم بھی ان سے احتراز
رکھیں اس احتیاط کا کچھ مضائقہ نہیں کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ وجزاء سیئۃ سیئۃ
مثلہا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

سوال۔ کلمہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے ورد کے متعلق جناب
کی رائے مبارک کیا ہے قرآن کریم کی صدہا آیات ظاہری طور پر تو اسکے مخالف
نظر آتے ہیں اور نیز حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب جیسے متبحر عالم اور صوفی بھی
اس سے منع کرتے ہیں گو دوسری طرف شاہ غلام علی شاہ صاحب اور حضرت
مرزا جان جاناں صاحب جیسے اعلیٰ درجہ کے صوفی اسکے عامل نظر آتے
ہیں۔ خود اعلیٰ درجہ کے علماء اور فضلاء اور صوفیاء میں ایسے اہم مسائل کے
متعلق اختلاف دیکھکر ہمارے جیسے کم علم جنکو دینی بصیرۃ کما حقہ حاصل نہیں
ہے حیران اور سرگردان رہجاتے ہیں اور یہ اختلاف حنفی شافعی مالکی حنبلی

مسئلہ (۱۱) ورد یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ

یا مقلدین اور غیر مقلدین کے خفیف اختلافات سے کوئی تشابہ نہیں رکھتا اسکا ایک فریق تو زبردست دلائل سے اسکو شرک ٹھہراتا ہے اور دوسرا فریق ایک لائق پلیڈر کا پارٹ لیکر اسکے حمایت کے واسطے ویسے ہی زبردست دلائل پیش کرتا ہے امید ہے کہ جناب بندہ نوازی فرماکر اسکے متعلق رائے مبارک کا اظہار فرماوینگے -؟

الجواب - ایسے امور و معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ صحیح العقیدہ سلیم الفہم کے لئے جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے تاویل مناسب کرکے اور سقیم الفہم کیلئے بوجہ مفاسد اعتقادیہ و عملیہ کے اجازت نہیں دی جاتی چونکہ اکثر عوام بدفہم اور کج طبع ہوتے ہیں انکو علے الاطلاق منع کیا جاتا ہے اور منع کرنیکے وقت اسکی علۃ اور مدار نہی کو اسلئے بیان نہیں کیا جاتا ہے کہ قیاس فاسد کرکے ناجائز امور کو جائز قرار دے لینگے جیسے عوام کی عادت ہے کہ دو امروں کو جنمیں واقع میں تفاوت ہے مساوی سمجھکر ایک کے جواز سے دوسرے پر بھی جواز کا حکم لگا دیتے ہیں اسلئے ان کو مطلقاً منع کیا جاتا ہے - اس قاعدے کے دریافت کرلینے کے بعد ہزارہا اختلاف جو ان امور میں واقع ہیں انکی حقیقت منکشف ہوجاویگی اسکے ایسی مثال ہے کہ بوجہ ردائت اکثر مزاجوں کے کوئی ڈاکٹر کسی فصلی چیز کے کھانے سے عام طور پر منع کردے مگر خلوۃ میں کسی خاص صحیح المزاج آدمی کو بعض طرق و شرائط کے ساتھ اُسی چیز کی اجازت دیدیں اس تقریر سے مانعین و مجوزین کے اقوال میں تعارض نہ رہا مگر یہ اجازت عوام کے حق میں سم قاتل ہے -

لہ جیسے طریقہ میلاد مروجہ کیونکہ نفس ذکر ممنوع نہیں مگر بخیال اعتقاد وجوب و لزوم کے منع کرتے ہیں اور دیگر مسائل مختلفہ ۱۲ -

مسئلہ (۱۲) حیات خضر علیہ السلام

سوال- خواجہ خضر علیہ السلام درقید حیات ہیں یا نہیں پانچویں مذہب والے کہتے ہیں کہ نہیں اگر حیات ہوتے تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیوں نکرتے اسکا جواب رقم فرماویں؟

الجواب- حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کا زندہ رہنا جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تک ثابت ہے اور ایک روایت میں ملاقات بھی ثابت ہے کتاب احیاء العلوم جلد اول ترتیب اوراد کے بیان میں جہاں مسبعات عشر کا ذکر ہے وہاں مذکور ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے ابراہیم تیمی کو مسبعات عشر تعلیم فرمائی تو انہوں نے پوچھا کہ آپکو یہ عطیہ کس نے دیا انہوں نے فرمایا کہ مجکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمایا ہے اس سے ملاقات درروایتہ حدیث ثابت ہوئی اور بعد وفات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کے پاس تشریف لائے اور تعزیت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق وحضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے چنانچہ روایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے و دخل رجل اشہب اللحیۃ جسیم صبیح فتخطی رقابہم فبکی ثم التفت الی الصحابۃ رضی اللہ عنہم فقال ان فی اللہ عزاء من کل مصیبۃ وعوضا من کل فائت وخلفا من کل ہالک فالی اللہ انیبوا والیہ فارغبوا ونظرہ الیکم فی البلاء فانظروا فانما المصاب من لم یجبر وانصرف فقال ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما ہذا الخضر علیہ السلام ۱۲ س یعنی مستدرک حاکم ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین حاشیہ متن حزب پنجم ص۲۰ اور اب تک زندہ ہونے پر تمام اہل باطن وصلحاء کا اتفاق ہے اور ہمیشہ ایسے لوگوں سے ملاقات کرتے رہے اور کرتے ہیں مولوی نظامی فرماتے ہیں "مرا خضر تعلیم گر بود دوش" اور اکثر بزرگوں سے حکایات بمنزلہ خبر متواتر انکے زندگی کے منقول ومشہور ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال - حقہ پینا کیسا ہے اور اصل میں وہ کیا ہے فقط؟

الجواب یہ حقہ قریب تین سو برس کے ہوئے کہ کفار نے نکالا ہے پھر سب
میں شائع ہوگیا اور اصل میں یہ ایک دوا ہے بعض امراض کو نافع بھی ہے اور
کثرۃ اسکے مضر ہے کما یعلم من کتب الطب اب پینے والونکی مختلف غرضیں ہیں
مختلف مزاج ہیں مختلف طور ہیں اور مختلف خیال اور مختلف عادتیں ہیں۔ کوئی
مرض کے لئے پیتا ہے کوئی شوقیہ پیتا ہے کسیکو کچھ نافع ہے کسیکو مضر ہے کوئی
پیکر منہ صاف کرتا ہے کوئی سڑا لیتا ہے کوئی احتیاط سے پیتا ہے۔ کوئی بڑا احتیاطی
سے کوئی برا سمجھکر پیتا ہے کوئی اچھا جانکر پیتا ہے یہانتک کہ بعض روزہ میں پیتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ روزہ نہیں ٹوٹتا کوئی بہت کثرۃ سے پیتا ہے کوئی کبھی کبھی
پی لیتا ہے بعض کو اگر ایک گھنٹہ نہ ملے بے چین ہوجاتے ہیں بعضونکو کئی کئی روز
تک خیال نہیں ہوتا پھر تمباکو میں بھی بعض اقسام بہت تیز اور مضر ہیں بعضے کم
درجہ میں ہیں کسی میں بو زیادہ ہے کسی میں کم ہے کسی میں نوبت نشہ یا فتور کی
ہے کسی میں نہیں کوئی ایسی چیز کی ساتھ مرکب ہے جس سے اُسکی خباثت کم
ہوجاتی ہے کوئی نہیں ہے اسی طرح حقہ اور نیچہ میں بھی بعضے نیچہ کے کپڑے
پاک ہیں کسی کے ناپاک کسی کے مشتبہ کوئی نیچوان ہے اسمیں اثر قلیل آتا ہے
کسی میں زیادہ آتا ہے کوئی جلد جلد تازہ کیا جاتا ہے کوئی کئی کئی دن تک سڑتا
رہتا ہے کوئی عام ہے سب کا منہ لگتا ہے جیسے تکیوں کے حقہ کوئی خاص ہے
غرض نہ سب پینے والے برابر نہ سب تمباکو ایک طرح کے نہ سب حقے و نیچے ایک
قسم کے سب متفاوت اور مختلف ہر ایک کا حکم جدا پس اگر کسی نے ضرورۃ شدید
میں کسی مرض دشوار کے علاج کیلئے احتیاط سے بطور دوا کے کبھی ایک آدھ
بار پی لیا چنداں جرم نہیں اور جو بعد ازالہ بغیر ضرورت شوقیہ پیوے جیسا آج کل

شایع ہے کہ یہی محفل کی زیب وزینت ہوگئی اور اسی کی خاطر وتواضع رہگئی اسکے
نہ ملنے کی شکایتیں ہوتی ہیں کہ فلانے نے حقہ بھی نہ دیا اور زبان سے چاہے بُرا
کہتے ہوں اور شاید دل میں بھی جانتے ہوں مگر ظاہر میں بے باکانہ اسکو پیتے ہیں
اور ذرا محجوب ومنقبض نہیں ہوتے اور آخر میں مضر بھی ہوتا ہے اور منہ میں
برابر بدبو آتی ہے اور ہر دم منہ میں لگھار رہتا ہے اور حواس میں بھی کدورۃ
آجاتی ہے اور تشبہ اہل نار کی ساتھ ہے کہ منہ اور ناک میں سے دھواں نکلتا ہے اور خود دھواں اور آگ
بھی آلہ عذاب کا ہے اُسکی ساتھ متلبس رہتی ہیں اس طور اسکا عادی ہوجانا بسبب
اجتماع ان امور کے بیشک بُرا اور سخت مکروہ ہے پھر امور مذکورہ سابق کے تفاوت
سے کراہتہ میں بھی تفاوت ہوگا اور بعضے پینے والے جو بد احتیاط ہیں اور سڑے
ہوئے حقے ناپاک نیچے تیز تمباکو کہ پیتے پیتے نشہ ہوجاتا ہے اور شراب کی سی
مدہوشی ہوتی ہے اسکی حرمتہ میں کچھ شبہ نہیں حاصل یہ کہ کوئی حقہ زیادہ مکروہ
کوئی کم مکروہ کوئی حرام۔ کوئی ضرورۃ شدیدہ میں بطور دوا کے ایک آدھ بار روا اور
اس تقریر پر ممکن ہے تطبیق درمیان اقوال علماء وفقہاء کے جو مختلف ہیں اسکے
اباحتہ وکراہتہ وحرمتہ میں پس جیسا موقع کسی نے دیکھا ہوگا ویسا کہدیا ہوگا بہرحال
پینے والا اسکا گناہ سے خالی نہیں اور اصرار گناہ پر سخت گناہ ہے اور اکثر اہل
کشف ورویاء صادقہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اسکا پینے والا محفل مبارک نبوی
صلے اللہ علیہ وسلم میں دخل نہیں پاتا اور بعضوں نے اسکے پینے والوں کو
معذب بھی لکھا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ کسی نے کیا خوب کہا ہے شعر

تمباکو نوش راسینہ سیاہ است ۔ اگر باور نداری نے گواہ است

ھذا ما عندی واللہ تعالے اعلم وعلمہ تم واحکم۔

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ایام محرم الحرام میں شہادت نامہ

مسئلہ (۱۳) شہادت نامہ خوانی وغیرہ

پڑھنا مجمع عام میں اور حالات سید الشہدا علیہ السلام بیان کرنا جائز ہے یا نہیں
جیسا کہ اکثر ہندوستان میں عادۃ ہے کیونکہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ
وحضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین و احیاء العلوم میں اس امر کو
حرام ومکروہ اور شعار روافض سے فرمایا ہے مثل مشاجرہ صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین کے پس آپکو اس امر کی تشریح بخوبی فرمانا چاہیے کہ آیا پڑھنا
شہادت نامہ کا جائز ہے یا نہیں اور جائز ہے تو کس طور پر اور کس صورۃ سے؟

الجواب - فی الحقیقت واقعہ جانکاہ جناب سید الشہدا حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ وعن احبائہ وسخط علی قاتلیہ واعدائہ اس قابل ہے کہ اگر تمام
زمین وآسمان وحور وملک وجن وانس وجمادات ونباتات وحیوانات قیامت
تک یہ کہہ کہہ کر رودیں کہ ؎

صبت علی مصائب لو انہا　　　صبت علی الایام صرن لیالیا

تو بھی تھوڑا ہے مگر خیال کرنیکی بات ہے کہ جنکی محبت میں رودیں پیٹیں تو جو حرکات
انکے خلاف طبع ہوں انکا ارتکاب ان حضرات کے ساتھ سخت عداوت کرنا ہے ع
"دوستی بیخرد چوں دشمنی ست"۔ پس بہیئت کذائیہ باجتماع مردمان جاہلان بخصوص
ایام عشرہ محرم الحرام بہ بیان غیر واقعی وروایات موضوعہ بحرکات غیر مشروع وافعال
ناجائز ونوحہ حرام شہادت نامہ پڑھنا بحسب ارشاد حضرت غوث الثقلین وحضرت امام
غزالی رحمہما اللہ تعالے بیشک بدعۃ اور شعار روافض ہے احتراز اس سے واجب
ہے - عن ابی اوفی رضی اللہ عنہ قال نہی رسول اللہ علیہ وسلم عن المراثی وفی
حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار اور خصوصاً
انہیں لوگونکی مجلس میں جانا اور وہاں میں شریک ہونا سخت مذموم اور قبیح
ہے من کثر سواد قوم فہو منہم ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمل بہ رواہ

الدیلمی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کذا ذکرالسیوطی فی جمع الجوامع ہاں البتہ اگر گاہے گاہے بہ نیت برکۃ بطور ذکر بزرگان بلا تعیین یوم و بلا التزام اجتماع مجمع بروایات صحیحہ معتبرہ بلا شرکت روافض بدون افعال و اقوال نامشروع پڑھے اور غمگین ہو باعث خیر و برکۃ ہے ۔

اعد ذکر اہل البیت لی ان ذکرہم ھو المسلت ما کررتہ یتضوع

سوال ۔ بخدمت ذوالمجد والکرم مولانا و مقتدانا مولوی اشرف علی صاحب مد فیضہم

پس از سلام مسنون معروض آنکہ اگرچہ میں ایک شخص اجنبی ہوں لیکن بعض اعتبارات سے اپنے آپ کو زمرۂ خدام میں تصور کرتا ہوں اور اس بنا پر بے تکلفانہ ایک تکلیف خاص دینے کی جرأت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مجھکو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ بعض وجوہات سے ہمیشہ سے ایک عقیدۂ قلبی ہے اور جو حضرات حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساتھ واسطہ وارادت رکھنے والے ہیں اُن کے ساتھ بھی دلی اخلاص ہے اور بالخصوص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مدظلہم العالی کے ساتھ جنکے محامد خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تالیفات میں بالتخصیص ارقام فرماتے ہیں اور اپنے معتقدین کو اُنکی جانب رجوع دلانیکی ہدایۃ فرمائی ہے ایک خاص ارادت ہے لیکن بعض اوقات بعض مخالفین اور بتبدعین کے بعض اعتراضات اور شبہات کی وجہ سے جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض معمولات اور معتقدات کے مختلف فیہ ہونیکے بارہ میں کئے جاتے ہیں اور جنکا جواب معقول اپنے آپ سے بن نہیں پڑتا طبیعت کو ایک خلجان پیدا ہو جاتا ہے اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اُن شبہات کا دفعیہ مخالفین کے جواب اور نیز اپنی تشفی قلب کے واسطے آپ کے ذریعہ سے کر دوں کیونکہ اول تو مخالفین کو ایسے شبہات پیدا کرنے

سوال (۱۵) شبہات متعلق خلفائے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہما جواب و طریق دفع آنہا

کیلئے جو زیادہ جرأت اور قوۃ ہوگئی ہے وہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی اشاعۃ ہے
اور یہ رسالہ آپ ہی کا شائع کیا ہوا ہے۔ اگرچہ آپنے اسکے ساتھ ایک مضمون بطور ضمیمہ
کے بھی اضافہ فرمایا ہے جو صرف ہم جیسے معتقدین کیلئے فی الجملہ باعث طمانیت ہو سکتا
ہے لیکن تاہم وہ مضمون اس اصلی تحریر کے مطلب پر کوئی کافی ووافی اثر پیدا
نہیں کرسکتا اور مخالفین اسکو نظر تام سے دیکھنے اور قابل قبول قرار نہیں دیتے
بلکہ اس تقریظ کے مضمون سے جو رسالہ درِ منظم مولفہ شاہ عبد الحق صاحب مہاجر مکی
پر جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمائی ہے اس اصلی مضمون
رسالہ فیصلہ کی تائید ہوتی ہے دوسرے یہ کہ جناب کی تحریرات جسقدر اس وقت
تک میرے مطالعے سے گذریں ہیں ان کو تعصب و تشدد و نفسانیت سے مبرا اور انصاف
اور حقانیت اور معقولیت سے مملو پایا جو مخالف کو موافق اور حق ناشناس کو حق
پسند بنانے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے تیسرے یہ کہ غالباً آپ کو ان فتاوے کا حال
بھی معلوم ہوگا جو اہل ہند نے کسی کسی مسئلہ مختلف فیہ کی نسبت مکہ معظمہ سے طلب
کئے تھے اور اسکا جواب بعض مخالفین کے حسب منشا ملا اور جن پر مخالفین حضرت
حاجی صاحب کی مہر اور دستخط ہونا بھی بیان کرتے ہیں چوتھے یہ کہ جہانتک مجھکو
تحقیق ہوا ہے آپ اسی کار خیر کے متعلق عرائض کے جواب دینے اور اپنے
اوقات عزیز کے صرف کرنے میں بخیال اصلاح حال وقال مومنین و حقوق مسلمین
دریغ بھی نہیں فرماتے ہیں لہذا وہ شبہات ذیل ہیں گذارش کرکے امیدوار
ہوں کہ بمقتضائے شفقت و ہمدردی اسلامی تفصیلی جواب الکام رحمت ہو تاکہ
آئندہ کے لئے اس قسم کے خلجان سے جو وسواس شیطانی کہے جانے کے
لائق ہیں طبیعت محفوظ رہے اور مخالفین کو جواب معقول دیکر ساکت کرنیکا موقع
ملے۔ شبہ اول یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض

معتقدات ومعمولات جو انکے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ سے یا تقریظ مندرج رسالہ در منظم سے یا بعض دیگر فتوے ہم مضمون رسالہ مذکور پر دستخط اور مہر ہونے سے یا اُن معتقدات اور معمولات کی نسبت بعض اشخاص معتمد کی چشم دید اور گوش زد احوال واقوال بیان کرنے سے ثابت ہوتے ہیں آیا واقعی تھے یا یہ اقوال وافعال بخلاف اپنے ذاتی عقیدہ کے کسی مصلحت پر مبنی تھے دبرعایت شریف و اہالیان مکہ معظمہ وغیرہ حضرت سے سرزد ہوتے تھے اگر بخلاف عقیدہ واقعی کے تھے تو یہ صورۃ تقیہ کی اور شعار روافض ہے جو حضرت کے کمالات ظاہری و باطنی کے بالکل منافی ہے اور اگر موافق عقیدہ واقعی تھے۔ تو اُن حضرات کے جو حضرت سے واسطے ارادت اور خلافت رکھتے ہیں اُن معتقدات اور معمولات کو بدعۃ اور ضلالت کہنے کا حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ علیہ کے اوپر کیا اثر ہوا اور اُن حضرات کے حق میں کیا نتیجہ پیدا ہوا۔ **دوسرا شبہ** یہ ہے کہ آیا مرید اور خلیفہ کو من کل الوجوہ اتباع شیخ کی ضرورۃ ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے اور صرف اوراد واشغال متعلقہ طریقت میں اتباع کافی ہے اور دیگر مسائل شرعیہ میں اپنے علم اور اجتہاد سے کام لینے کا مجاز حاصل ہے تو اس صورۃ میں احکام شرعیہ میں شیخ کے عمل بالخلاف سے مرید کے قلب میں عظمت شیخ جیسا کہ چاہیے تاہم نہیں رہ سکتی بلکہ جب شیخ کے عقائد اور اعمال بزعم مرید خلاف شرع اور سنت ہونگے تو شیخ کی ساتھ ارادت بھی کسیطرح باقی نہیں رہ سکتی اور ایسی حالت میں خود شیخ لائق مشیخت متصور نہیں ہوسکتا اسلئے کہ جب شیخ کو قطع نظر علم ظاہری کے اپنے کشف باطنی اور نور عرفان سے بالخصوص ایسے مسائل میں جو ان کے اور ان کے مریدوں کے فیما بین مابہ الاختلاف ہوں حق وباطل اباحۃ وضلالت میں تمیز نہ ہوسکے تو وہ بھی ترقی مدارج وطے منازل الی اللہ

کا ذریعہ کیونکر بن سکتا ہے یا کیونکر بنایا جاسکتا ہے اور وہ کامل مکمل کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ ایسے مسائل فرعیہ کا اختلاف قدیمی بات ہے اور اس سے معاملات طریقہ میں کچھ حرج متصور نہیں ہے تو اول تو یہ اختلاف ایسا ادنیٰ درجہ کا نہیں ہے دوسرے اسکے تسلیم کرلینے میں طالبان حق کو کسی عالم وکامل متبع سنت شیخ کی تلاش کرنے کے جو ایک ضروری بات قرار دی گئی ہے ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ ہر صوفی مشرب ان اشغال معینہ ومعمولات کی تعلیم اور بذریعہ بیعت داخل سلسلہ کرنے کیلئے کافی ہوسکتا ہے اور اگر مرید اور خلیفہ کو اتباع کامل کی ضرورۃ ہے اور مرشد کی ساتھ ہم خیال وہم عقیدہ وہم عمل ہونا ضروری ہے تو بوجہ اختلاف مسائل معلومہ متذکرہ شبہ اول ان حضرات کے اندر انکا فقدان ظاہر ہے پس ایسی حالت میں ان حضرات کی خلافت خلافت راشدہ کیونکر تسلیم ہو اور اگر نہ تسلیم ہو تو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ علیہ کے وہ فرمان جو بالتخصیص حضرت مولنا رشید احمد صاحب کے حق میں نافذ ہوئی ہیں کیا معنی رکھتے ہیں اور کس بنا پر ہیں اور اگر ہر دو حضرات کی معتقدات اور معمولات یکساں قرار دی جائیں تو تطبیق کس طریقہ سے کی جاوے اور قطع نظر دیگر مضامین کے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے لئے ایک شرح پُر از تاویلات کثیرہ مطلوب ہوگی۔ **تیسرا شبہ** یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے خلفار میں باعتبار اختلاف بعض معتقدات ومعمولات معلومہ کے دو فریق ہیں اور ہر فریق علمار کا ہے جن میں ایک فریق مولوی احمد حسن صاحب کانپوری اور شاہ عبد الحق صاحب مہاجر مکی۔ مولوی عبد السمیع صاحب میرٹھی وغیرہ کا ہے جنکے معتقدات ومعمولات مثل حضرت حاجی صاحب ودیگر متقدمین صوفیہ کرام پیشوایان سلسلہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کے ہیں۔ اور

دوسرا فریق مولوی رشید احمد صاحب و مولوی اشرفعلی صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب
مرحوم وغیرہ کا ہے جو اُن معتقدات و معمولات کو بدعت و ضلالت بلکہ اس سے بھی زیادہ
بدتر کہتے ہیں۔ کہ نوبت بشرک و کفر پہنچاتی ہیں پس ان ہر دو فریق میں سے خلافت
راشدہ کس فریق کی متصور ہو سکتی ہے اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ علیہ کا
ایسے دو مختلف العقیدہ والعمل اشخاص کو خلافت عطا فرمانا کیسا عمل ہے پس
یہ ہیں وہ اعتراضات و شبہات جنکے جوابات معقول دینے میں اور مخالفین نامعقول
کو معقول کر دینے میں مجھ جیسے بعض کم علم محبان خالنوادہ امدادیہ کو دشواری ہوتی ہے
پس اگر والا جناب توجہ فرماویں اور ان امور کا جواب مفصل تحریر فرماویں تو قطع
نظر اسکے کہ مخالفین کے جواب دینے میں سہولت ہو جاوے۔ بمصداق لیطمئن
قلبی کے موافقین کے انشراح خاطر کیلئے بھی بے غائت بکار آمد اور مفید ہو زیادہ
بجز نیاز کیا غرض کیا جاوے فقط والسلام ؟

الجواب - مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعض امور فی نفسہ مباح و
جائز ہوتی ہیں مگر مفاسد عارضہ سے قبیح ہو جاتی ہیں جیسے اعمال متنازعہ فیہا فی
زماننا مثل مجلس مولد شریف اور فاتحہ و گیارہویں ونحوہا ان میں دو طرح کا اختلاف
ہو سکتا ہے اوّل یہ کہ اُن مفاسد کو قبیح نہ سمجھے یہ اختلاف ضلالت و معصیت ہے
دوم یہ کہ اُن مفاسد کو قبیح سمجھے اور ان مفاسد کیساتھ ان اعمال کی بھی اجازت نہ دے مگر بوجہ حسن
ظن اور عوام الناس کے حالات تفتیش نکرنے سے یہ سمجھ کر کہ لوگ ان مفاسد سے بچتے ہونگے
یا بچ جاوینگے اجازت دیدی سو یہ اختلاف فی الواقع مسئلہ میں اختلاف نہ ہوا
بلکہ ایک واقعہ کی تحقیق میں ہے۔ سو واقعہ کی تحقیق کی غلطی
علم و فضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے اور اس سے
عظمت یا شان یا کمال اور قرب الٰہی میں کچھ فرق نہیں آتا انتم اعلم بامور دنیاکم خود

حدیث میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ درباب بشارت یا حضرت علی کرم
اللہ وجہہ کا باوجود صدور حکم نبوی درباب اجراء حد زنا ایک جاریہ کے زچہ ہونیکی وجہ
سے تعمیل حکم میں التوا کرنا اور حضور کا اسکو پسند فرمانا جو احادیث صحیحہ میں آیا ہے
امید ہے کہ میرے اس مختصر مضمون سے سب شبہات حل ہو گئے ہونگے مگر احتیاطاً
کسی قدر مفصل بھی عرض کرتا ہوں **شبہ اول** کا جواب یہ ہے کہ حضرت
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہی عقائد ہیں جو اہل حق کے ہیں اور حضرت رح کا ان
اعمال میں شریک ہونا یا تحریراً و تقریراً اذن فرمانا نعوذ باللہ مبنی فساد عقیدہ
پر نہیں ہے نہ تقیہ پر ہے بلکہ چونکہ یہ اعمال فی نفسہا جائز ہیں انکو جائز سمجھکر کرتے
تھے اور کہتے تھے اور گمان یہ تھا کہ فاعلین یا مخاطبین یا حاضرین مجلس بھی اُن
مفاسد سے مبرا ہونگے تو بعض جگہ یہ گمان صحیح تھا۔ اور بعض جگہ حسن ظن کا غلبہ
تھا اور یہی صورت اکثر تھی اور جو لوگ بدعۃ و ضلالت کہتے ہیں نفس افعال کو نہیں
کہتے کہ حضرت پر اثر پہنچے بلکہ مفاسد کو کہتے ہیں جس سے حضرت خود بری ہیں پس
حضرت کے قول و فعل کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ افعال بلا مفاسد جائز ہیں اور فتوے
علماء کا حاصل یہ ہوا کہ یہ افعال مع المفاسد ناجائز ہیں سو اسمیں کچھ اختلاف نہ ہوا
البتہ یہ امر کہ آیا اکثر مواقع میں یہ مفاسد موجود ہیں یا نہیں اسمیں حضرت رح اور علماء کا
اختلاف رہا سو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہے جیسے زید کے کھڑے ہونے میں اسمیں
اگر حضرت رح کو صحیح خبر تحقیق نہ ہو تو حضرت رح پر الزام و ملامت نہیں اور نہ اختلاف
کرنیوالوں کو اسکے خلاف سے کوئی ضرر۔ **دوسرے شبہ** کا جواب یہ ہے کہ
جو امر یقیناً خلاف ہو اسمیں شیخ کا اتباع مرید کو ضرور نہیں اور جو امر ایسا ہو کہ شیخ
کا عقیدہ اسمیں صحیح ہے اور کسی واقعہ کی صحیح خبر نہ پہنچنے سے عمل خلاف مصلحت ہو گیا
چونکہ فی نفسہ وہ امر خلاف شرع نہیں حسن عقیدہ و نیت سے شیخ نے کیا ہے وہ خلاف

شرع نہیں ہے اسلئے شیخ کی عظمت مرید کے قلب سے ذرہ برابر نہیں گھٹ سکتی
مثلاً اگر کسی شخص نے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو کھانے میں زہر ملاکر کھلادیا
اور آپ کو اسوقت خبر نہوئی تو صحابہ کے قلب سے یہ سمجھکر کہ حضور نے زہر نوش فرمایا
ہرگز عظمت کم نہیں ہو سکتی بلکہ یہ ہی کہا جاویگا کہ آپ نے تو کھانا حلال نوش فرمایا
ہے مگر زہر کی اطلاع حضور کو نہ ہوئی ورنہ ہرگز نوش نہ فرماتے اور اس بنا پر مرید
افعال شیخ کو خلاف شرع نہ سمجھے گا جو عظمت کم ہو اور کشف باطن اور نور عرفان سے
حق و باطل کا انکشاف کسی درجہ میں مسلم سہی مگر یہاں تو حق و باطل میں شیخ کو التباس
ہی نہیں جو انکشاف کی حاجت ہو اسکا انکشاف تو حاصل ہے کہ فلاں طور پر حق ہے
اور فلاں طور پر باطل ہے صرف ایک واقعہ جزئیہ اسکے نظر سے مخفی ہے جسکا مخفی ہونا
انبیاء علیہم السلام سے بھی مستبعد نہیں خود حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ میں
بشر ہوں شاید کوئی شخص اپنے دعوے پر حجت شرعیہ قائم کر کے مقدمہ جیت لے
اور اُسکا حق نہ ہو اور میں اُسے دلادوں تو وہ دوزخ سے حصہ لے رہا ہے ظاہری
حجت پر حضور حکم فرما دیتے تھے اور بعض اوقات احتمال ہوتا تھا کہ شاید دوسرے
کا حق ہو حضور پر ہرگز کوئی طعن نہیں ہو سکتا آپنے تو حق ہی فیصلہ فرمایا مگر چونکہ
واقعہ کی تحقیق صحیح نہ ملی اسلئے صاحب حجت کو غالب فرمادیا ایسی حالت میں کامل
مکمل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا بخلاف اُس شیخ کے جسکے عقائد یا مسلک
میں غلطی یقینی ہو وہ البتہ قابل شیخ ہونے کے نہیں۔ اور اوپر معروض ہو چکا ہے
کہ حضرت کے عقائد یا مسلک میں خلاف نہیں صرف ایک واقعہ کی تحقیق صحیح نہیں
پہنچی پس نہ حضرت پر کوئی شبہ رہا نہ خلفا کی خلافت راشدہ میں کوئی قدح رہا۔
سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے خلیفہ کا سماع سے منکر ہونا شیخ کی
روبرو مشہور و معروف ہے اور فہیم آدمی کے لئے خود فیصلہ ہفت مسئلہ کی عبارت

میں جا بجا تقیید کو مرتبہ ضرورت میں سمجھنے کی مذمت مشرح کافی ہے اور مخاصم کے حق میں وفاتر دوسا یتر بھی کافی نہیں **تیسرے شبہ** کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت رح کی تمام خدام کی خوش اعتقادی کا دعوےٰ ہم نہیں کر سکتے یقیناً بعض اہل علم کو بعض اُمور میں لغزش واقع ہوئی ہے بعض کو تو مسائل میں غلطی ہو گئی ہے جس سے حضرت رح بالکل بمراد منزہ ہیں اگر وہ حضرت رح کے قول کی سند لاویں تو بہت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت کے ارشاد کو نہیں سمجھا یا حضرت نے غلبہ حال میں کوئی امر فرمایا جو تاویل کی قابل ہوتا ہے اور اُن صاحبوں نے اسکو ظاہر پر محمول فرمالیا چنانچہ اس ناکارہ کی روبرو غلبہ حال میں بعض امور غامضہ فرمائے اور خود حضرت کی حالت سے معلوم ہو گیا کہ اس وقت غلبہ ہے ممکن ہے کہ کسی کو اسکی طرف توجہ نہ ہوئی کہ اسکو غلبہ سمجھا ہوا اور جن اُمور میں غلطی بھی نہیں ہوئی مگر عوام اس سے برباد ہوئے چونکہ ان صاحبونکو غلبہ حال ہی نہیں اور عوام کے حال سے بھی علماء کو بوجہ اختلاط عوام کے اطلاع زیادہ ہوتی ہے اس لئے ان صاحبوں کی غلطی تحقیق واقعہ میں یا غلبہ حال کے ارشادات نقل کر دینے میں قابل معذوری نہیں اور مشائخ میں یہ دونو عذر صحیح ہیں اور مسئلہ کی یقینی غلطی تو کسی کیلئے بھی عذر نہیں مگر حضرت رح اس سے بالکل بری ہیں اور حضرت کا خلافت عطا فرما دینا کسی مبتلائے غلطی کو بنا بر عدم اطلاع اس شخص کی غلطی کے ہے جسکا خلاف شان نہونا اوپر ظاہر ہو چکا ہے اگر اسکے بعد کوئی شبہ ہو بے تکلف اظہار فرما دیا جاوے۔ میں ایک ضرورت سے دوسری جگہ آیا ہوں شاید دو چار روز اور رہنا ہو فقط والسلام راقم اشرف علی عفی عنہ۔

مستفتی کا دوسرا خط جسمیں اُسنے پہلے خط کے جواب پر کچھ شبہات کئے ہیں

بخدمت فیضدرجت جامع کمالات صوری ومعنوی مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب دامت فیوضہم۔ پس از سلام مسنون عقیدۃ مشحون معروض آنکہ افتخار نامہ بجواب عریضہ صادر ہوکر کاشف اسرار ہوا اسمیں شک نہیں کہ جناب نے بطریق تمہید جواب جو کچھ اجمالاً تحریر فرمایا ہے وہ ہی مخلصین کے اطمینان قلب کیلئے کافی ووافی ہے لیکن منکرین کیلئے ہنوز گنجائش کلام باقی ہے جسکو جناب کے اس ارشاد کی تعمیل میں (کہ اگر اسکے بعد کوئی شبہ ہو تو بے تکلف اظہار کردیا جاوے) ذیل میں گذارش کرتا ہوں اور امید ہے کہ اس مرتبہ کافی اور مفصل جواب کے بعد اس معاملہ میں ضرورت تصدیعہ باقی نہ رہیگی۔ ہر دو روایات مشورہ کتمان بشارت اور التوائے اجرار حذرنا کو تفصیل کے ساتھ ارقام فرما دیجئے۔ اور خلیفہ حضرت مولٰنا نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ العزیز کی مخالفت بمعاملہ سماع کا قصہ بھی مفصل مع حوالہ کسی کتاب کے اور نیز اسی قسم کی دیگر روایات اگر مستند کتابوں سے بہم پہنچ سکیں رقم فرمائی اسلئے کہ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بمقابلہ دلائل وبراہین عقلی ونقلی کے گذشتہ واقعات کی تمثیل متصوفین زمانہ حال میں زیادہ اثر پیدا کرتی ہے بنظر علم شبہات جوابات سابقہ عریضہ سابقہ مع سامی نامہ ہمرشتہ عریضہ ہذا مرسل ہے تاکہ تحریر جواب میں سہولت ہو۔ ایک امر محض بنظر اطلاع پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں میری نظر سے ایک تحریر مولوی احمد حسن صاحب کانپوری کی گذری ہے جسمیں رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی بابت یہ الفاظ تحریر تھے (ہفت مسئلہ میں جو ضمیمہ لگایا گیا ہے اسکی عدم رضا حضرت کی طرف سے ثابت ہے مولوی شفیع الدین صاحب سے بتاکید آپ نے فرمایا ہے کہ اشتہار دو اس امر کا کہ ضمیمہ ہمارے خلاف ہے) اب اصل مطلب عرض کیا جاتا ہے اور بطریق مدعیانہ شبہ اول کے جواب میں آپ نے ارقام فرمایا ہے کہ چونکہ یہ

اعمال فی نفسہا جائز ہیں انکو جائز سمجھکر کرتے تھے اور کہتے تھے اور گمان یہ تھا کہ فاعلین ومخاطبین وحاضرین مجلس اُن مفاسد سے مبرا ہونگے۔ اس موقع پر اسکی تحقیق مطلوب ہوئی کہ وہ مفاسد کیا ہیں جن سے حضرت مبرا تھے اور دوسروں کا مبرا ہونا اپنے حسن ظن سے خیال فرماتے تھے جہاں تک خیال کیا جاتا ہے مفاسد وہی امور قرار دیئے گئے ہیں جنکو حضرت حاجی صاحبؒ نے مصالح پر مبنی نہ ہونا ارشاد فرمایا ہے اگر یہ کہا جاوے کہ یہ امور فی نفسہ جائز ہیں اور تبدیل نیت اور عقیدۃ سے ناجائز ہوجاتے ہیں اسکے بارہ میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اول تو نیت وعقیدت کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا دوسرے باستثناء جہال وعوام عموماً تعلیم یافتہ اور خواص نیک نیتی وخوش عقیدتی کے ساتھ محض اُن مصالح پر نظر کرکے جو سلف سے منظور نظر ہیں اس قسم کے اعمال کرتے ہیں اور اُن اعمال کے ترک کو بھی صرف بخیال فوت ہوجانے ان مصلحتوں کے یا ترک اقتداء بزرگان پیشین کے مذموم تصور کرتے ہیں پھر ایسی حالت میں عام طور پر بلا کسی استثنار کے ان علمار کی مخالفت حضرت حاجی صاحب کے ارشاد کے خلاف کیوں نہ سمجھی جاوے کیا حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جو محفل میلاد شریف ہوتی تھی یا جن محافل کے اندر ہندوستان میں یا مکہ معظمہ وغیرہ میں حضرت حاجی صاحب کو شرکت کا اتفاق ہوا ہوگا اُن محافل میں تداعی اور کثرت روشنی اور استعمال خوشبو واہتمام فرش وجائے نشست ذاکر کو بلند وممتاز قائم کرنا اور قیام بالتخصیص عند ذکر الولادۃ اور اجتماع ہر خاص وعام کا نہ ہوتا تھا۔ نہیں ضرور ہوتا تھا پس وہ کون سے مفاسد تھے جن سے حضرت کو عدم واقفیت ولاعلمی تھی اور وہ کون سے واقعات تھے کہ جن سے حضرت بے خبر تھے کہ جسکی بنیاد پر واقعہ کی تحقیق میں غلطی ہونا تسلیم کیا جاسکے۔ شبہ دوم چونکہ شبہ اول پر مبنی

ہے اس لئے اسکے جواب کا بھی وہی انداز قائم کیا گیا کہ کسی واقعہ کی صحیح خبر
نہ پہنچنے سے کوئی عمل خلاف مصلحت مرشد سے سرزد ہو جاوے تو اس سے عظمت
شیخ کی بابت کوئی ناقص خیال پیدا نہیں ہو سکتا اول تو حسب اقوال و اعمال
متصوفین سابقین شیخ کے حق میں یہ کلام و گمان بھی کہ عمل خلاف مصلحت
ہوا۔ سوء ادبی ہے کیونکہ باوجود علم و احتمال ایسے اختلافات عظیم کے ایسے شیخ
سے عمل خلاف مصلحت ہو جانا اُس کی شان میں فرق ڈالنے والی بات ہے
دوسرے یہ امر دریافت طلب ہوا کہ وہ کون سے ایسے واقعات تھے جنکی خبر
صحیح حضرتؒ کو نہ پہنچی تھی جہانتک خیال کیا جاتا ہے اس امر کا ثابت کرنا سخت
متعذر معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کے خلاف شہادتیں تحریری و تقریری ہندستان
میں اکثر موجود ہیں۔ شبہ سوم کا جواب بھی بطرز سابق یہ ارقام ہوا ہے کہ حضرت
کا خلافت عطا فرما دینا کسی مبتلائے غلطی کو بنا بر عدم اطلاع اس شخص کی
غلطی کے ہے جسکا خلاف شان نہونا اوپر ظاہر ہو چکا۔ اس معاملہ میں اول
تو اس بات کا مان لینا کہ حضرت کو ان اشخاص کے احوال و اقوال عقائد اور اعمال
کی اطلاع نہ ہو سخت دشوار بلکہ بداہت کا انکار ہے اور کسی طرح قرین عقل نہیں
کہ جو لوگ مدتوں خدمت و صحبت میں حاضر رہے ہوں اور نزدیک و دور سے
فیضان باطنی سے مستفیض ہوتے رہے ہوں۔ انکے معتقدات اور معمولات
سے حضرت بے خبر رہیں اور اگر عیاذاً باللہ بہ تمثیل منافقان اوائل زمانہ رسالۃ
بے خبری تسلیم بھی کی جاوے تو حضرتؒ پر بڑا الزام یہ عائد ہو گا کہ بلا اطمینان
تصحیح حال و اعمال خلافت کیوں عطا فرما دی اسلئے کہ یہ امر خلافت تو کوئی
دنیا کا کام نہ تھا یا کوئی عبادات یا معاملات کا مسئلہ یا استفتا رنہ تھا کہ جسکے
بابت یہ حجت کی جا سکے کہ واقعات و حالات سے بے خبر رہنے کی وجہ سے حکم

یا عمل خلاف واقعہ یا مصلحتہ صادر ہو گیا بلکہ یہ معاملہ تو بالکل نور باطن و تصفیہ قلب و عرفان سے تعلق رکھتا ہے - پھر کیوں ان ذریعوں سے مثل بزرگان سلف مریدین کے حالات کو دریافت نہیں کیا تاکہ وہ غلطیاں جن میں بعض خلفائ مبتلا تھے آئندہ سلسلہ میں سنت پیر یا عمل شیخ قرار پا کر شائع نہ ہونے پائیں کیوں مراءۃ قلب حضرتؒ میں ان خلفا کے بعض عقائد و اعمال فاسدہ کا عکس جیسا کہ اکثر بزرگواروں کے حالات میں مذکور ہوتا ہے منعکس نہیں ہوا - اب ان امور کا جواب بعد ملاحظہ و توجہ تحریر اول کے ارشاد فرمایا جاوے اور پہلے پتہ کے موافق ارسال فرمایا جاوے اگرچہ اسمیں شک نہیں کہ اس فضول کام میں جناب کے اوقات عزیز کا صرف کرانا نہایت بے موقع تصدیعہ دہی ہے - مگر بمقتضائے ضرورت نظر بہ اشفاق عمیم جناب والا مجبوراً تکلیف دی گئی فقط زیادہ نیاز - ؟

الجواب از خاکسار اشرف علی عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں ہنوز چر تما دل ہوں اسلئے آپ کا خط دیر میں ملا - آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ منکرین کے لئے ہنوز گنجائش کلام باقی ہے سو حقر نے پہلے بھی منصفین کیلئے لکھا تھا - اور اب بھی اسی غرض سے لکھتا ہوں منکرین کیلئے پہلے ہی خط میں لکھ چکا ہوں کہ دفاتر بھی کافی نہیں - خلاصہ یہ کہ تحقیق حق مقصود ہے مناظرہ مقصود نہیں نہ آجکل اس سے کوئی نفع لہذا تمامتر تحریرات میں اسکات منکرین سے قطع نظر کر لیجئے اپنے شبہات کو البتہ رفع کر لیجئے - دوسروں سے اگر گفتگو ہو تو اگر وہ منصف ہوں تو ان کو علماء کا حوالہ دیجئے خود وہ اپنے شبہات رفع کر لیں آپ کیوں فکر فرماتے ہیں اور اگر وہ معاند ہوں جانے دیجئے ان کے ساکت کر دینے کا کوئی شرعاً مکلف نہیں پھر تعب برداشت کرنا ایک فضول

امر کیلئے کس کو ضرورت پڑی ہے بمشورہ کتمان بشارت مشکوۃ کی کتاب الایمان میں موجود ہے التوے حذرنا کا قصہ مسلم وابوداؤد ترمذی میں موجود ہے ہکذا فی التیسیر فی کتاب الحدود۔ اور مسلم میں ایک اور قصہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک شخص کی گردن مارنیکا حکم فرمایا چونکہ وہ شخص کسی ام ولد کے ساتھ متہم کیا گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُس کو مجبوب پاکر چھوڑ دیا اور آپ نے تحسین فرمائی معاملہ خلیفہ سلطان جی کا غالباً انوار العارفین میں مذکور ہے۔ دیگر روایات کی تلاش کی چونکہ ضرورت نہیں اس لئے اس کا قصد نہیں کیا گیا۔ جبکہ ایک دلیل بھی کافی ہے۔ اگر یہ امر قابل اطلاع تسلیم بھی کر لیا جاوے تو مضر نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ حضرتؒ کی خدمت میں ضمیمہ اس طرح اور ایسے عنوان سے پیش کیا گیا ہو کہ حضرت کو مظنہ انکار نفس اعمال یا مع القیود المباحہ بلا لزوم المفاسد کا ہو گیا ہو اس بنا پر اظہار مخالفۃ مانعین کو مضر نہیں ہے جو مفاسد آپ نے دریافت فرمائے ہیں اگر آپ اصلاح الرسوم کی مفصل بحث میلاد شریف۔ یا رسالہ طریقہ مولد شریف از تالیف احقر ملاحظہ فرمادیں تو اُن مفاسد کا بخوبی انکشاف ہو جاوے مگر یہاں بھی اُن کا خلاصہ و اصل الاصول عرض کئے دیتا ہوں۔ وہ مفسدہ یہی تبدیل نیت وعقیدہ ہے اور اس پر جو شبہ لکھا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ عقیدہ و نیت کا حال بلا اظہار البتہ معلوم نہیں ہو سکتا مگر جب اہل عقیدہ اپنے قول سے یا فعل سے اس کا اظہار کر دیں تو معلوم ہو جاوے گا۔ چنانچہ ان صاحبوں کی مجموعی حالت سے اعتقاد کا حال صاف صاف ظاہر ہوتا ہے مختصر امتحان یہ ہے کہ اگر یوں مشورہ دیا جاوے کہ جو قیود فی نفسہا مباح اور جائز الفعل والترک ہیں اُن کو دس بار کرتے ہو تو دس بار ترک بھی کر دو تاکہ قولاً و فعلاً اباحت ظاہر ہو جاوے تو اس قدر شاق ہو گا کہ فوراً مخالفت پر آمادہ ہو جاوینگے اگر سچ مچ ان امور

کو ضروری نہیں سمجھتے تو اس شاق گذرنے کی کیا وجہ اکثر عوام کا تو یہی حال ہے اگر کسی تعلیم یافتہ فہیم کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو تو غایۃ مافی الباب اُس کے لئے علت ممانعت یہ نہ ہوگی مگر یہ لازم نہیں آتا کہ کسی دوسری علت سے بھی منع نہ کیا جاوے اگر کوئی دوسری علت منع کی پائی جاویگی تو اُن کو بھی روکیں گے وہ علت ایہام جاہل ہے یعنی خواص کے کسی فعل مباح سے اکثر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بترک مباح ہوں گے شامی محشی درمختار نے بحث کراہت تعیین سورۃ میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جہاں تغیر مشروع ہو یا ایہام جاہل ہو وہاں کراہت ہوگی پس عوام الناس تغیر مشروع کی وجہ سے روکے جاتے ہیں اور خواص ایہام جاہل کی وجہ سے یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہیں اکثر مفاسد نیات وعقائد عوام کے بزرگان واکابر سے مخفی رہتے ہوئے روز وشب مشاہدہ میں آتے ہیں۔ شبہ دوم کا جواب بھی اسی تقریر سے نکل آیا سوء ادب کا شبہ اہل فہم سے نہایت بعید ہے جب انبیاء علیہم السلام سے زلات کے صدور کے معتقد وقایل ہونے میں سوء ادب لازم نہیں آتا تو اولیاء کرام کے حق میں کونسی بات سوء ادب کی ہے ہاں سوء ادب ایک طرح ہے بھی کہ بلا ضرورت ان زلات کو گاتا پھرے۔ اور جو شخص مقام تحقیق احکام شرعیہ میں ان زلات کا ذکر کرے درباب احکام کے اُن کا حجۃ نہ ہونا بیان کرے یہ ہرگز بے ادبی نہیں بلکہ عین ادا ر مامور بہ ہے اور یہ امر دریافت طلب کہ وہ کون سے واقعات تھے اس کی تحقیق اوپر ہو چکی ہے اور وہاں یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ ایسے مفاسد دقیقہ عوام کا خواص سے مخفی رہنا شب وروز مشاہدہ میں آرہا ہے۔ اور ایک شہادت تحریری یا تقریری بھی اس کے خلاف پر قائم نہیں البتہ اس کی موافقت میں بے شمار شہادتیں ہیں۔ شبہ سوم کا جواب بھی مضامین مذکورہ

بالا میں نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے یعنی اوپر ظاہر ہو چکا ہے کہ مفسدہ دو ہیں تغیر مشروع اور ایہام جاہل سو ایک عالم کے عقائد میں ایسا فساد کہ تغیر مشروع کی نوبت آوے اگر مستبعد بھی ہو مگر ایہام جاہل یعنی انکے عمل سے عوام مبتلا فساد ہو جاویں ہرگز مستبعد نہیں اور چونکہ حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے تک نہ اُن صاحب کو ان اعمال کا مستقل اہتمام کا موقع ملا نہ وہاں کی حاضری میں مقتدا ہونیکا خاص موقع ملا البتہ ہندوستان میں پہنچکر شان پیشوائی ظاہر ہوئی ان اعمال کا اہتمام بھی کیا معتقدین کا ہجوم بھی ہوا ایہام کی نوبت بھی آئی تو اس ایہام کا زمانہ حاضری میں مشاہدہ کب ہو سکتا تھا پھر مخفی رہنے میں کوئی استبعاد نہیں اب شبہ تمثیل منافقان وعطائے خلافہ بلا تحقیق سب زائل ہو گیا اور یہ سوال کہ نور باطن سے حضرت کو کیوں نہ معلوم ہو گیا یا کیوں نہ معلوم کر لیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ کو کشف کیوں نہ ہوا یا آپ نے قوۃ کشفیہ کو کیوں نہ استعمال کیا سو جو لوگ اس فن سے واقف ہیں اُن کے نزدیک اس کا جواب بدیہی ہے کہ کشف امر اختیاری نہیں نہ امر دائمی ہے اس لئے یہ سوال ضعیف ہے اس پر جو تفریعات کی ہیں وہ بھی سب اسی طرح مدفوع ہیں اب آخر میں یہ عرض ہے کہ اگر کوئی نیا شبہ ہو تو تحریر اُٹھی فرمانیکا مضائقہ نہیں اور اگر مثل خط دوم کے پہلے ہی شبہات کا اعادہ اور اُن کے جوابوں کی توضیح کا لکھنا مدنظر ہو تو اس تطویل سے بہتر ہوگا اگر خود تشریف لا کر فیصلہ فرمالیں کیونکہ تحریر میں بہت سے امور مفصل ومشرح ہو جانے سے رہ جاتے ہیں اور غیر ضروری امر میں وقت صرف کرنا دریغ وشاق معلوم ہوتا ہے۔ فقط والسلام ✦

سوال۔ بعد ادائے صد نیاز گذارش ہے کہ میں اپنا خیال ظاہر کرتا ہوں اس میں اگر کوئی امر بیجا ہو مجھکو مطلع فرمادیں اُس سے پرہیز کروں گا؟

مسئلہ (۱۴) دستور العمل در طریق شادی۔

(۱) میں لڑکیوں کو جہیز دینا چاہتا ہوں اس میں پچیس جوڑے ہونگے گوٹہ ٹھپہ بھی ہوگا نیمزری اطلس بھی ہوگا مگر جوڑے کھول کر برادری کو نہیں دکھلائے جائینگے بعد میں دیدیے جائینگے صندوق پلنگ پیڑھا چوکی برتن ڈولہ یہ سب سامان بھی ہوگا۔ اب مجھکو مفصل معلوم ہونا چاہئے کہ ان میں سے کیا ہو کیا نہو

(۲) برات نہیں ہوگی دو دو تین تین بہلیاں ضرور ہونگی یعنی لڑکا مع چند اہل برادری ضرور آئیگا شاید تینوں جگہ سے دس بہلیاں آویں یہ میری کوشش ہے

(۳) زیور بقدر حیثیت کے لڑکیوں کو دونگا اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔

(۴) لڑکیوں کی رخصت کے بعد وہ دو روز کے بعد واپس آوینگی یہ وہ چیز ہے جسکا نام چوتھی اور بھوڑہ ہے میرے نزدیک باپ کے گھر سے لڑکی کا ایک دم چلا جانا کسی عرصۂ دراز کے لئے مناسب نہیں ہے رخصت سے دو روز کے بعد وہ بلائی جاوینگی اسکے بعد پھر جاوینگی اور میں مع متعلقین بریلی چلا جاؤں گا پس روز کی آمد و رفت موقوف یہ میری رائے ہے جس پر میں اس وقت تک قائم ہوں لیکن ان میں سے جو بات آپ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو اصلاح فرما دیجئے اس کے ترک پر آمادہ ہوں اصلاح سے میری جو کچھ مراد تھی وہ یہ تھی کہ یہ کمین لوگ ہم لوگوں کو بیوقوف بنا کر ٹھگتے ہیں یہ نہیں ہونا چاہیے میں چاہتا ہوں کہ آپ تکلیف فرما کر اس عریضہ کے جواب میں ایک دستور العمل لکھئے کہ یوں کرنا چاہیے یا اگر میری رائے میں کوئی فساد کی بات نہیں ہے تو صرف اتنا تحریر فرما دیں کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو اس میں کچھ ہرج نہیں فقط ؟

الجواب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ راحت نامہ آیا انتظار رفع ہوا عزیز من میرے خیالات میں اختلاف عظیم ہے۔ آں عزیز نے صرف رسوم متعلقہ کی نسبت ان میں اصلاح

لے اصلاح الرسوم مستفتی کی درخواست سے تحریر فرمائی ہے ۱۲

ضروری قرار دی ہے اور میرے نزدیک جو ہیئت مجموعی اس وقت تقریبات کی ہو رہی ہے اس کے ہر ہر جزو کی قریب قریب اصلاح ضروری ہے بلکہ رسوم کمینان سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ کمینوں کو جو کچھ پہنچتا ہے وہ اُن کا حق الخدمت یا اپنے خادم کو انعام یا ایک متوقع کی اُمید برآری قرار دی جاسکتی ہے اور اُس میں اپنا دنیا کا ایک مطلب بھی ہے کہ آیندہ اچھی طرح اپنا کام کریں گے گو اس میں بھی تین امر نہایت قبیح ہیں ایک اپنا حق لازم سمجھ کر ایک گونہ مجبور کر کے لینا اور کمی میں آقا کو شرمندہ و ذلیل و بدنام کرنا دوسرے دینے والوں کی نیت میں تفاخر و نمائش ہونا جو بنص قطعی حرام ہے تیسرے اُس کے دینے کی ایک خاص صورت اور وضع مقرر کر لینا اُس کے خلاف کو نہایت مذموم و قبیح سمجھتے ہیں ورنہ بلا پابندی کسی خاص طریق کے جس طرح موقع ہوتا ان کو دیدیا جایا کرتا اُن قیود کی کیا ضرورت تھی غرض اس میں یہ تین امر سخت درجہ قبیح ہیں بخلاف اور تمام رسوم کے کہ بجز اتلاف مال و ارتکاب معاصی (مثل ریا و تفاخر و اسراف اور دوسروں کے لئے موجب تکلیف ہو جانا اور مقتداے معاصی بن جانا) کوئی دنیا کا بھی معتدبہ نفع ان میں نہیں اس لئے میرے نزدیک ان کی قباحت بہ نسبت رسوم کمینان کے بڑھی ہوئی ہے میرے تمام خیالات کا خلاصہ مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ ہیئت متعارفہ کے قریب قریب جمیع اجزا بدلنے کی ضرورت ہے گو اکثر اجزا اگر فرادی فرادی ظاہر نظر سے دیکھے جاویں تو مباح نکلیں گے مگر یہ قاعدہ شرعی بھی ہے اور عقلی بھی ہے کہ جو مباح ذریعہ معصیت و معین جرم بنجاوے وہ بھی معصیت اور جرم ہو جاتا ہے ان تقریبات کے بدولت کیا مسلمان مقروض نہیں ہو جاتے کیا مہاجنوں کو سود نہیں دیتے کیا اُن کی جائداد و مکان نیلام نہیں ہو جاتے کیا اہل تقریب کی نیت میں اظہار

وتفاخر ونمایش نہیں ہوتا اگر عام مجمع میں اظہار نہ ہو تو گیا خاص مجمع کے خیال سے
(کہ گھر پہنچکر سب زیور واسباب دیکھا جاویگا اُس کی قیمت کا اندازہ کیا جاویگا)
سامان نہیں کیا جاتا پھر کچھ ان رسوم میں تسلسل وترتب اس قسم کا ہے کہ
ایک کو کرکے پھر سب ہی آہستہ آہستہ کرنا پڑتا ہے کیا ان قیود وپابندیوں کو قیود
شرعیہ سے زیادہ ضروری عملاً نہیں سمجھا جاتا نماز یا جماعت فوت ہونے سے
کیا کبھی شرمندگی ایسی ہوتی ہے جیسی جہیز میں چوکی یا پلنگ کے ندینے سے ہوتی
ہے گو اُس کی ضرورت نہ ہو جہیز میں ضروری سامان کا لحاظ شرعاً وعقلاً مضائقہ
نہ تھا مگر بہت یقینی امر ہے کہ ضروریات کی فہرست ہر جگہ جدا ہنے گی لیکن جہیز کی ایک
ہی فہرست ہر جگہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ پابندی رواج اس کی علت ہے ضرورت
پر اس کے بنا نہیں تو اس درجہ کی پابندی نہ عقلاً جائز نہ شرعاً درست پس جب ان میں
اس قدر مفاسد ہیں تو عقل یا نقل اس کی کب اجازت دے سکتی ہے اگر یہ کہا
جاوے کہ کسی کو اگر گنجائش ہو تو دنیوی مذکورہ مضرتوں سے بھی محفوظ رہے
اور درستی نیت اختیاری امر ہے ہم ان امور کو ضروری سمجھتے ہیں نہ تفاخر و
نمایش کا ہمکو خیال ہے۔ پس ایسے شخص کے لئے تو یہ سب امور جائز ہونے
چاہئیں سو اوّل تو ذرا اس کا تسلیم کرنا مشکل ہے تجربہ اس کو تسلیم نہ کرنے
دیگا کیسا ہی گنجایش والا ہو کچھ نہ کچھ گرانی اُس پر ضرور ہو گی اور نیت میں بھی فساد
ضرور ہوتا ہے لیکن اگر اس میں منازعۃ ومزاحمت نہ بھی کی جاوے تو سو میں
ایک دو شخص ایسا مشکل سے نکل سکتا ہے ورنہ اکثر ضرور اُن خرابیوں سے
ضرر اٹھا رہے ہیں جب یہ حالت ہے تو یہ قاعدہ سننے کے قابل ہے کہ کسی شخص
کے فعل مباح سے جو حد ضرورت سے اُدھر نہ ہو دوسرے شخص کو ضرر پہنچنے
کا غالب گمان یا یقین ہو تو وہ فعل اس کے حق میں بھی مباح نہیں رہتا تو

اس قاعدے سے یہ اعمال و افعال اس محفوظ شخص کے حق میں بھی بوجہ اس
کے کہ دوسرے تقلید کرکے خراب ہونگے ناجائز ہوجاوینگے اس شرعی قاعدہ کا
حاصل وہ ہے جسکو عقلی قانون میں قومی ہمدردی کہتے ہیں یعنی ہمدردی کا مقتضا
یہ ہے کہ جہانتک ممکن ہو دوسروں کو نفع پہنچاوے اگر یہ بھی نہ ہو تو دوسروں
کو نقصان تو نہ پہنچاویں کیا کوئی باپ جس کے بچے کو حلوا نقصان کرتا ہے اس کے
سامنے بیٹھ کر حلوا کھانا محض مزے کیلئے پسند کرے گا کیا اس کو خیال نہ ہوگا
کہ میری حرص سے شاید بچہ بھی کھائے اور بیماری بڑھ جاوے کیا ہر مسلمان
کی ہمدردی اسی طرح ضروری نہیں اس سے عقلاً و نقلاً سمجھ میں آگیا ہوگا کہ
کسی کیلئے بھی ان رسوم کی اجازت نہیں اس کے بعد آں عزیز نے دستور العمل
دریافت کیا ہے سو آنعزیز کو فرمائش کرتے ہوئے خود اس وجہ سے حجاب دامنگیر
ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے آنعزیز کو فہم سلیم و عقل کافی عطا فرمائی ہے کیونکر جابت
بھی دی ہے میں فرمایش کرتا ہوا کیا اچھا معلوم ہونگا مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ
اگر ایسا اتفاق مجھ کو پڑا ہوتا تو اس وقت خیال یہ ہے کہ میں یوں کرتا کہ اس
کام کے لئے وطن آنیکی ضرورت نہ سمجھتا اور وطن نہ آتا اور مصارف سفر میں
اتنا روپیہ ضائع نہ کرتا لڑکے والوں کو لکھدیتا کہ لڑکا اور ایک اسکا کوئی مخدوم
سرپرست اور دو اس کے خادم کل چار آدمی یہاں آجاویں اور اُسی
مکان میں یا کوئی اور اچھا وسیع مکان ایک یا مختصر دو تین مکان ہر ایک کیلئے
جدا جدا اور یہی بہتر تھا کرایہ پر لیکر اُنکا قیام کراتا اور لڑکیوں کو اپنے گھر کا جوڑہ
پہناتا اور لڑکوں کو مجبور کرتا کہ اپنا جوڑہ پہنکر آؤ اور مجلس نکاح میں کسی کو اہتمام
کرکے نہ بلاتا محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سب کو لیجاتا اور نماز کے
بعد کہدیا جاتا کہ سب صاحب ذرا ٹھیر جاویں وہی مجمع اعلان و شہادت کیلئے کافی

ہوتا اور خود یا کسی عالم کی وساطت سے نکاح پڑھ دیتا اور روپیہ دو روپے کے خرما تقسیم کردیتا اس میں مسجد میں نکاح پڑھنے کی بھی تعمیل ہو جاتی وہاں سے مکان پر اگر اسیوقت یا جبوقت موقع ہوتا لڑکیوں کو بلا جہیز اس مکان کرایہ میں رخصت کردیتا اور ایک ایک معتبر خادمہ کو اُن کے ہمراہ بھیجتا۔ پھر اگلے روز اس مکان کرایہ سے اپنے مکان سکونت پر بلاتا اور ایک روز دو روز رکھکر پھر اس کو مکان کرایہ میں بھیجدیا جاتا جب دیکھتا کہ لڑکیاں مانوس ہو چلی ہیں لڑکوں کے ہمراہ ان کی بستی کو روانہ کردیتا۔ جہیز میں پانچ پانچ جوڑہ پچاس پچاس روپے کا زیور اور پانسو پانسو روپے کی جائداد صحرائی دیتا برتن پلنگ خوان پوش بٹوے گوٹہ کھپے کثرت سے ہمراہی میں مٹھائی وغیرہ کچھ ندیتا اور دولہا یا دُولہن کے کسی عزیز قریب کو ایک پارچہ ندیتا وہاں کے کمینوں کو پانچ پانچ روپیہ صرف اُن کی توقع پورا کرنے کو اور وطن کے کمینوں کو دس دس روپے دیدیتا اور تمام عمر متفرق طور پر لڑکیوں کو وقتاً فوقتاً جو چیز دینے کو میرا دل چاہتا نہ کہ برادری و کنبہ و اہلِ عرف کی خواہش کیموافق اُن کو دیتا رہتا اور جائداد اگر اُن بستیوں میں ہوتی اُن کو انتظام سپرد کرتا اور اگر اپنے وطن میں ہوتی خود انتظام کرتا اور اُن کو اُس کا محاصل ششماہی یا سالانہ مع حساب کے دیتا رہتا باقی میں اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا ؎

من نگویم کہ ایں مکن آں کن   مصلحت بین و کار آسان کن

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ زور ڈالنا چاہتا ہوں نہ دخل دینا پسند کرتا ہوں صرف اپنے خیالات کا اظہار کردیا ہے دوسروں کو مجبور و تنگ نہیں کرتا البتہ میری منصبی مصلحۃ اُس کو مقتضی ہے کہ اگر کوئی شخص درجہ مباح تک وسعت کرے تو اُس کو دل میں بُرا نہ سمجھوں گنہگار نہ کہوں شرعاً قابلِ ملامت

راقم اشرف علی از تھانہ بھون ۷- ربیع الثانی سنہ ۳۲ھ

سوال بعد آداب بصد نیاز گذارش ہے کہ کل بتاریخ ۲۶-اپریل وقت بارہ بجے دن کے دو لڑکے توام پیدا ہوئے ان میں سے ایک مرگیا دوسرا زندہ ہے اس موقع پر جو خیال میرے دل میں پیدا ہوگیا ہے اسکو عقیدتاً آپکے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں یہ امر مسلم ہے کہ جو عورتیں ہمیشہ دائی کا کام کرتی ہیں وہ اس علم سے بالکل ناواقف ہیں اسلئے میں نے یہ تجویز کیا تھا کہ اس علم کے جاننے والی عورت یعنی میم دایہ اس کام کیواسطے بلائی جاوے لیکن گھر میں اس کو پسند نہیں کیا میں اُن کے اصرار پر یہ خیال کیا کہ آخر اس سے پہلے بھی آٹھ بچے ہو چکے ہیں اور اُن میں سے کسی میں بھی میم نہ تھی تو اب بھی کیا ضرورت ہے کہ اُن کے خلاف کوشش کی جاوے میں بھی خاموش ہو رہا چنانچہ ایک معمولی دایہ اس کام پر تعینات کی گئی جب دردِ زہ شروع ہوا اُس کے اڑھائی یا تین گھنٹہ کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا دوسرے کے آثار معلوم ہوئے اور دوبارہ شدت درد کی ہوئی اس ناواقف نے پیٹ کو دبا کر بچہ جنانا چاہا کہیں بے جگہ ہاتھ پڑگیا بچہ سسکتا ہوا پیدا ہوا اُس نے اُسے اٹھا کر ڈالدیا وہ مرگیا اور ہم کو کسی کو خبر نہ کی اُس کے پانچ منٹ کے بعد خبر کی میں نے اپنے پاس باہر ڈاکٹر کو بٹھلا رکھا تھا اس نے بہت افسوس کیا اور کہا کہ فوراً مجھکو کیوں نہ خبر کی اب فوراً اس کو یہاں لاؤ چنانچہ لایا گیا اور اُس نے اُس پر عمل کیا تو اس میں حرکت پیدا ہوئی لیکن سانس نہ آیا یعنی زندہ نہ ہوا ڈاکٹر نے کہا کہ اگر میم دایہ یا واقف کار اس فن کی ہوتی تو بچہ کو فوراً گرمی دیجاتی وہ ہرگز نہ مرتا مجھ کو اپنی نادانی پر کہ کیوں میں نے عورتوں کا کہنا مان لیا سخت ندامت ہوئی اور یہ ندامت مجھ کو تمام عمر رہیگی کہ میری غفلت سے ایک جان تلف ہوگئی اب مجھ سے سب کہتے ہیں کہ مرضی خدا یونہی تھی لیکن میں ایسا نہیں کہتا بچہ نہایت تندرست جسیم

موٹا تازہ نو مہینے تک اللہ تعالے نے اپنی قدرۃ کاملہ سے رحم مادر میں پرورش فرمایا تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اُنکی مرضی یہ تھی کہ وہ زندہ نہ رہے اب کہ مسئلہ علم آلہی کو میں تسلیم کرتا ہوں کہ عورتوں کا اصرار میری غفلت اور اس سبب سے بچہ کا ضائع ہونا ضرور علم الہٰی میں تھا اور یہ غلط نہیں ہو سکتا تھا پس میں اس بچہ کا ضائع ہونا محض اپنی غفلت پر محمول کرتا ہوں اور یہ میرا عقیدہ اُسکے متعلق ہے اگر اس میں غلطی ہے تو برائے خدا اس کی اصلاح فرمادیجئے دوسرا بچہ بفضلہ اس وقت تک تندرست ہے۔ گھر میں سوائے معمولی تکلیف کے کچھ شکایت خاص نہیں ہے۔ فقط

الجواب۔ از اشرفعلی عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں اب تک تھانہ بھون نہیں جاسکا نہ معالجہ ابھی ختم ہوا اسی وجہ سے آنعزیز کا خط مجھکو دیر میں ملا جس سے خوشی اور رنج دونوں قلب میں مجتمع ہو گئے اللہ تعالے زندہ بچے کی عمر کریں اور اس کو صاحب نصیب وعلم فرمادیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے ماہر فن سے اگر غلطی بھی ہو جاوے تو تاسف کم ہوتا ہے۔ بخلاف غیر ماہر کے کہ حسرت زیادہ ہوتی ہے۔ جس خیال کو آنعزیز نے حل کرنا چاہا ہے اُس کے متعلق اختصار کے ساتھ لکھتا ہوں تین چیزیں الگ الگ ہیں۔ علم۔ ارادہ۔ مرضی۔ علم الہٰی کا تعلق سب سے وسیع تر ہے یعنی موجودات ومعدومات سب احاطہ علمی کے اندر داخل ہیں خواہ حسن ہو یا قبیح اور اس سے ذات پاک میں کوئی الزام نہیں آسکتا اور سب سے کم وسعت مرضی یعنی رضا اور خوشنودی کو ہے کہ صرف امور حسنہ سے متعلق ہے شر اور قبیح سے اُس کا کوئی تعلق نہیں جسکا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالے امور حسنہ سے راضی اور خوش ہیں اور امور قبیحہ سے راضی نہیں بلکہ ناخوش ہیں کیونکہ اگر ایسا نہو تو ذات پاک میں نعوذ باللہ دھبہ لگتا ہے کہ معاذ اللہ بری باتوں کو پسند فرماتے ہیں اور تعلق رضا کا

صرف ان امورِ حسنہ سے ہے جو باختیار عبد ہوں جیسے نماز و روزہ و طاعات و اخلاق حمیدہ و عقائد صحیحہ ان کو امور شرعیہ بھی کہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اسی مسئلہ کی تعلیم کے لئے تشریف لائے کہ اللہ تعالیٰ کن امور سے خوش ہیں اور کن امور سے ناخوش اب رہگیا ارادہ جس کی حقیقت یہ ہے ترجیح احد المقدورین یعنی دو چیزیں جو قدرت کے اعتبار سے یکساں تھیں ان میں سے ایک کو پیدا اور واقع کر دینا سو یہ باعتبار وسعت و عدم وسعت کے بین بین ہے یعنی اس میں نہ علم کی سی وسعت اور نہ رضا کی سی تنگی بلکہ وسعت میں علم سے کم ہے اور رضا سے زیادہ یعنی علم عام تھا موجودات و معدومات کو اور یہ خاص ہے موجودات کے ساتھ اور موجودات میں سے بھی وہ امر جو ممکن ہو کیونکہ جو ممکن نہ ہوگا اُس کے ساتھ قدرت کا تعلق نہ ہوگا اور جو ممکن ہو مگر موجود نہ ہو تو اُس کے ساتھ ترجیح کا تعلق نہ ہوگا اور ارادہ کی ماہیت تھی ترجیح احد المقدورین اس لئے اس میں امکان اور وجود دونوں کی ضرورت ہوئی تو یہ علم سے تو تنگ ہوا اور رضا سے اس کی وسعت اس لئے زیادہ ہے کہ رضا صرف امور حسنہ اختیاریہ عبد کے ساتھ متعلق تھی اور ارادہ امور اختیاریہ عبد و غیر اختیاریہ و امور حسنہ و امور قبیحہ سب کو شامل ہے کیونکہ اوپر جو ماہیت اس کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ ارادہ کیا چیز ہے دو چیزیں جو خدا کی قدرت میں برابر تھیں مثلاً زید کا زندہ رکھنا زید کا مارنا ان میں سے ایک کو اپنی قدرت سے واقع کر دیا یعنی یا حیات زید کو پیدا کر دیا یا موت زید کو پیدا کر دیا۔ سو چونکہ عقلاً و نقلاً ثابت ہے کہ خالق ہر شے کا اللہ تعالیٰ ہے اس لئے یہ ماننا پڑیگا کہ تمام امور اُن کے ارادہ سے پیدا ہوتی ہیں جیسا تفسیر مذکور ارادہ کی اس پر دلالت کر رہی ہے۔ پس خلاصہ یہ ٹھیرا کہ علم تو اللہ تعالیٰ کو سب چیزوں کا ہے خواہ موجود ہوں یا معدوم پھر جن چیزوں کے ایجاد و اعدام پر برابر قدرت

ہے اُن میں سے ایک کو خواہ ایجاد کو یا اعدام کو اپنے ارادہ سے ترجیح دیدیتے ہیں
اُسی کی سوافق وہ واقع ہوجاتا ہے خواہ اچھا ہو یا بُرا کیونکہ یہ اچھا بُرا ہمارے اعتبار
سے ہے اور چونکہ اُس میں بہت سی پوشیدہ مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں جن
تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی اس اعتبار سے بالکل بُری کوئی چیز نہیں پھر اُن
ممکنات میں سے جو امور باختیار عبد ہیں اور پھر اُن میں سے جو امور حسن ہیں اُن کے
ساتھ اپنی رضا کو متعلق فرمادیتے ہیں۔ پس یہی قصہ جو واقع ہوا یہ یقینی بات ہے
کہ علم خداوندی اس کے ساتھ متعلق تھا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اللہ تعالٰے کی قدرت
سے یہ امر واقع ہوا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اللہ تعالٰے ایسی اختیاری بے احتیاطی
کو پسند نہیں فرماتے پس یہ کہنا کہ مرضی الٰہی یوں ہی تھی اگر مرضی بمعنے ارادہ ہے
جیسا کہ کم علموں کا محاورہ ہے تو گو یہ لفظ بے موقع ہے مگر مراد صحیح ہے کیونکہ بدون
ارادہ خداوندی کوئی چیز عالم میں واقع نہیں ہوسکتی ورنہ اُس کے معنے یہ ٹھیرینگے
کہ اللہ تعالٰے کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جیسا اس کی تفسیر مذکور سے واضح
ہوچکا ہے۔ اور اگر مرضی بمعنے رضا و خوشنودی ہے تو سراسر غلط اور باطل
ہے۔ اُمید ہے کہ آنعزیز اس تقریر کو ذرا خوض سے پڑھیں گے اور بہتر ہو کہ دو
تین بار پڑھیں تو شبہ حل ہوجاویگا اور اپنے خیال اور تسلی دینے والوں کے
خیال کا اختلاف بخوبی فیصل ہوجاویگا۔ میں نے بفضلہ تعالٰے اس نازک مسئلہ
کو بہت سہولیت سے تحریر کردیا ہے۔ وذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء فقط ✦

سوال اب کچھ اپنی تباہی کا حال بیان کرتا ہوں امیدوار ہوں کہ سمع خراشی
کی بابت معاف فرمایا جاؤں جس کا یقین کامل ہے۔ حضرت اب تو نہایت ابتر حالت ہے
وظیفہ وغیرہ سب ترک ہے اگر بجبر تسبیح لیکر بیٹھتا ہوں جی گھبراتا ہے قید شمار تسبیح
سے جی اُلجھتا ہے تب خاموش بیٹھ جاتا ہوں اُس میں البتہ کبھی کچھ عرصہ تک

سلوک متعلق اشغال (۱۸)

نیند کہوں یا کیا کہوں خبر نہیں رہتی کہ کہاں ہوں اور کیا ہوں ہاں اتنا ضرور ہے کہ
شغل اشغال قطعاً بند ہیں کیونکہ دل اُلجھتا ہے لیکن اس کا نہ ہونا ہر دم سوہان روح
ہے اور ایک بات یہ بھی کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے کیونکہ خدا جانے میں
کچھ سمجھتا ہوں اور ہو کچھ اور وہ یہ ہے کہ زیادہ اوقات میں اور کبھی کبھی ہر کام میں
اور کبھی کبھی نہیں بھی دھیان اللہ کا دل میں رہتا ہے اگر کچھ تسکین اس وقت ہے
تو اس سے ہے کہ اگرچہ زبانی یا بقصد تسبیح کے ذکر نہیں کرتا ہوں خیر یہ بھی غنیمت
ہے کہ کبھی دھیان تو اپنے اللہ کا آجاتا ہے پیشتر جو سوز و گداز اور غلبہ رہتا تھا اس کا
پتہ بھی نہیں ہے اب فرمایئے کہ یہ کیا حالت واقع ہوئی اور کیا علاج کیا جاوے کل
صفحہ ۷۶ رسالہ تعلیم الدین پڑھ رہا تھا کہ ایک موقع جہاں پر حضور نے لغزشات سالک
تحریر فرمائی ہیں نظر سے گذرا جنسہ اپنی حالت کو اعراض - حجاب - تفاضل سلب مزید
سلب قدیم - تسلی میں مبتلا پایا لیکن الحمد للہ کہ عداوت نہیں پائی جاتی اب فرمایئے
کیا ہوا اور کیا کروں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سالک اگر عبادت میں کوتاہی
کرتا ہے تو راجع ہو جاتا ہے - اب یہ فرمایئے کہ میں کس ذیل میں ہوں للہ جلد
جواب دیجئے گا اور علاج فرمایئے گا کیونکہ تحریر مذکور الصدر کو دیکھکر میرا دل بیقرار
ہو گیا ہے اور بدحواسی سی پیدا ہو جاتی ہے جس کا کیا بیان کروں دل ہی جانتا ہے اگر
خدانخواستہ کوئی بات خلاف ظہور میں آوے تو اللہ کو علم ہے کہ میری کیا حالت ہو گی
اللہ صاف صاف جواب تحریر فرمائیگا ہرچہ بادا باد اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرماویں
اور حضور کو مع متعلقین خوش و خورم رکھیں آمین ثم آمین پیشتر اس قدر تسبیح پڑھتا
تھا کہ تیس تیس ہزار تسبیح علاوہ نماز و نوافل کے روزمرہ ہو جاتی تھیں اور ایک
ذوق ہوتا تھا اب قسمت میری یہ حالت واقع ہوئی بہر حال اللہ کا شکر ہے پیشتر جوش
و خروش ابتدا میں تھا اب ایک معمولی حالت ہو گئی ہے کوئی نئی بات نہیں معلوم

ہوتی بلکہ پیشتر سے اپنے میں بدرجہا کمی معلوم ہوتی ہے میرے خیال میں پیشتر سے بعوض ترقی کے کمی معلوم ہوتی ہے اب آپ تحریر فرمایئے کہ کیا ہے خدانخواستہ جو عبارت تعلیم الدین میں تحریر ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کیفیت تو نہیں ہے مختصراً یہ عرض ہے کہ اب ذکر وغیرہ کچھ نہیں بن پڑتا ہے۔ البتہ میرے خیال میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فکر کچھ ضرور ہے کیونکہ دل میں اللہ کی یاد کبھی کبھی ضرور رہتی ہے یہ کمی اشغال و معمولات نہ معلوم کیوں ہوگئی براہ کرم مطلع فرمایا جاؤں بعض دفعہ اپنی تصویر مجسم اپنے روبرو بیٹھے ہوئے نظر آتی ہے ہرچند آنکھ بند رہتی ہے کبھی کبھی آنکھ بند کر لینے سے جو چیز روشن ہو یا مثل رنگ آسمان کے ہو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینے سے بھی نظر آتی ہے مثلاً ایک تجربہ یہ کہ ایک روز اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا سامنے دروازہ کے ایک چھجہ تھا اور اس پر کچھ لکھا ہوا مطلع اندر مکان سے نظر پڑتا تھا آنکھ بند کر کے جو دیکھا تو وہی نقشہ نظر آیا پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھکر دیکھا بجنسہ نظر آیا۔ فقط ۔

الجواب ۔ مشفقم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا حال اچھا خاصا ہے۔ عبادت کے مختلف طریقے ہیں فکر بھی عبادت ہے ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے اپنے کو ذلیل وخوار قاصر و ناقص سمجھنا بھی عبادت ہے غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے ہاں مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسری غفلت سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے رہا غلبہ اور شوق یہ حالات عارضیہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم و دائم رہ سکتی ہے جن حجابات کا آپکو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہئے اور اپنے کام میں سہولیت اور راحت سے لگے رہئے پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے صحت کی خبر نہیں سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں

اس[1] میں جو تحریر فرمایا ہے وہ تصرف قوۃ متخیلہ کا ہے اکثر حس مشترک میں الوان وانوار مرئی کے رہ جاتے ہیں جو آنکھ بند کرنے سے بھی نظر آتے ہیں یہ نہ محمود ہے نہ مذموم تردد نہ فرماویں۔ فقط ✤ الراقم اشرفعلی عفی عنہ

سوال (۱۹) شبہ متعلق آیۃ فاکلا منہا و اتوا بہ ثمرہ

سوال الحمد للہ والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی خیر البریہ وآلہ واصحابہ وسلم اما بعد فانی احقر عباد اللہ تعالیٰ امین الحق البکر مفوری الجہانگیرنگری البنقالی مولداً والاسحاقی الجمالی تلمذاً والحنفی مذہباً اقول واعرض عندی خدامکم انہ قد خطر خطرۃ ببالی ووقع خدشۃ ما اعلم حل عقدتہا ولیس عندی کتاب احقق فیہ ذالک فرجعت الیکم الجواب وھو ان الجنۃ ابدیۃ واثمارھا ایضاً کذالک فکیف اکلہا آدم علیہ السلام فی الجنۃ وما صار ابدیاً وکیف نزلت مع حنطۃ الجنۃ وصارت غیر ابدیۃ وما معنے الاکل والذوق فی قولہ تعالیٰ اکلا وذوقا فان کان معناہ از دہان در شکم فرو بردن فلا یخلوان یکون منہضماً اولا والاول یستلزم منہ ان یکون الابدی فانیا وھو خلاف ما قالوا من ان الجنۃ ابدیۃ اگر ایں خدشہ را مطابق قواعد اہل السنۃ والجماعۃ بالتفصیل ارقام نمودہ دلم را جمع نمایند ہر آئینہ عند اللہ ماجور باشند کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

الجواب قال اللہ تعالیٰ اکلہا دائم وظلہا وقال تعالیٰ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابہا دلت الآیۃ الاولیٰ علی دوامہا وبقائہا ودلت الثانیۃ علی طعمہا وفنائہا فوجہ الجمع ان المراد بکونہا دائمۃ ابدیتہا بالنوع لا بالشخص کما یشیر الیہ قولہ تعالیٰ واتوا بہ متشابہا فبہذا تطابقت الآیات وتوافقت الروایات وزاحت المشبہات وزالت الاشکالات ✤ وھذا ظاہر جداً لمن مارس الفنون الشرعیۃ ✤ ودارس لعلوم السمعیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ

[1] یہ جواب ہے اس عبارت کا جس میں سائل نے لکھا تھا کہ لون آسمان وغیرہ کا آنکھ بند کرنے سے نظر آتا ہے

مسئلہ (۴۰) تفسیر متعلق سورہ لیلۃ القدر

سوال تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گذرا کہ ایک اہلِ تشیع نے مجھ سے دو سوال پیش کئے تھے ایک تو یہ کہ انسان کو اشرف المخلوق کیوں کہتے ہیں۔ دوم یہ کہ قرآن جمیع اولاد آدم کی ہدایۃ کے لئے اترا ہے اور اولاد آدم اکناف عالم میں ایسے مختلف جزائر میں بھی آباد ہے کہ اُس جگہ اِس وقت دن ہے اور دوسرے مقام پر رات تو سورۃ لیلۃ القدر میں جو فضیلت شب منصوص ہے اس کا مصداق وہ مقام نہ ہونگے جہاں اُس وقت دن ہوگا ایسا اختلاف نزول ملائکہ میں کیوں واقع ہوگا حالانکہ کلام الٰہی جملہ بنی نوع انسان کے لئے حالات پر منطبق ہونا چاہئے وہ شخص جواب عقلی مانگتا ہے نہ نقلی پہلے جواب میں تو میں نے اس کی تسکین کردی مگر اس کے جواب کی ضرورت ہے۔ فقط ؛

الجواب سوال دوم کا جواب بہت ظاہر ہے جس زمانہ و وقت کے ساتھ جو حکم یا فضیلت متعلق ہے ہر جگہ جب وہ وقت و زمانہ آویگا اُسی وقت وحکم یا فضیلت بھی واقع ہوگی پس جس طرح نمازوں کا حکم ہر جگہ طلوع و غروب کے ساتھ ہے اسی طرح یہاں کے حساب سے جو لیلۃ القدر ہوگی اُس وقت وہ برکات خاصہ یہاں نازل ہونگے اور جس وقت دوسری جگہ کے حساب سے وہاں لیلۃ القدر ہوگی ویسے ہی برکات اور رحمت وہاں اُس وقت متوجہ ہوں گے وہذا ظاہر جداً۔ فقط ۔ اشرف علی عفی عنہ

مسئلہ (۴۱) انا الحق کا مطلب مع دیگر ال

سوال حضرتِ اقدس مولانا صاحب۔ بعد سلام مسنون آنکہ نامہ نامی رسید قبول بیعت منکوحہ بندہ معلوم گردید خرسندگی لانہایت حاصل گردید وظیفہ مرقومہ را حسب فرمان جناب تعلیم یافت و بالفعل آں خادمہ جناب امیدوار است از ذکر اذکار نیز ارشاد فرمایند زیادہ از طرف او سلام و اُمید دعا است ثانیاً اینکہ درینجا چند مردمان لفظ انا الحق مے گویند و بعض مولویاں ایں دیار اوشاں را کافر گویند لہذا امیدوارم معنے انا الحق چیست و نزد صوفیہ کرام جائز است یا نہ تحریر

فرمایند۔ راقم عبدالرحمن از کانی ڈاکخانہ منگڈ ملک برما۔

الجواب۔ عزیز من۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ زناں را اوراد و وظائف
بس است اذکار کہ بطور اشغال مے باشند مناسب حال اوشاں نیست ہاں اگر
نزدیک معلم باشند لاباس بہ است اگر زیادہ اصرار و رغبت یابند اسم ذات اللہ اللہ
شش ہزار بار بخلوت نشستہ خواندن امر فرمایند و ہر تغیرے کہ در حالت پیش آید
بزودے ہر چہ تمامتر اطلاع دادہ باشند اوشاں را از من سلام و دعا رسانند۔ انا الحق
اگر بلا تاویل و بلا غلبہ حال گفتہ شود بے شک موجب کفر است شکے نیست و اگر
بتاویل گویند کہ انا الثابت الموجود لا الموھوم کما یقول بہ السوفسطائیۃ یا انا مظہر
للحق کما یکون المصنوع مظہر الصانع کفر نباشد مگر چونکہ موہم کفر است لہذا معصیت
و بدعۃ سیئہ خواہد بود توبہ و کف ازیں کلمات واجب خواہد بود و اگر در غلبہ حال کہ
عادم اختیار و قصد باشد گوید نہ عاصی خواہد بود نہ کافر و انی مثل ہذا اظہار از حال
جہال ایں زماں کہ خرقہ تصوف در برکشیدہ اند ہمین است کہ ازیں کلمات متاع
ایمان برباد مے دہند ہداہم اللہ تعالیٰ و ہر چہ در شرع ناروا است نزد صوفیہ ہم
خطا است صوفیہ کرام از جادہ شرع بیروں نمے روند و ہر کہ بیروں افتاد تصوف
از دست داد ہمہ آنچہ گفتہ شد ظاہر و باہر است کالشمس فی نصف النہار واللہ اعلم

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ تھانوی

مسئلہ (۱۱) اخذ اجرت بر عبادات

سوال مذہب قدماء میں عبادات پر اجرت لینا دینا حرام ہے۔ ان حضرات کی
دلیل کیا ہے متاخرین نے کن کن عبادات پر اجرت جائز فرمائی ہے اور مصلحۃ مجوزہ
کیا تھی اور وہ مصلحۃ مجوزہ شاملہ ہے یا غیر شاملہ اگر شاملہ ہے تو اختصاص بعض دون بعض
کیوں اور اگر غیر شاملہ ہے تو وہ کونسی ہے یہاں زیارۃ قبور و صلوۃ جنازہ و تہلیل خوانی
و قرآن خوانی بر قبور فاتحہ ذبح فتوی نویسی فرائض نویسی دستخط بر فتوے فرائض

شہادت وعقد وغیرہا عبادات پر اجرت لیتے ہیں اور اجرت لینا دینا مشہور ہے اس طرح پر اگر کسی جانب سے اجرت کا ذکر بھی نہ ہو تاہم اجرت دیتے ہیں۔ اگر نہ دیں تو خفا ہوتے ہیں کیسا ہے۔؟

الجواب اصل مذہب یہ ہے کہ کسی طاعت مقصودہ پر اجرت لینا جائز نہیں مگر جن طاعت میں دوام یا پابندی کی ضرورت ہے۔ اور وہ شعار دین میں سے ہے کہ اُن کے بند ہونے سے اخلال دین لازم آویگا اور ویسے کسی کو مہلت نہیں ایسے امور کو اس کلیہ سے مستثنےٰ کر دیا ہے اور ظاہر ہے کہ زیادہ قبور و تہلیل خوانی قرآن خوانی برقبور فاتحہ کے متروک ہونے سے نظم دین میں کوئی خلل لازم نہیں آتا اس لئے یہ اس کلیہ سے مستثنےٰ نہیں ہو سکتا علےٰ ہذا القیاس گواہی نہ دینے سے دین میں بے رونقی نہیں ہوتی خود کاتم گنہگار ہوگا دستخط میں کوئی مشقت نہیں نہ شعارِ دین سے ہے ذبح وعقد و فرائض نویسی ہیں البتہ بایں وجہ کہ عبادت مقصودہ میں سے نہیں گنجائش معلوم ہوتی ہے منصف طالب کے لئے اتنا کافی ہے مگر علماء مجادلین کے لئے بار بار شنتر سے بھی سکوت و قبول کی امید نہیں اس لئے اس پر بس کیا گیا۔ فقط واللہ اعلم۔ اشرف علی عفی عنہ

سوال ایک شخص نے بذریعہ کسی اجنبیہ محرمہ کے رمضان میں جلق کرایا اب وہ شخص زانی کہلائیگا یا نہیں اور اس عورت کے اصول و فروع اس کے حق میں کیا ہے اور اُس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب۔ زنا کی تعریف میں ادخال الذکر قدر الحشفۃ داخل ہے کما فی الدر المختار اس لئے یہ زنا حقیقی تو نہیں ہے البتہ مقدمات زنا کو حدیث میں زنا فرمایا گیا ہے اس لئے حکماً زنا ہے یعنی گناہ میں مشابہ زنا کے ہے اور چونکہ مس بالشہوۃ ہے اس کے اصول و فروع سب حرام ہو جاتے ہیں اس لئے یہ حکم ثابت ہو جاویگا۔ البتہ اگر انزال

مسئلہ جلق کردن در رمضان بدست اجنبیہ محرمہ

ہو تو حرمت ثابت نہوگی۔ کما فی الدر المختار و اصل مسوسۃ لشہوۃ و اصل ماسۃ

وفرو عہن و فیہ ایضاً فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ و بہ یفتی اور روزہ

فاسد ہو جاویگا اور صرف قضا لازم آویگی فی الدر المختار اذا استمنی بکفہ الی قولہ کذا فقط

سوال کیا فرماتے ہیں علما ردین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کے ساتھ قعدہ اولی

میں ملا اور قبل اس کے کہ مسبوق تشہد ختم کرے امام اٹھ گیا تو مسبوق امام کی متابعت

کرے یا تشہد ختم کرکے اُٹھے؟

الجواب۔ اس صورت میں مسبوق تشہد ختم کرکے اٹھے بدون ختم کرنے تشہد کے

نہ اٹھے ہکذا فی الرد المختار عبارتہ ہذا قولہ لا یتابعہ الخ ای ولو خاف ان تفوتہ الرکعۃ

الثالثۃ مع الامام کما صرح بہ فی الظہیریۃ و شمل باطلاقہ مالو اقتدی بہ فی اثناء

التشہد الاول او الاخیر فحین قام امامہ او سلم و مقتضاہ انہ یتم التشہد

ثم یقوم۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ اشرف علی تھانوی۔

سوال قربانی کی کھالوں کا روپیہ آیا ہوا تنخواہ مدرسین میں دینا جائز ہے یا نہیں

اور طلبہ کو بطور انعام کے دینا جائز ہے یا نہیں ہندو ہوں یا مسلمان غنی ہوں یا فقیر فقط

الجواب فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ جب تک کھال فروخت نہو ہر شخص کو اس

کا دیدینا اور خود بھی اُس سے منتفع ہونا جایز ہے اور جب فروخت کردی تو اس کی قیمت

کا تصدق کرنا واجب ہے اور تصدق کی ماہیت میں تملیک ماخوذ ہے اور چونکہ

یہ صدقہ واجب ہے اس لیئے اُس کے مصارف مثل مصارف زکوۃ کے ہیں پس مدرسین

کی تنخواہ میں اس کا صرف کرنا جائز نہیں البتہ غریب مسلمان طالب علم جو زکوۃ کا مصرف

ہو سکے اُس کو بطور انعام یا امداد خوراک و پوشاک تملیکا دیدینا جائز ہے اور ہندو اور

غنی اُس کے مصارف نہیں۔ فقط۔ اشرف علی عفی عنہ۔

سوال ناصیہ کے بال لینا یعنی حجامت بنانا اور گردن مونڈانا اور سینہ کے

مسئلہ (۴۳) تشہد پڑھ مسبوق کو در قعدہ اولی ختم کرتے اٹھنا

مسئلہ (۴۴) حکم قربانی

بال کترانا یا مونڈانا علے ہذا ران و ہاتھ کے کیسا ہے۔

الجواب ناصیہ یعنی مقدم راس کے بال لینا باقی چھوڑنا قزع میں داخل ہے اور ممنوع گردن کے بال مونڈانا فقہاء نے مکروہ سمجھا ہے سینہ اور ران کا مونڈانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ اشرف علی عفی عنہ۔

سوال ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ ایک مرتبہ میری بستی میں وبا زور شور سے پھیلی تھی اس وقت میری نیت ہوئی کہ اگر خداوند کریم نے اس بلا سے میرا گھر محفوظ رکھا تو اس کی درگاہ میں ایک شتر نیاز دوں اس بلاء سے اللہ پاک نے بچالیا اب میں شتر کی تلاش میں ہوں لیکن اس طرف شتر عنقا صفت ہے اس لئے میں آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ آپ کیا فرماتے ہیں فقط۔ المرسل شیخ پیر علی از پورینہ۔

الجواب اس صورت میں اختیار ہے خواہ سات بکریاں ذبح کر کے مساکین کو خیرات کر دیجئے یا متوسط درجہ کے اونٹ کی قیمت مساکین کو تقسیم کر دیجئے۔ درمختار میں ہے ولو قال للہ علے ان اذبح جزوراً واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز اھ و فی نذر ان یتصدق بعشرۃ دراھم فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ اھ۔ کتبہ اشرف علی عفی عنہ از تھانہ بھون ۱۹ سلخ

(خط ہدایۃ نمط نزد عزیزیکہ شکایۃ عوام از بے طاقتی کرد)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا الطاف نامہ آیا مکرر لکھتا ہوں کہ جس کام کو آپ نے اختیار کر رکھا ہے یعنی امر بالمعروف دو حال سے خالی نہیں یا اس کا تحمل ہے یا نہیں اگر تحمل ہے تو پھر عوام کی شکایات بے معنی جتنا وقت اس حکایت شکایت میں صرف کیا جاتا ہے اپنے کام میں کیوں نہ صرف کیا جاوے اور اگر تحمل نہیں تو اس کو ترک کر دینا چاہئے کہ صرف مستحب کیلئے اس قدر صعوبت برداشت کرنا ضروری نہیں۔ ت

مسئلہ (۴۸) حلق شعر گردن و سینہ و ران و قفا و بعض سر آں

مسئلہ (۴۹) نذر تصدق شتر و عدم دستیابی آں

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد　　یک کار ازیں دو کار میباید کرد
یا تن برضائے دوست میباید داد　　یا قطع نظر زیار مے باید کرد

فقط۔ کتبہ اشرف علی از تھانہ بھون۔

مسئلہ (۷۸) وقت تکبیر اولیٰ

سوال تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک حاصل ہوتا ہے یعنی تکبیر اولےٰ میں شریک نہیں ہوا بلکہ فاتحہ یا ختم سورۃ قبل رکوع کے شریک ہوا تو ثواب تکبیر اولیٰ کا ملیگا یا نہیں۔؟

الجواب اس میں کئی قول ہیں ایک تو مقارنۃ تکبیر امام کے یعنی دونوں ساتھ کہیں دوسرے قبل فراغ ثنا امام کے تیسرے اگر مقتدی موجود تھا تو تین آیت پڑھنے سے پہلے اور اگر بعد میں آیا تو سات آیت پڑھنے سے پہلے چوتھے الحمد ختم کرنے سے پہلے پانچویں پہلی رکعت میں شریک ہو جانے سے وتظہر فائدۃ الخلاف فی وقت ادراک فضیلۃ تکبیرۃ الافتتاح فعندہ بالمقارنۃ وعندھما اذا کبر فی وقت الثناء وقیل بالشروع قبل قراءۃ ثلاث آیات لو کان المقتدی حاضرا وقیل سبع لو غائبا وقیل بادراک الرکعۃ الاولیٰ وھذا اوسع وھو الصحیح اھ وقیل بادراک الفاتحۃ وھو المختار خلاصہ ۱۲ شامی واللہ اعلم۔ اشرف علی عفی عنہ۔

مسئلہ (۷۹) تعیین منکوحہ

سوال وقت نکاح قاضی کو نام منکوحہ کا لیکر مجمع عام میں پکار کر ایجاب و قبول کرانا چاہئے یا کیا اور جو بدون نام لیئے زوجہ کے ایجاب وقبول کرادے سو نکاح درست ہوگا یا نہیں۔!

الجواب شرط جواز نکاح یہ ہے کہ منکوحہ زوج اور شاہدین کے نزدیک مجہول نہ رہے بلکہ اپنے غیر سے متمیز ہو جاوے خواہ کسی طرح سے امتیاز ہو پس اگر منکوحہ حاضر ہے تو اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے اور اگر غائب ہے تو اگر بدون تصریح نام کے بعض قیود سے اس کی تعیین ممکن ہے تو نام لینے کی حاجت نہیں اور اگر اوصاف

سے تمیز نہ ہو تو اُس کا نام لینا ضرور ہے بلکہ اگر اُس کے نام سے بھی تعیین نہ ہو تو باپ دادا کا بھی نام لینا ضرور ہے۔ حاصل یہ کہ رفع ایہام ہو جاوے فی الدر المختار ولا المنکوحۃ مجہولۃ وفی رد المختار قلت وظاہرہ انہا لو جرت المقدمات علی معینۃ وتمیزت عند الشہود ایضاً یصح العقد وہی واقعۃ الفتوی لان المقصود نفی الجہالۃ وذلک حاصل بتعینہا عند العاقدین والشہود وان لم یصرح باسمہا کما اذا کانت احدہما متزوجۃ ویؤید ماسیاتی من انہ لو کانت غائبۃ وزوجہا وکیلہا فان عرفہا الشہود وعلموا انہ ارادہا کفی ذکر اسمہا والا لابد من ذکر الاب والجد ایضاً الی آخر ما قال واطال واللہ اعلم

اشرفعلی عفی عنہ

سوال۔ زید بعد ایک سلام امام کے شریک ہوا تو باقی نماز کے واسطے کب کھڑا ہو کر شروع کرے اور بعد لفظ سلام کے شرکت جماعۃ کی جائز ہے یا نہیں؛

الجواب صورۃ مسئولہ میں شرکۃ امام کے ساتھ صحیح نہیں ہوئی پس تحریمہ از سر نو کہکر اپنی نماز تنہا پوری کرے تحریمہ اولے باطل ہو گیا کیونکہ اقتدار موضع انفراد میں مفسد نماز ہے اور یہ موضع انفراد کا تھا کما فی الدر المختار فی واجبات الصلوۃ وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ واللہ اعلم۔

اشرفعلی عفی عنہ۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جب دُلہن اپنے گھر لادے تو بوقت صحبت وخلوۃ صحیحہ کون کون امر زوج پر سنت ہیں اور کون کون دعا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور کوئی نماز بھی پڑھنا چاہئے اور کیا کیا برکۃ ورحمۃ نازل ہوتی ہے ایسے عامل سنت پر

الجواب سنت یہ ہے کہ اول اُس کے موئے پیشانی پکڑ کر اللہ تعالے سے برکت

حکم اقتدار بعد سلام

(۵) سنن و ادعیہ وقت زفاف

کی دعار کرے اور بسم اللہ کہکر یہ دعا پڑھے اللھم انی اسالك خیرھا وخیر ما
جبلت علیہ واعوذبك من شرھا وشر ما جبلت علیہ اور جس وقت ارادہ صحبت
کا کرے یہ کہے بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطن وجنب الشیطان ما رزقتنا
پہلی دعار کی برکت یہ ہے کہ زوجہ ہمیشہ تابع رہیگی دوسری دعار کی یہ برکت ہے
کہ اگر اولاد ہوگی صالح ہوگی اور ضرر شیطان سے محفوظ رہے گی۔ زاد المعاد۔ اور
نماز پڑھنا کسی حدیث میں تو دیکھا نہیں مگر بعض علمار سے سنا ہے کہ اولی ہے۔ کہ
اول دو رکعتہ شکریہ پڑھکر اللہ تعالے کا شکر کرے کہ تونے مجکو حرام سے بچایا اور حلال
عنایت فرمایا پھر بعد اُس کے ادعیہ مذکورہ پڑھے۔ واللہ اعلم۔

سوال ایک شخص اپنا مال نقد ایک روپے کو فروخت کرتا ہے اور ادھار
سترہ آنے کو بیچتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وقت بیع کے ثمن کی تعیین نہیں
کی بلکہ مشتری سے تردید کے ساتھ کہا کہ اس کی قیمت اگر اسی وقت دوگے تو ایک
روپیہ لوں گا ورنہ سترہ آنے لونگا یہ تو بوجہ جہالت ثمن کے جائز نہیں۔ دوسری
شکل یہ ہے کہ اول مشتری سے طے کر لیا ہو کہ نقد لینے ہو یا ادھار اگر اس نے
نقد لینے کو کہا تب تو ایک روپیہ قیمت ٹھیرائی اگر ادھار لینے کو کہا تو سترہ آنے
ٹھیرائے یہ جائز ہے۔ فی العالمگیریہ رجل باع علی انہ بالنقد بکذا وبالنسیۃ بکذا
اوالی شھر بکذا اوالی شھرین بکذا الم یجز کذا فی الخلاصۃ انتہی جلد ثالث ص۱۵۴
مطبوعہ نولکشوری۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال چہ میفرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں مسبوق نے امام کے ساتھ بھول کر
سلام دونوں طرف پھیر دیا اور اپنے یا دوسرے کے کہنے سے اسی وقت یا کچھ توقف
کرکے کھڑا ہو گیا۔ ان چاروں صورتوں میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۳) فرق درمیان ثمن نقد و نسیہ

مسئلہ (۲۴) متعلق مسبوق سہو

الجواب اگر امام سے پہلے یا اُس کے ساتھ سہواً سلام پھیرا تو سجدہ سہو لازم نہیں جمیع صورۃ مندرجہ سوال میں کیونکہ یہ ہنوز موتم ہے اور موتم سے سجدہ لازم نہیں اور اگر بعد سلام امام کے پھیرا تو سجدہ سہو لازم ہے علےٰ عموم الصور المذکورۃ ولا سجود علیہ ان سلم سہوا قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفردا حینئذ بحر ۱۲ شامی فی تحت سجود المسبوق سہوا ج ا ص ۹۹۴۔ اور اس مسبوق کو قبل کلام وتحویل عن القبلۃ بنا رجائز ہے ویسجد للسہو ولو مع سلامہ للقطع مالم یتحول عن القبلۃ او یتکلم در مختار با شامی ج ا ص ۵۰۵۔ اور دوسرے کے کہنے سے کھڑے ہونیمیں احتیاط یہ ہے کہ اُس کے کہنے کے ذرا بعد کھڑا ہو تاکہ قیام اپنی رائے سے ہو اس کا امتثال نہ ہو کیونکہ نمازی کو غیر نمازی کے امتثال کا مفید غیر مفسد ہونا مختلف فیہ ہے اگرچہ اصح عدم فساد ہے حتی لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم او دخل فرجۃ الصف احد فی سعۃ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاہدی ومر دیاتی فیہ در مختار ۱۲ قولہ ومر فی باب الامامۃ عند قولہ ولیصف الرجال وقدمنا عن الشرنبلالی عدم الفساد وتقدم تمام الکلام هناک ۱۲۔ شامی ج ا ص ۸۱۴ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۲) طریق ادائے رکعات مسبوق فوت شدہ

سوال جو شخص فرض ظہر یا عصر کی چوتھی رکعت میں شریک ہوا وہ تین رکعت باقی کس طور سے ادا کرے کس رکعت کے بعد جلسہ کرے اور کن رکعتوں میں ختم سورۃ کرے کے رکعۃ بدون سورۃ کے پڑھے اور جو شخص تیسری رکعت میں شریک ہوا وہ دو رکعت باقی کس طور سے ادا کرے جو مغرب کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ اپنی دو رکعت باقی کس طور سے ادا کرے جلسہ اور ختم سورۃ کن رکعت میں کرے فقط

الجواب جسکی ایک دو رکعۃ امام کے ساتھ فوت ہوگئی ہو اس کو مسبوق کہتے ہیں اُس کی باقی نماز حق قرأت میں اول ہوتی ہے اور حق تشہد میں آخر ویقضی اول صلوۃ

فی حق قرأۃ و آخرہا فی حق تشہد درمختار پس جو شخص ظہر یا عصر میں چوتھی رکعۃ میں شریک ہوا بعد فراغ امام کے کھڑا ہو کر ثنا و تعوذ پڑھکر فاتحہ و سورۃ پڑھے اور یہ رکعت پوری کر کے قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعت بھی فاتحہ و سورۃ سے پڑھکر پچھلی رکعت فقط فاتحہ سے پڑھکر نماز تمام کرے اور جو تیسری میں شریک ہوا وہ دونوں رکعتیں فاتحہ و سورۃ سے پڑھے اور اُن دونوں کے بیچ میں جلسہ نہ کرے دونوں کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے فارغ ہو۔ جو مغرب کی تیسری میں شریک ہوا وہ دونوں میں فاتحہ و سورۃ پڑھے اور ہر رکعۃ پر بیٹھے۔ فقط۔ واللہ اعلم۔ اشرف علی عفی عنہ۔

مسئلہ (۳۴) بوسہ دادن قطعہ غلاف بیت اللہ

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ہذا میں کہ شہر موریس کی جامع مسجد میں قبلہ رخ کی دیوار کے ساتھ محراب کے متصل بیت اللہ کے غلاف کا ٹکڑا دو گز لمبا اور سوا گز چوڑا لٹکایا ہوا ہے اور وہاں کے باشندے میمن وغیرہ سب سوداگر لوگ خاص و عام بعد فراغ ہر نماز پنجگانہ کے اُس ٹکڑہ کو بوسہ دیتے ہیں اور بعد نماز جمعہ کے تو بوجہ کثرت نمازیوں کے بوسہ دینے میں بہت ہی ہجوم کرتے ہیں۔ کوئی چار بوسہ دیتا ہے کوئی زیادہ کوئی کم جیسا کہ کسی کا موقع لگا دیا ہی اُس نے کیا اور کوئی کثرت اور ہجوم کی وجہ سے محروم بھی رہجاتا ہے اور اس امر میں اس کو بہت معظم سمجھ کر کمال کوشش کرتے ہیں کسی قدر جاننے والے لوگ تو تعظیم کا بوسہ دیتے ہیں اور عوام کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیا سمجھ کر بوسہ دیتے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس میں بہت مبالغہ کرتے ہیں آیا یہ امر شرعاً موجب ثواب ہے یا کسی امر خارجی کی وجہ سے مستوجب عذاب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب غلاف کعبہ زادہا اللہ تنویرا کے تبرک ہونے اور اس کی تقبیل تبرک کے جواز میں تو کوئی کلام نہیں۔ اگر بوسہ دینے میں صرف اسی قدر اعتقاد ہو اور کسی کو ایذا بھی نہو تو کچھ مضائقہ نہیں موجب ثواب و برکت ہے اور غلو کرنا علماً یا عملاً

مذموم اور مستوجب عذاب ہے مثلاً اس کی تقبیل کو فرض و واجب کے برابر سمجھنا۔
یا مسلمانوں کو اژدحام سے ایذا دینا اس غلو اعتقاد کے دفع کے لئے حضرت عمرؓ
نے حجر اسود کو خطاب کرکے فرمایا تھا اعلم انک حجر لا تنفع و لا تضر الحدیث
اور اس غلو عملی کے رفع کے لئے آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا تھا
جس کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے وہذہ عبارتہا و استلمہ ان استطاع من غیر
ان یوذی مسلما لما روی ان النبی صلعم قبل الحجر و وضع شفتیہ علیہ و قال
لعمرؓ انک رجل اید تو ذی الضعیف فلا تزاحم الناس علی الحجر و لکن ان
وجدت فرجۃ فاستلمہ و الا فاستقبلہ و ہلل او کبر و لان الاستلام سنۃ و التحرز
عن اذی المسلم واجب ھ جب حجر اسود کی تقبیل میں یہ غلو منع ہے جو جزو کعبہ
ہے سو غلاف کعبہ کے تقبیل میں بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا کہ محض ایک منفصل شے
ہے اگرچہ اقتران سے متبرک ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ (۴۷) دعا بعد خطبۂ عید

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار میں یہ معمول ہے کہ بعد
خطبہ عید کے منبر سے اُتر کر مصلے پر بیٹھ کر بعوض بعد صلوۃ عید دعاء مانگتے ہیں یہ فعل
شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا؟

الجواب کہیں ثابت نہیں اگرچہ دعاء ہر وقت جائز ہے مگر یہ تخصیص بلا دلیل
شرعی ہے البتہ بعد نماز کے آثار کثیرہ میں مشروع ہے اور دُبر الصلوۃ اوقات
اجابت دعاء بھی ہے۔ بہرحال بعد نماز دعاء نکرنا اور بجائے اُس کے بعد خطبہ مقرر
کرنا تغیر سنت ہے اور قابل احتراز وہذا کلہ ظاہر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۴۸) اشعار اردو و فارسی در خطبۂ جمعہ

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل مفصلہ ذیل میں کہ خطبہ جمعہ مشتمل بر اشعار
اردو و فارسی وغیرہ کے پڑھنا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں اور اگر ہے تو بلا کراہت جائز
ہے یا باکراہت اور درصورت جواز کے کہ بلا کراہت ہو اولیٰ کیا ہے اور کس طرح

خطبہ کی عادت کرنی چاہیے یعنی اُردو وغیرہ کے اشعار والا خطبہ پڑھا کرے یا فقط عربی کے الفاظ اور عبارات پر اختصار لازم ہے کہ علے وجہ المسنون ادا ہووے اور طریقہ سلف صالحین اور عمل علمار عاملین کیا ہے۔

دوم یہ کہ قیام مروجہ مولد شریف کا منکر یا تارک کیسا ہے آیا کافر ہے یا خارج از سنت وجماعت۔ اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں اور نیز زید کہ بوجہ اختلاف علمار کے کہ رحمت ہے درصورت شرکت مجلس مولد شریف اور قیام قاری کے اتباعاً للقائمین بلا اکراہ غیر طوعاً قیام کرتا ہے اور درصورت خود قاری ہونے کے قیام نہیں کرتا ہے اور سائلین مسئلہ قیام سے بلا تامل یوں کہدیتا ہے کہ مسئلہ معلوم میں اختلاف علمار ہے لیکن میرے نزدیک مانعین کو ترجیح ہے اور قائمین کو بھی علمار ذوالکرام امت خیر الانام جانتا ہوں اُن کو کسیطرح متہم نہیں کرتا ہوں آخر ہمیشہ سے علمار میں اختلاف ہے اور اسی بنا پر اتباعاً للقاری قیام کرتا ہوں اور اگر میرے نزدیک قیام بالکل بے اصل ہوتا تو ایسی مجالس میں مجکو شرکت کی کون ضرورت تھی جس کا خلاصہ عقیدہ تساوی جانبین معلوم ہوتا ہے تو پھر ایسی صورت میں زید کو منکر قیام قرار دیکر کافر یا خارج از سنت وجماعت کہکر زید کی امامت کو منع کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یا زید مسلمان ہی رہیگا اور اس کی امامت بلا تامل مثل دیگر مسلمانان قرار دیجاوے گی پھر اگر عمرو کہ مولوی بشیر الدین صاحب قنوجی کے کہ عمل بالحدیث میں مشہور ہیں اور قصص اُن کے معلوم ہیں ہم عقاید لوگوں اور مولوی صاحب کے ہوا خواہوں اور تو ابعین سے بلا تکلف ملاقات کرتا ہے اور سلام علیک بھی مثل دیگر اشخاص کے کرتا ہے اور ان کی موت وحیات ودیگر رسوم دنیوی وغیرہ میں شریک بلا تامل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں فساق ظاہر الفسق کی تعظیم تکریم دنیوی اور پیام وسلام میں ملوث ہے لیکن بوجہ نفسانیت کے حقیقت میں اور بوجہ مذکورہ

بالا ظاہر ہیں زید کو کافر اور خارج از سنت وجماعت کہکر سلام علیک کرنا منع اور اس کی امامت کو ناجائز کہتا ہے اور تمام مسلمانوں کو اس ابلہ فریبی سے گمراہ کرتا ہے اور ہر ایک مسلمان کو ان کے عقیدوں میں گمراہ اور کافر ٹھیراکر موجب شر وفساد گوناگوں ہوتا ہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور یہ مفتی ماجن ہے یا نہیں اور بحکم حدیث صحیح کے وہ قول اُس کا بہ نسبت زید کے مثل فوارہ ہوتا ہے یا نہیں اور کفر کہا ہوا اس کا اسی پر آتا ہے یا نہیں درصورت عود کفر کے یا برتاؤ نفاق اس کی امامت یعنی عمرو کی جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کا شرع میں کیا حکم ہے وجدالله بینوا من الله توجروا

الجواب ۔ والله سبحانه الموفق للصواب ۔ اشعار فارسی وغیرہ خطبہ میں پڑھنا جائز ہیں اس واسطے کہ جب خطبہ بقدر تشہد مسنون کی زبان عربی میں پڑھا اور کچھ اشعار فارسی یا اردو وغیرہ میں تو خطبہ بقدر مسنون زبان عربی میں ادا ہوگیا اور اشعار فارسی وغیرہ واسطے تفہیم عوام کے اور پند ونصیحت کے کچھ منافی خطبہ کے نہیں ہیں پس جواز اشعار فارسی وغیرہ میں کچھ تامل نہیں اور اگر بالفرض خطبہ بالکل کسی زبان میں سوائے عربی کے پڑھا جب بھی عندالامام ابی حنیفہؒ جائز ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ قال فی الدر مختار وکفت تحمیدة او تهلیلة او تسبیحة للخطبة المفروضة مع الکراهة وقالا لا بد من ذکر طویل واقله قدر التشهد الواجب انتهی ۔ وقال ایضا وصح شروعه بتسبیح وتهلیل وسائر کلم التعظیم کما صح لو شرع بغیر عربية ای لسان کان وشرط عجزه وعلی هذا الخلاف الخطبة وجمیع اذکار الصلوٰة انتهی وقال فی رد المختار وشرط عجزه عن التکبیر بالعربية والمعتمد قوله بل سیاتی ما یفید الاتفاق علی ان العجز غیر شرط ۔ انتهی اور ان اشعار فارسی وغیرہ پڑھنے میں کراہت نہیں لیکن سلف صالحین اور علماء متقدمین سے منقول خطبہ بتمامہ زبان عربی میں ہے اور یہی اولیٰ ہے بسبب موافقت سنت کے اور اسی کی عادت کرنا چاہئے اور قیام

جواب مسئلہ مذکورہ از مولوی ارشاد حسین صاحب

تعظیمی ذکر مولد شریف کا منکر نہ کافر ہے اور نہ خارج ہے فرقہ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت ہے پس اقتدا سے اس کے منع کرنا بہت بُرا ہے نماز پیچھے اُس کے جائز ہے اور کافر کہنے والا اُس کا بھی کافر نہیں مرتکب ہے امر قبیح کا نماز پیچھے اُس کے جائز ہے اور بلا شبہ ایسا شخص کہ بلا وجہ کسی مسلمان پر حکم کفر کا کرتا ہے داخل ہے حکم مفتی ماجن میں منع کرنا اور باز رکھنا اس کا ایسے امر سے مسلمانوں پر لازم ہے فقط۔ واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم۔ العبد۔ محمد ارشاد حسین

اقول مستعینا باللہ سبحانہ وتعالےٰ دونوں جواب صحیح ہیں واقعی خطبہ میں اشعار وغیرہ پڑھنا غیر مستحسن ہے اور مکروہ کے دو معنے ہیں ایک بوجہ دلیل مستقل کے دوسرے بوجہ مخالفت سنۃ کے پس اگر اشعار مذکورہ تغنی کے ساتھ پڑھے جاویں تو مکروہ بالمعنی الاول ہے ورنہ بالمعنی الثانی بویدہ ما فی احکام النفائس وسئلت ایضا عما اعتادہ الکثر خطباء زماننا من قرءۃ الخطبہ بالعربیۃ وتضمین بعض الاشعار الفارسیۃ او الھندیۃ ہل یجوزہ ذلک فاجبت بان قرءۃ الاشعار فیہا ان کان بالغناء الممنوع عنہ فی الشریعۃ فلا ریب فی کراہتہا وان کان بالعربیۃ لما فی نصاب الاحتساب ہل یجوز للمذکر ان یقرء علے المنبر دو بیتی کما اعتادہ مذکروا زماننا فالجواب انہ ورد فی الحدیث من اشراط الساعۃ ان توضع الاخیار وترفع الاشرار وان تقرء المثناۃ علی روس الناس والمثناۃ ھی التی تسمی بالفارسیۃ دوبیتی من صحاح الجوھری والفقہ فی منعہ انہ غناء وانہ حرام فی غیر المنبر فما ظنک فی موضع یعد للوعظ والنصیحۃ قال العبد اصلحہ اللہ وقد ظفرت علی ھذا الحدیث بعد ما کنت اجلس للعامۃ فی المنابر بتوفیق اللہ اکثر من ثلاثین سنۃ فحمدت اللہ علی انی وان کنت لم اعلم بحرمۃ ھذا الفعل ولکنی لم اذکر مثناۃ یعنی دوبیتی قط فی منبر ما جلست فیہ انتہی کلامہ وان لم یکن بالغناء فالکراہۃ بکونہ

جواب دوم از حضرت مولانا [illegible] بر جواب مولوی ارشاد حسین

مخالفاللسنۃ واخلا فی اصناف البدعۃ وکذا قرأۃ بعض الخطبۃ بالعربیۃ و بعضہا بالفارسیۃ لا تخلوعن الکراھۃ للتقریرات السابقۃ فلیحفظ ھذا کلہ فان الناس عنہ غافلون یرتکبون امرا شنیعا ویحسبون انہم یحسنون۔

اور اہل سنت وجماعت سے خروج بسبب بدعت کے ہوتا ہے اور بدعت کے معنے در مختار میں یہ لکھے ہیں۔ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اھ اور صاحب رد المختار نے اس تعریف کو ابن حجر کی طرف نسبت کیا ہے اور شمنی سے دوسری تعریف کہ صدق میں اسی کے مساوی ہے نقل کی ہے۔ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلعم من علم او عمل او حال بنوع شبہۃ واستحسان وجعل دینا قویا وصراطاً مستقیما اھ اور قیام متعارف کا معروف ومتلقی عن الرسول ہونا کسی دلیل سے کہ جس کی مخالفت جائز نہو مشکل ہے صراحۃً تو کہیں ثبوت نہیں وہو ظاہر رہا قواعد کلیہ سے سو وہ متردد فیہ ہے فریق ثانی بھی کلیات سے استدلال کرتا ہے اور کسی طرح مثبت کو منکر پر ترجیح نہیں بلکہ مانع بظاہر موافق طرز سلف کا ہے ایسی حالت میں اگر فعل کا بدعۃ نہ ہونا بھی عرق ریزی سے ثابت ہو جاوے تو مغتنم ہے نہ کہ عدم فعل کا بدعۃ وخلاف سنت ہونا۔ ع

علی اننی راض بان احمل الھوی ۔۔۔ واخلص منہ لا علی ولا لیا

اگر ترجیح مثبت کی بھی مسلم ہو تب بھی استحسان غایۃ ما فی الباب ثابت ہوگا نہ سنیت و وجوب اور مستحب منصوص کا تارک قابل ملامت وخارج اہل سنت وجماعت سے نہیں ہوتا چہ جائیکہ مستحسن قیاسی اور قیاس بھی غیر مجتہدین کا فافہم بلکہ جب فعل مستحب کو عوام جہلا ضروری سمجھنے لگیں تو اس کا ترک اولی بلکہ ضروری ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں اس فعل کو فقہا مکروہ فرماتے ہیں فی الدر المختار۔ دسجدۃ الشکر مستحبۃ

بدعتی لکھنا تکبرہ بعد الصلوۃ لان الجملۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی
الیہ فمکروہ اھ فی الرد المختار قولہ فمکروہ الظاہر انہا تحریمیۃ لانہ یدخل فی الدین مالیس
منہ ط اھ بہرحال زید کسی طرح مبتدع وخارج اہلِ سنت وجماعت سے نہیں البتہ عمرو
اس تشدید وتکفیر وتبدیع وتجاوز عن حدود الشرع کی سبب سخت مبتدع ہے اُس کی امامت
مکروہ ہے فی الدر المختار ۔ یکرہ امامۃ مبتدع اھ اور مسلم سُنّی کو کافر یا بدعتی کہنا
معصیۃ اور اس پر اصرار فسق ہے اور فاسق کی امامت بھی مکروہ ہے فیہ ایضاً وفاسق
اھ ۔ پس عمرو کی امامت دو وجہ سے مکروہ ہے اور دو وجہ کراہت کے جمع ہونیسے
کراہت اشد ہو جاویگی کما لا یخفی اور زید کی امامت بلاشبہ بلا کراہت جائز ہے اور
تقریر بالا سے جب عمرو کی غلطی فاحش ثابت ہوئی اس کا ماجن ہونا بھی معلوم ہوگیا
ایسے مفتی کو فتوی دینے سے ممانعت کرنا حاکم پر واجب ہے فی الدر المختار ویمنع
مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ اھ قولہ کتعلیم الردۃ الخ وکالذی
یفتی عن جہل یا شرنبلالیہ عن الخانیۃ رد المختار ھذا ما عندی والعلم الحقیقی
عند اللہ تعالی فقط ۔ کتبہ اشرف علی عفی عنہ ۔ من اصاب فقد اجاد واصاب
فیما افادہ حررہ محمد عبد الغفار عفا عنہ رب العباد بجاہ الرسول والہ الامجاد
الجواب صحیح ۔ شبیر علی عفی عنہ قد اصاب من اجاب محمد صدیق دیوبندی

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں جس بھینس کا بچہ مرجاتا ہے اسکو
گدہی گوڑتے ہیں یعنی اگلے پاؤں باندھکر فرج میں مع اس کی دم کے ہاتھ ڈالتے
اور آہستہ آہستہ اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہیں بعدہ ہاتھ کو پاک کرکے اس
طریقہ سے جو دودھ حاصل کرتے ہیں اُس دودھ کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں
بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ چونکہ کوئی وجہ دودھ کی حرمت کی نہیں اس لئے دودھ کا کھانا

حلال و جائز ہے واللہ اعلم ۔ ما قولکم رحمکم ربکما اندریں مسائل کہ (۱) جمعہ کے خطبوں کے درمیان یا آخر بطور وعظ خطبہ کا ترجمہ کر دینا جائز ہے یا نہیں (۲) خام قبر ونکو خفیف چونے سے قلعی کر دینا کیسا ہے (۳) نماز میں دو سورتیں اسطور پر پڑھنا کہ درمیان میں ایک سورت چھوٹ جائے مثلاً اول میں سورہ فتح دوسری میں سورہ اخلاص پڑھنا کیسا ہے (۴) چند نادانوں نے لفظ ہاں سے اپنی بیبیوں کو طلاق دیا ہے انکی فلاح کی کوئی صورت شرعاً ہے یا نہیں (۵) تاش تعلیمی جو پارہائے کاغذ پر دو تختیاں الف بے کی لکھتے ہیں اور چند اشخاص آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں پھر ایک شخص ایک حروف رکھتا ہے دوسرے نے اگر کوئی لفظ بنالی تو اُس سے وہ پتہ لے لیا تیسرے نے ایک حروف اور ملاکر اگر لفظ بنالی تو وہ پتے اس کے ہوگئے یونہیں جبتک شرکا بناتے جائیں اور اگر کوئی نہ بنا سکا تو وہ سب پتے اول کے ہونگے یہ کھیلنا جائز ہے یا نہیں اور اگر ہار جیت نہ رکھی جائے اور سب پتے اکٹھا رکھے جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب سوال (۱) جائز ہے ھکذا الیستفاد من العالمگیریۃ۔ واللہ اعلم۔

جواب سوال (۲) اگر استحکام کیلئے ہو جائز ہے اور زینت کیلئے نہیں جائز ہے واللہ اعلم

جواب سوال (۳) اگر درمیان میں بڑی سورت چھوٹ جاوے جسمیں دو رکعت ہو سکیں جائز ہے چھوٹی ناجائز۔ جواب سوال (۴) ایک دو طلاق میں قبل عدت رجعت وبعد عدۃ تجدید نکاح ممکن ہے اور تین میں بجز حلالہ کے کوئی صورت نہیں۔

جواب سوال (۵) اگر ہار جیت نہو تو جائز ہے بلکہ مبتدیوں کے حق میں شاید مفید ہے

واللہ اعلم ۔ ۶ رمضان ۱۳۱۹ھ

تحقیق مسئلہ مستفسرہ کھجور

یہ معاملہ کہ نصف تاڑی ٹھیکہ دار لیوے اور نصف مالک کو دیدے خود معاملہ باطل ہے خواہ وہ تاڑی یا اُس کا گڑ حلال ہو یا حرام وجہ یہ کہ یہ معاملہ بیع ہے یا اجارہ۔

(حاشیہ: (۳) (۴) (۵) ... نہیں ... بھی جائز ... جیسا کہ ... بھی بنانا ... بولنا ... تاش ... وہ علامتیاں بھی موجود ہیں ... ھکذا قال ... الدوستانی ... العلام ... مد ظلہ)

اگر بیع ہو سو اول تو بیع مجہول ثانیاً موضع غرر میں مثل لبن فی الضرع ثالثاً دونوں بدل
ایک شخص کے ملک میں داخل ہونگے اور بیع کی ماہیت مقتضی اس کی ہے کہ ایک
بدل ملک بایع میں ہو دوسرا ملک مشتری میں۔ اور اس صورت میں بیع الشئی بملک
نفسہ لازم آتا ہے وہو باطل۔ اور اگر اجارہ ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے سو یہ داخل قفیز الطحان
ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس اجرت کے تحصیل عامل کے عمل پر موقوف ہو اسکا اجرت مقرر
کرنا بمقابلہ عمل اُس عامل کے حرام ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ تحصیل اجرت یعنی
نصف تاڑی کا موقوف اوپر استخراج اس شخص کے ہے اور یہ نصاً ممنوع ہے ثانیاً اجرت کا
معلوم ہونا واجب ہے اور یہاں مجہول المقدار ہے غرض یہ معاملہ کسی عقد صحیح میں داخل
نہیں اسلیئے باطل ہے۔ اب رہی تحقیق حلت وحرمت اُس کی اور اُسکے گڑ کی سو یہ
امر تو ظاہر ہے کہ قبل سکر وہ حلال ہے اور بعد سکر حرام ونجس اور انقلاب ماہیت و زوال
سکر سبب حلت۔ پس اگر گڑ پکا کر بنایا جاوے۔ بدون اسکے کہ اُسمیں کوئی شئے مخلوط ہو
جیسے نیشکر کا بنتا ہے وہ حلال ہو جاویگا اور حکم اُس کا مثل مثلث کے ہے اور اگر کسی چیز نجس
کو مخلوط کرکے بناتے ہوں سو چونکہ خلط بالنجس موجب نجاست ہے وہ مرکب نجس و حرام
رہیگا اور اس صورت میں قلب ماہیت مفید نہیں جیسے دقیق معجون بالخمر حرام
ہے خواہ اُسکی روٹی مسکر نہو بوجہ تنجس کے کذا افہم۔ فتامل۔ حاصل یہ کہ اگر گڑ حلال
بھی ہو تب بھی یہ عقد باطل وحرام ہے اور وجہ حرمت کی منحصر سکر میں نہیں جو رفع اسکا
مستلزم رفع حرمت کو ہو بلکہ وجوہ حرمت متعدد ہیں اور یہاں وہ حرمت موجود ہے
کما مر سابقا۔ فقط

سوال۔ نطفہ جبتک علقہ مضغہ رہے اسوقت تک اسکا اسقاط کسی وجہ سے کر دینا
جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز نہیں تو قتل نفس کا گناہ ہوگا یا کچھ کم؟

الجواب۔ جبتک روح نہ آوے اسقاط حکم قتل نفس میں نہیں لیکن بلا ضرورت مکروہ

حکم اسقاط علقہ مضغہ

ہے اور بعذر جائز۔ اور بعد نفخ روح حرام وکبیرہ وقتل نفس زکیہ فی الدر المختار ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لا یتصور فقط

سوال۔ بعد سقوط علقہ ومضغہ جو دم آویگا وہ دم نفاس ہو گا یا نہیں؟

الجواب۔ نہیں۔ فی الدر المختار والنفاس دم یخرج عقب ولد او اکثرہ ولو منقطعا عضو اعضو الا اقلہ۔ فقط

سوال۔ خروج وصعود ثدیین علامت بلوغ ہے یا نہیں۔ یعنی اگر خروج ثدیین قبل حیض ہو جاوے اور غالب یوں نہیں ہوتا ہے تو وہ بالغہ قرار دیجاویگی یا نہیں اگر بالغہ نہوگی تو بعد جماع اس پر غسل واجب ہو گا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ یہ علامت بلوغ کی نہیں ہاں مراہقہ کی دلیل ہے۔ جماع سے اس پر غسل فرض نہیں البتہ تعلیما واعتیادا وتادیبا اس پر تاکید غسل کی کیجاویگی۔ فی الدر المختار والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیہما شیء منہما فحتی یتم لکل منہما خمسۃ عشر سنۃ بہ یفتی وایضا فیہ لو کانا مکلفین ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط دون المراھق لکن یمنع من الصلوۃ حتے یغتسل ویؤمر بہ الی عشر تادیبا فقط ۳ ذیحجہ ۱۳۱۸ھ

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین حق میں اس شخص کے جو بلا عذر شرعی فرض نماز کو ترک کرے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔ اور اسکے ساتھ اختلاط اور ساتھ کھانا پینا اور بولنا کیسا ہے۔ اور اگر زوجین میں ایک ایسا ہو تو نکاح باقی رہیگا یا نہیں اور صحبت حلال ہوگی یا حرام اور اولاد کیسی ہوگی اور اگر بعد مرنے اس شخص کے زجراً اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں تو کیسا ہے۔ اور اگر بنصیحت نماز سے برا مانے یا کوئی کلمہ استخفاف وانکار کا کہے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔ فقط

الجواب تارک الصلوۃ عمداً کے باب میں علماء کے اقوال مختلف ہیں صحابہ میں سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت عبد اللہ بن مسعودؓ وحضرت عبداللہ بن عباسؓ وحضرت معاذ بن
جبل وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت ابو الدرداؓ وحضرت ابو ہریرہؓ وحضرت عبدالرحمٰن بن
عوفؓ اور غیر صحابہ میں سے امام احمد بن حنبلؒ واسحاق بن راہویہؒ ونخعیؒ وایوب السختیانیؒ وابو داؤد
الطیالسیؒ وابوبکر بن ابی شیبہؒ کا قول ہے کہ وہ شخص کافر ہو جاتا ہے اور حماد بن زید ومکحولؒ وامام
شافعیؒ وامام مالکؒ کے نزدیک کافر تو نہیں ہوتا مگر قتل کیا جاوے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک
کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا مگر قید شدید میں رکھنا چاہئے اور خوب سزا دینا چاہئے اور اسقدر
ماریں کہ بدن سے خون بہنے لگے یہانتک کہ توبہ کرے یا اسی حالت میں مرجاوے (تفسیر مظہری
ونفع المفتی ودر مختار) اور اُس سے اختلاط وخورونوش وگفتگو ترک کر دینا چاہئے کہ اسوقت
بجائے حبس اسقدر ممکن ہے اور حبس کی غرض بھی یہی ہے کہ تنگ ہو کر توبہ کرے (حدیث کعب
بن مالک کی اس باب میں دلیل ہے) اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں واقع ہوئے عالموں نے منع کیا وہ باز نہ آئے
پس اُن کے پاس بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے۔ پس اُن کے دلوں کا
انکے دلوں پر اثر پڑ گیا پس لعنت کی ان پر اوپر زبان داؤدؑ اور عیسےٰؑ بن مریم کے
یہ اسوجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ
آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے اٹھ بیٹھے فرمایا کبھی تم کو نجات نہوگی جب تک اہل معاصی
کو مجبور نکر دوگے۔ رواہ الترمذی وابو داؤد۔ اور جن علمار نے اس شخص کو کافر کہا ہے اُن
کے نزدیک نکاح باقی نہ رہیگا اور صحبت حرام ہوگی اور اولاد حرام ہوگی معاذ اللہ منہ
اور زجر کیلئے اگر اہل علم وفضل اسکے جنازے کی نماز نہ پڑھیں تو جائز ہے جیسا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدیون وقاتل نفس پر نماز نہ پڑھی تھی اور جیسا فقہائے
حنفیہ نے قاطع طریق ومکابر وباغی وقاتل احد الابوین پر نماز نہ پڑھنے سے بغرض
انکی اہانت کے منع کیا ہے (در مختار) اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ اہل فضل فساق پر

(جیسے بے نماز، نماز نہ پڑھیں تاکہ اُن کو عبرت ہو (نووی شرح مسلم) اور اگر نماز سے تنفر یا اعراض ظاہر کیا یا تحقیر واستہزا سے پیش آیا کافر ہو جائیگا کیونکہ اہانت حکم شرعی کی کفر ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ کتبہ اشرف علی عفی عنہ

اسمی اشرف علی ۱۳۰۰ از گروہ اولیا

ہو العلیم الخبیر۔ صد آفریں مجیب مصیب کو کہ امر حق لوکریز قلم فرمایا جزاہ اللہ سبحانہ خیر الجزاء۔ حررہ العبد الخامل محمد عادل عاملہ اللہ تعالے بفضلہ الشامل واصلح حالہ بلطفہ الکامل فی العاجل والآجل صح الجواب۔ حررہ سید محمد احسان الحق عفی عنہ

محمد عادل حاکم محکمہ شرعی

محمد سید احسان الحق

ہو المصیب واقعی نماز کا ترک کرنیوالا بحیثیت ترک صلوٰۃ ایسی ہے زجر و توبیخ کا مستحق ہی جو مجیب مصیب نے تحریر فرمایا ہی۔ کتبہ العبد الضعیف محمد علی عفی عنہ

ذلک الجواب لا ریب فیہ حررہ العبد الراجی غفران اللہ القوی محمد عبد الغفار اللکھنوی عفی عنہ - الجواب صحیح والمجیب نجیح احمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسۃ العلوم کانپور

سوال زید عمرو باہم نزاع میکنند کہ سلام علیک بلفظ گفتن فقط مسنون است یا لفظ دیگر ہم ازیں مشتق باشد میتواں گفتن پس زید میگوید کہ ورائے ایں لفظ کہ جناب شارع علیہ السلام براں نص فرمودہ یعنی السلام علیکم دیگر منہی عنہ و بدعۃ است۔ عمرو خلافش میکند و میگوید کہ مشتقات ایں لفظ ہم داخل سلام است و میتوانم گفت تسلیم و تسلیمات و نیز ضرورت نیست کہ السلام علیکم بجمیع لفظہ لا بجزء و کلامہ درست نباشد بلکہ داخل ہمیں سنت است انچہ وضیعان شریفان مے گویند مثلاً سلام میاں سلام صاحب وغیرہ۔ البتہ ورائے ایں دیگر الفاظ سلام کہ در عرف میرزایان عجم متداول و متقررگشتہ مثل آداب عرض و کورنش و مجرا وغیرہ بدعت است اما نہ بدعت مذمومہ و مستقبحہ کہ گویندش بسی و بزہ کار باشد بلکہ از قبیل مباحات و اگرچہ بندگی گفتن ہم کہ بنا بر عموم و مفہوم خویش کہ در کلام عرب عبد بمعنے مولا و ملوک ہم آمدہ مضائقہ ندارد لیکن بنظر مشترک بودن ایں لفظ بہ عبدیت معبود حقیقی و تبادر اذہان عوام و قصور افہام شاں بریں معنے سزاوار نیست کہ کس بایں چنیں کلمہ سلام گوید۔ المختصر

[illegible]

دریں قول کدام یک از زید و عمرو صادق است آیا ہر وضیع و شریف را لفظ سلام علیکم فقط بمخاطب خود باید گفت یا دیگر ہم از الفاظ مذکورہ میتواں گفت بینوا بالکتاب توجروا عند الملک الوہاب ۔ فقط

الجواب ۔ تحقیق دریں باب آنست کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فرمودہ اند کہ وقت لقا مسلم سلام باید کرد عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا لقی احدکم اخاہ فلیسلم علیہ الخ رواہ ابو داؤد و ہر چند ایں کلام مفید سنیت نیست لیکن در ماموربہ بالمعنی الاعم بودنش کلامے نیست پس بلاریب مخالفت آں نمودن بدعۃ خواہد شد باقی ماند کلام اندرینکہ کدام بدعت خواہد شد بنظر غائر چناں مے نماید کہ بدعت مذمومہ مستقبحہ باشد چراکہ مزاحم و مراغم سنت است و ایں چنیں بدعۃ سیئہ میباشد فی الاحیاء و انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماموراً بہا الخ اقول ثبت کون السلام ماموراً بہ بالحدیث المذکور وقت اللقاء فاذا لم یسلم وقت اللقاء بل اتی بلفظ آخر صارت السنۃ متروکا و غیرھا موثرا وھی المواغمۃ کما لا یخفی ایں تقریر مبنی بر اصول کلیہ بود و اگر فروع و جزئیات تفتیش کنیم ہم مویدش میسر آید عن ھلال بن یساف قال کنا مع سالم بن عبید فعطس رجل من القوم فقال السلام علیکم فقال سالم وعلیک وعلی امک فکان الرجل وجد فی نفسہ فقال اما انی لم اقل الا ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ عطس رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک وعلی امک اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ رب العلمین ولیقل لہ من یرد علیہ یرحمک اللہ ولیقل یغفر اللہ لی ولکم رواہ الترمذی و ابو داؤد ایں حدیث دلالۃ صریحہ دارد برا اینکہ آداب شرعیہ را ترک نمودہ دیگر الفاظ را بجائش استعمال نمودن امر منکر است تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہمچنیں سالم کلمۂ تفقہ کہ موجب

غیظ مخاطب گردید فافہم اکنوں باید دید کہ کدام لفظ را مخالف سنت گوئم وکدام را مماثل قرار دہم
پس ظاہر براں حکم میکند کہ اگراندکے زیادہ یا نقصان یا تقدیم یا تاخیر ہم راہ یابد مخالف
سنت باشد یں بدلہ ماروی عن جابرؓ قال امت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و
سلم فقلت علیک السلام یا رسول اللہ قال لاتقل علیک السلام فان علیک
السلام تحیۃ الموتی رواہ الترمذی افاد الحدیث امرین احدہما ان تقدیم
المؤخر وبالعکس مخالف للسنۃ والثانی ان ماخالفہا ھذہ المخالفۃ منہی عنہا
حیث قال لاتقل۔ اما تواں گفت کہ تغیر یسیر جائز باشد کما ورد علیہ قولہ
تعالیٰ قالوا سلاما قال سلام الایہ وقولہ تعالیٰ سلام علیکم بما صبرتم
الایہ ویحتمل کہ انکار بر علیک السلام بسبب تحیت موتی بودنش باشد پس غایۃ مافی
الباب لفظ سلام میاں دغیر آں از تسلیم وتسلیمات شاید گنجائش دارد اما آداب و
کورنش وغیرہ در بدعت مذموم بودنش اشتباہے نیست کما مر ولفظ بندگی اقبح جمیع
است از بعض ثقات شنیدہ شد کہ بعض سلاطین جابرہ بجائے تحیۃ مقرر نمودہ بود
کہ زائر پیش پایہ تخت سر نہادہ لفظ بندگی گوید پس منشا آں بلا ریب جاہلیت وقبیحہ
است پس علاوہ دلائل مذکورہ وایہام معنے عبودیت خود تشبہ باہل جاہلیت وجہ وجیہہ
است بر منع آں عن عمران بن حصین قال کنا فی الجاھلیۃ نقول انعم اللہ بک
عینا وانعم صباحا فلما کان الاسلام نہینا عن ذلک رواہ ابوداؤد و
آنکہ درین اکثر بخیار سودائے فرق در سلام وضیعان وشریفان پختہ منشا اش
کبر است کہ ارذل خصائل دل است اگر فرق ضروریست در رسوم ومعاملات دنیا
مضائقہ ندارد وسلام از امور دین است دراں فکر فرق کردن چناں است کہ وضیعان
را گوئیم کہ ظہر سہ رکعت گذارید کہ درمیان ماوشما فرق بدست آید وہو کما تری واگر دل
گوارا نماید سلام وتسلیم ونحوہما تسلیم نمایند ودیگر الفاظ واجب الترک است وفیما ذکرنا کفایۃ

الطالب الانصاف انشاء اللہ تعالیٰ واللہ اعلم۔ فقط۔

سوال۔ قرأۃ خلف الامام در نماز ماثور است یا نہ و حنفیہ از چہ با متناعش کوشیدہ اند و در نماز جنازہ سورۂ فاتحہ خواندن ہم سنت است یا مستحب یا مکروہ و ممنوع مسح گردن اندر وضو مستحب است یا بدعت۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ خلص کلام دریں باب آنست کہ احادیث باب بر سہ نوع منقسم است بعضے دلالت بر وجوب دارد بعضی دلالت بر جواز کما فی قولہ لا تقولوا الا بام القرآن بعضی دلالت بر امتناع دارد کما ذکرہ الامام محمدؒ فی موطاہ رجوع نمودیم باقوال و افعال صحابہ آنہا را مختلف یافتیم رجوع بقیاس نمودیم۔ وجوہ ترجیح و تطبیق علے انحاء شتی برآمد فکل اخذ بما رائے علماء حنفیہ احادیث وجوب را محمول بر مطلق قرأت عام از حقیقیہ و حکمیہ یعنی تبعاً للامام داشتند کما ہو موید ببعض الروایات مثل قولہ علیہ السلام من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ الحدیث او کما قال و حرمت را بر جواز ترجیح دادند کما ہو مقرر فی اصولہم لئلا یلزم تکرار النسخ پس عمل بر دلائل وجوب در ضمن قرأۃ امام بدست آمد باقی ماند دلائل جواز و منع اگر جائز را ترک کنیم ملامتی نیست بخلاف ارتکاب ممنوع کہ محل خطر است۔ این است مسلک حنفیہ۔ اما کلام در سنیۃ قرأۃ فاتحہ در صلوٰۃ جنازہ پس باید دانست کہ سنت بدو معنی اطلاق کردہ میشود یکے آنکہ احیاناً برائے بیان جواز وغیر آں از مصالح شرعیہ شارع علیہ السلام فعلے کردہ باشند و بدیں معنی سنیت فاتحہ در صلوٰۃ جنازہ انکار کردہ نمیشود چنانکہ ابن عباسؓ اقرار سنت فرمودہ اند۔ دیگر آنکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بقصد استحسان آں چیزے عمل کردہ باشند چنانکہ اکثر اطلاق ایں لفظ بر ہمیں معنے است باین معنی در سنیت فاتحہ کلام است امام صاحبؒ نفی فرمودہ اند و دیگر فقہا باثبات کوشیدہ اند و اگر انصاف کنیم قول ترمذی را بیاد آریم الفقہاء ہم اعلم بمعانی الحدیث از مجتہدان مطالبہ نمیرسد کہ ایں معنے از کجا تعیین کردند در حق شان استغفار فلما

در شرح صدر کافی است پس رفتن امام صاحب بسوئے سنیت بالمعنی الاول و دیگر ائمہ
بسوے معنے ثانی گنجایش دارد از ایشاں طلب دلیل بمنزلہ طلب دلیل است از صیر فیان
در حکم کردن بہ جودۃ و رداۃ فضہ و ذہب فافہم و انصف علاوہ براں ابن عمرؓ کہ شدید التفحص
والاتباع از سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بود در جنازہ فاتحہ نمی خواند کما رواہ مالکؒ
فی موطاہ۔ ایں روایت ہم موید ابی حنیفہؒ است مزید براں لفظ حدیث فاخلصوا لہ الدعا
رواہ ابن ماجہ موئد است مر رائے امام صاحب را کہ اصل صلوۃ جنازہ دعا است و
اخلصوا چگونہ اشارہ لطیف مے کند کہ غیر دعا بدعا مشوب نکردہ شود از ہمیں جا اگر بہ نیت ثنا
و دعا خوانند اجازت میفرمایند و فعل شارع اگر بر ہمیں معنی محمول کردہ شود بجاست بہر حال
شرح صدر مجتہدی و فعل ابن عمرؓ و لفظ اخلاص موید رائے امام ہمام است چہا خوشتر کہ
اگر خوانند بہ نیت دعا خوانند کہ عمل بالحدیث ہم میسر شود و از اختلاف کبراء دین ہم بیروں آیند
واللہ اعلم۔ اما مسح گردن پس علماء بر سہ شعب راہ گرفتند سنیت و استحباب و کراہت۔ اقرب الی
التحقیق قول ثانی است روایات حسان دریں باب وارد شدہ کہ مفید استحسان عمل و مثبت
فضائل میتواں شد ذکر تلک الروایات وحید عصرہ المولوی عبدالحی اللکھنوی فی رسالۃ
تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبہ واللہ اعلم۔ فقط

مسئلہ (۶۹) تحقیق لفظ مولیٰ

سوال۔ لفظ مولے بمعنے اولیٰ بالتصرف در کلام عرب منقول است یا نہ و نیز در کتب لغت
بمعنے مولی محبوب ہم آمدہ است یا ایں سامی ندارد اگر آمدہ است در کدام لغت باید حسبت
بینوا توجروا۔ **الجواب**۔ در منتہی الارب است مولی خداوند و بندہ و آزاد کنندہ و
و آزاد کردہ و ہمنشین و قریب و نزدیک و دوست و ہمسایہ و ہم سوگند و پسر و برادر و بہ مہمان فرود
آیندہ و انبازو پسر خواہر و یار و مددگار و صاحب و پرورندہ و نعمت دہندہ و نعمت دادہ شدہ
و مہربان و پیرو داماد و شوی خواہر مرد و خسر انتہی مختصراً۔ و معنی اولیٰ بالتصرف از نظر گذشتہ
و بمعنے دوست از منتہی مذکور شد واللہ اعلم ۞

سوال در کلام مطلب عبارت لمعات کہ در باب کلام ابوبکر رضی اللہ عنہ با زہرا رضی اللہ عنہا آمدہ

سوال شیخ عبدالحق محدث دہلوی در شرح اشعۃ اللمعات میفرمایند در باب فدک از صحیح بخاری
کہ از وقتیکہ با جناب صدیق و حضرت زہرا دریں باب مکالمہ واقع گشت ازاں باز جناب
سیدہ مطہرہ از حضرت صدیق رضی کلام نکرد تا اینکہ انتقال فرمود و رخت ارتحال کشید از ظاہر
کلام شیخ رح از مضمون صحیح بخاری پیداست کہ ایں عدم تکلم از بنا بر ہماں ملالت است
پس مدلول حقیقتش چیست ؟ ۔ **الجواب** پر ظاہر است کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر
صدیق رض در منع فدک مستند بدلیل شرعی قطعی مسلم عند علی رض و فاطمہ رض بود پس اگر ہجران حضرت سیدہ رض
نیز قبلہ وکعبہ سفیان ہستند بنا بریں علما محققین لم تتکلم را بر معنے لم تتکلم فی ہذا الامر محمول کردہ اند
و لو سلمنا کہ لم تتکلم بر معنے متبادر محمول باشد تاہم چہ دلیل کہ ایں ہجراں از ملالت بود و اگر بروایتے
تصریح ہم بر آید ممکن کہ ظن راوی باشد فقیر میگوید کہ انصاف پسنداں غور فرمایند کہ حضرت فاطمہ رض
کہ با ابی بکر رض رشتہ محرمیۃ نسبیہ یا رضاعیہ نمیداشتند پس عدم تکلم فیما بینہما مقتضائے حالت
اصلی و موجب سیادت و عفت سیدہ است پس بر حالت اصلی چگونہ حیرت دست دادہ بلکہ
اگر تعجب باشد از تکلم باید کہ چرا با اجنبی مکالمت فرمودند لیکن چوں ضرورت طلب حق بود ایں
استبعاد ہم مرفوع است لا سیما کہ حضرت ابوبکر رض در حضرت سیدہ رفتہ مستدعی صفا و رفع
کدورت شدند چنانچہ در بعض روایات کہ نشانش دریں وقت مستحضر نیست آمدہ و حضرت
سیدہ رفع ملال فرمودند و اگر گوئیم کہ انقباض تا لبِ گور ہمراہ بردند پس ایں انقباض
طبع بود کہ رفع ان غیر مکلف واز لوازم بشریت است و لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا
خصوصاً اگر دلیل حضرت ابوبکر رض بزعم و اجتہاد ایشاں ماول بتاویلے باشد نہ بر ایشاں ملامت
کہ باجتہاد خود خویش را مستحق مے پنداشتند و نہ بر حضرت ابوبکر رض کہ ایشاں باتباع اجتہاد
خود مامور بودند تقلید حضرت سیدہ جائز نبود خصوصاً وقتیکہ اجتہاد شان موافق باشد
باجتہاد سائر صحابہ و ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا واللہ اعلم بالصواب ۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

تمام شد

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہم

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
ضیاء القلوب	۳؍	غذائے روح	۳؍	گلزار معرفت	۲؍
تحفۃ العشاق	۱؍	جہاد اکبر	۱؍	درد نامہ غمناک	۔؍
ارشاد مرشد	۔؍	وحدۃ الوجود	۔؍	کلیات امدادیہ	۱۰؍
تصفیۃ القلوب ترجمہ ضیاء القلوب					۲؍

تالیفات حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کتاب	مضمون	قیمت
امداد السلوک	ترجمہ رسالہ مکیہ تصوف فارسی	۳؍
ہدایۃ الشیعہ	بجواب اعتراضات شیعہ	۳؍
جیبی زبدۃ المناسک	مسائل حج معہ عربی بول چال	۳؍
البراہین القاطعہ	رد بدعات	۱۲؍
لطائف رشیدیہ	استفسارات متعلقہ آیات قرآنی معہ پردہ مروجہ شرفائے ہند	۱؍
قطوف دانیہ تحقیق جماعت ثانیہ	مسجد محلہ میں تکرار جماعۃ کی کراہۃ فقہ و احادیث صحیحہ سے فارسی	۱؍
رسالہ تراویح	بیس رکعت تراویح کا احادیث صحیحہ سے ثبوت اور غیر مقلدین کا رد	؍
رسالہ جمعہ	اہلحدیث کے ایک فتوے کا جواب احادیث صحیحہ سے	۱؍
رسالہ وقف	اوقاف قرآنی کا احادیث سے ثبوت	۔؍
ہدایۃ المعتدی	قرأت خلف الامام میں یہی ایک رسالہ ہے جسکو مخالفین نے بھی پسند کیا ہے	۲؍ ۱؍
سبیل الرشاد	چند مسائل مختلفہ حنفیہ و اہلحدیث میں منصفانہ محاکمہ	؍
فتوے میلاد	عرس - میلہ - مولد شریف کے حسن و قبح کا بیان	۱؍
فتوی ظہر احتیاطی	ظہر احتیاطی بعد الجمعہ کا جواب	۔؍

تالیفات حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتاب	مضمون	قیمت
صفائی معاملات	فقہ کے ضروری مسائل متعلق خرید و فروخت و ٹھیکہ وغیرہ	۱؍
جزاء الاعمال	بھلے برے اعمال کے ساتھ جزا سزا کا لازمی تعلق	۱؍
حق السماع	گانا سننے پر محققانہ مضمون	؍
اصلاح الخیال	نیچریہ خیالات کی اصلاح بجواب ایک طولانی خط کے	۲؍
شجرہ مع تعلیم الطالب	حضرت حاجی صاحب کے شجرہ میں مقام دفن مشائخ و تاریخ وفات اضافہ کئے گئے ہیں۔	۱؍
اقتصاد	در بحث تقلید و الاجتہاد	؍
تحقیق المہدی و المسیح	مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق سوالات کا جواب	؍
فتاوے اشرفیہ	بہت سے مسائل کے جوابات دو حصہ	
خطب ماثورہ	آنحضرت صلعم اور صحابہ و تابعین کے	
تکمیل الیقین	احکام اسلامیہ کی حکمتیں	

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
القول الصواب فی تحقیق مسئلۃ الحجاب	۱؍	تحقیق تعلیم انگریزی	؍	طریقہ مولد	
		علاج القحط و الوبا	؍	زاد السعید	۱
سبق الغایات	۳؍	حقوق الاسلام	۔؍	اصلاح ترجمہ	۱
حفظ الایمان	۔؍	تجوید القرآن	۔؍	تمہید السبیل	
قصائد قاسمی	۲؍	فیوض قاسمیہ	۲؍	میلاد خدا شناسی	
انتصار الاسلام	۳؍	تصفیۃ العقائد	۲؍	تحفہ محبہ	
مسامرہ فی شرح المسایرہ	۸؍	ترجمہ برہان مجید	۲؍	رسالہ علم غریب	
		مجموعہ نصیحۃ المسلمین	۲؍	چہل حدیث	
فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الخراج	۱؍	ترغیب الصلوٰۃ	۲؍	جہد المقل	
		احسن القری فی توضیح اوثق العری			
رد مکائد غیر مقلدین					؍

ہمارے یہاں ہر قسم کی قرآن مجید و حمائلیں مترجم و بے ترجمہ مجلد اور پارہ ہائے مطبوعہ دہلی - آگرہ - الہ آباد - میرٹھ - لکھنؤ - لا
ساڈھورہ معقول تعداد میں موجود رہتے ہیں زیادہ مقدار کی خریداری پر حسب مقدار ہر ایک پر کمیشن بھی مقرر ہے
بذریعہ خط و کتابت معلوم ہو سکتا ہے اور کتب درسیہ بھی یہاں سے مل سکتی ہیں۔

المشتہر مولوی محمد یحیی تاجر کتب دینیات گنگوہ ضلع سہارنپور (ہند)

فتاوی اشرفیہ حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحقیق ما اہل بہ لغیر اللہ

سوال - ان دنون ایک فتوی دیکھنے مین آیا - خلاصہ فتوی کا یہ ہے کہ سانڈھ جو ہندو چھوڑتے ہین اگر مالک اُسکا معلوم ہو اور وہ جانور جو گنگا کو چڑھاتے ہین یا وہ غلہ جو بتون اور قبرون پر چڑھاتے ہین سب حلال اور درست ہین البتہ یہ فعل ناجائز ہے دلیل اُسکی یہ ہے کہ ما اہل بہ لغیر اللہ سے مراد ماذبح لغیر اللہ ہے جیساکہ تفسیر جلالین وجمل وبیضاوی وجامع البیان و مدارک وتفسیر کبیر وفتح الرحمن وغیرہا مین مذکور ہے پس جو شے قابل ذبح نہو جیسے شیرینی وغلہ وغیرہ وہ ما اہل بہ لغیر اللہ کے فرد مین داخل نہین اور جو جانور ابتک ذبح نہین کیا گیا اور فقط کسی بُت یا قبر پر چڑھا دیا گیا وہ بھی اُسکے فرد مین نہین ہوسکتا فقط چڑھا دینے سے کسی شئی مین ہرگز حرمت نہین پیدا ہوسکتی یہ خلاف نص قرآن ہے خدا تعالی نے سائبہ بحیرہ کے باب مین بار بار ارشاد فرمایا ہے ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون پس سانڈھ وغیرہ کو حرام کہنا افترا علی اللہ ہے چونکہ سائبہ کی حلت نص قرآنی سے ثابت ہے لہذا سانڈھ اور قبرون اور بتون پر چڑھائی شیرینی وغیرہ بلاشبہ حلال و درست ہے انتہی ملخصاً مین امور ذیل کا جواب چاہتا ہون -

(۱) اکثر مفسرین ما اہل کے معنی ماذبح کے لکھتے ہین حالانکہ لغت اور عرف عرب مین اہلال کے معنی شہرت دینے اور آواز دینے کے ہین - چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی مین اسکو لکھا ہے مفسرین کے کلام کی عمدہ توجیہ کیا ہوگی -

(۲) اگر اہلال کے معنی ماذبح کے درست ہون تو غلہ اور شیرینی قبرون اور بتون پر چڑھائی

ہوئی کس دلیل سے حرام ہوگی اور اگر اہلال کے معنی محض شہرۃ دینا ہو تو غلہ اور شیرینی اور جانور
قبل ذبح سب حرام ثابت ہونگے حالانکہ فقہا جانور کو قبل ذبح حرام نہین کہتے بلکہ فقہ سے معلوم
ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے جانور مین حرمت ساری نہین ہوتی بلکہ بعد ذبح کے اُس نیت کا ثمرہ
ظاہر ہوتا ہے مثلاً شیخ سدو کا بکرا دوسرا شخص ناذر سے خرید کر ذبح کرے تو شرعاً درست ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے جانور مین حرمت سرایت نہین کرتی۔

(۳) مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے شیرینی
اور جانور مین حرمت سرایت کر جاتی ہے اگر بعد تبدیل نیت کے اُس جانور کو ذبح کرے تو درست ہو جاتا
ہے اگر واقعی یہ بات صحیح ہے تو کیا وجہ شیرینی بت اور قبر پر چڑھائی ہوئی تبدیل نیت سے پاک نہین ہوتی۔

(۴) اگر کسی شخص نے قبر یا بت پر شیرینی اور مرغ چڑھا کر مجاور کو ہبہ کر دیا اور دوسرے شخص
نے مجاور سے اُس شیرینی اور مرغ کو خرید لیا تو مشتری کیلئے درست ہین یا نہین ؟

الجواب- جب اہلال کے معنی لغۃً رفع صوت کے ہین تو ما اُھل بہ لغیر اللہ عام ہوا
حیوان[1] مذبوح علی اسم غیر اللہ اور حیوان[2] متقرب بہ لغیر اللہ مذبوح علی اسم اللہ اور غیر[3] حیوان مثل غلہ
و شیرینی وغیرہ سب اشیاء کو کیونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوص مورد کا اور فقہاء کا
اس عموم کو معتبر سمجھنا اور خود بعض مفسرین کا اس عموم کیساتھ تصریح کر دینا مؤید ہے معنی عموم
مذکور کا رہا بعض مفسرین کا ما ذبح علی اسم غیر اللہ کے ساتھ تفسیر کرنا عموم مذکور کو مضر نہین
کیونکہ ممکن ہے کہ یہ تخصیص محض جریاً علی العادۃ ہو اور اہل جاہلیت مین تحقق ما اُھل لغیر اللہ کا
ضمن مین مذبوح علی اسم غیر اللہ کے ہوا کرتا تھا اس بنا پر بعض مفسرین نے یہ تفسیر کر دی تو انکی تفسیر
بیان حکم حیوان مذبوح علی اسم اللہ متقرب بہ الی غیر اللہ سے ساکت ہے اور دوسرونکی تصریح عموم
کے ساتھ ناطق والناطق مقدم علی الساکت یا مقصود ان مفسرین کا اس تفسیر سے یہ ہو
کہ اگر ذبح کے قبل نیت درست کر کے ذبح کرے تو جائز ہے حرام اُس وقت ہے جب ذبح کے وقت تک
بھی وہی نیت فاسد ہو پس معنی ذبح علی اسم غیر اللہ کے یہ ہونگے ذبح باقیاً الی وقت الذبح علی
اسم غیر اللہ باعتبار النیۃ وان ذبح علی اسم اللہ لکن اسمعت بعض الاذکیاء اور چونکہ
علت حرمت کی اہلال لغیر اللہ ہے تو جب یہ عارض مرتفع ہو جاویگا حرمت بھی مرتفع ہو جاویگی

اور حیوان مین قبل ذبح اور غیر حیوان مین ابداً اس عارض کا مرتفع ہونا ممکن ہے اور حیوان مین ذبح کے بعد اس عارض کا ارتفاع ممکن نہین لتقررہ وانتہائہ بالذبح اسلئے توبہ کرنے سے غیر حیوان اور اسی طرح حیوان قبل الذبح محتمل حلت کو ہے اور بعد الذبح نہین البتہ غیر حیوان مین بھی اگر وہ عارض متقرر ہو جاوے تو حرمت متقرر ہو جاویگی مثلاً نیت فاسدہ پر اس مین کوئی تصرف کیا گیا جس سے وہ نیت نافذ اور متقرر ہو جیسے کسیکو ہبہ کر دیا مگر چونکہ اس تصرف کا فسخ ممکن ہے بعودہ فی الہبۃ مثلاً جب فسخ کردیگا وہ عارض مرتفع ہو جاویگا پھر حلت عود کر آویگی بخلاف ذبح کے کہ اسمین فسخ نہین کما لایخفی اس تقریر مختصر سے سب سوالات کا جواب نکل آیا چنانچہ مختصر اشارہ کیا جاتا ہے

(۱) توجیہ کلام مفسرین کی گذر گئی فی قولہ ممکن ہے کہ یہ تخصیص الی قولہ بعض الاذکیاء۔

(۲) اہلال کے معنی محض شہرت دینے اور نامزد کرنیکے ہین اور حرمت عام ہے مگر چونکہ حیوان مین قبل ذبح وہ عارض مرتفع ہو سکتا ہے لہذا اُسکے ارتفاع سے حرمت مرتفع ہو جائیگی کما مر فی قولہ اور چونکہ علت حرمت کی الی قولہ اور بعد الذبح نہین۔

(۳) چونکہ اس مین تقرر اُس علت حرمت کا ہو گیا ہے اسلئے پاک نہین ہوتی کما مر فی قولہ البتہ غیر حیوان مین بھی الی قولہ ہبہ کر دیا۔

(۴) درست نہین لتقرر علۃ الحرمۃ کما ذکرت آنفا البتہ اگر یہ چیزین پھر اصل مالک کو واپس کر دی جاوینگی اور وہ توبہ کرے اب حلال ہے کما مر فی قولہ چونکہ اس تصرف کا فسخ الی قولہ کما لایخفی واللہ اعلم۔

ف- بعض آیات مین جو تحریم سائبہ پر رد کیا گیا ہے اس سے مراد وہ تحریم ہے جسکو اہل جاہلیت عبادت سمجھتے تھے یا مراد تحریم سے فعل ما یوجب الحرمۃ من اہلالہ لغیر اللہ ہے کما فی قولہ تعالیٰ لم تحرم ما احل لک فافہم۔

ف- ویدل قولہ تعالیٰ وما ذبح علی النصب بعد قولہ تعالی وما اہل لغیر اللہ بہ فی سورۃ المائدۃ علی کون محض النیۃ الشرکیۃ موثرۃ فی الحرمۃ وان لم یتحقق الاہلال باللسان کما ہو ظاہر فکیف اذا اجتمعا فتدبر۔ ۲۸ صفر ۱۳۲۱ھ یوم الاربعاء۔

تحقیق ضاد و ظا

سوال- قرآن مجید مین ضاد پڑھنے پر لوگون نے مختلف ڈھنگ اختیار کئے ہین بہت

لوگ دواد پڑھتے ہین بہت لوگ صاف دال پڑھتے ہین بہت لوگ ظا یا زا پڑھتے ہین
بہت لوگ عجب خلط کرتے ہین کہ کہین تو دواد پڑھتے ہین اور کہین صاف دال پڑھ دیتے ہین
اوران خلط کرنیوالونکی بھی تعداد دنیامین بہت معلوم ہوتی ہے۔ یہی لوگ ہین جو اپنے پڑھنے کو
حنفیون کے طریقے کے موافق سمجھتے ہین باقی پڑھنے والونکو اپنے زعم مین غیر مقلد جانتے ہین
اس مین شک نہین کہ ضاد کو دواد یا دال یا ظا یا زا یا ذال پڑھنا سب ہی غلط ہین مگر جو شخص
جسطرح پڑھتا ہے اُسی کو موافق قواعد تجوید جانتا ہے اور دوسرے طریقہ سے پڑھنے والون کو غلطی
پر بتاتا ہے اور اُسکی نماز کو فاسد خیال کرتا ہے عوام کی تو کچھ شکایت نہین اُن بیچارونکا تو شین
قاف تک درست نہین ہوتا یہ بلا آج کل کے حفاظ اور حضرات علماء مین دیکھتا ہون۔ اعراب
کہین معروف پڑھتے ہین کہین مجہول۔ وقف کرتے ہین اور سانس نہین توڑتے۔ اظہار و
اخفا بالکل نہین کرتے۔ ترقیق و تفخیم کے نام سے بھی اچھی طرح واقف نہین۔ حروف قلقلہ و
استعلاء وغیرہ کسی سے آگاہ نہین اُسپر یہ حال کہ ایک فریق دوسرے فریق کی نماز کو باطل بتا رہا
ہے اور سارا جھگڑا ہر پھر کر حرف ضاد ہی پر آرہا ہے۔ جسطرح ضاد کو ضاد پڑھنا قواعد تجوید
کے موافق ہے اُسی طرح اور باتین بھی ہین مگر یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ اور باتونمین جھگڑا
کیون نہین کیا جاتا بعض حضرات علماء یہ فرما دیتے ہین کہ حرف کو اُسکے مخارج سے ادا کرنا
چاہیئے وبس۔ یہ بات بھی جی کو نہین لگتی کیونکہ جسطرح حروف کو اُنکے مخارج سے ادا کرنا مامور بہ ہے
اُسی طرح تجوید کی اور باتین بھی مامور بہ ہین پھر صرف ایک قاعدہ پر عمل کرنے اور باقی کو ترک کرنے
سے نماز کیونکر صحیح یا کامل ہوجاویگی شاید دونون کے مامور بہ ہونے مین کچھ فرق ہو جسکو مین
نہین جانتا بعض حضرات فرماتے ہین کہ ضاد کو دواد پڑھنے پر اجماع منعقد ہوگیا ہے۔ یہ بات
میرے جی کو تو نہین لگتی کیونکہ بعض ماہرین فن کو سنا ہے وہ تو دواد نہین پڑھتے بعض حضرات
ورتل القرآن ترتیلا کی رو سے فن تجوید کو واجب فرماتے ہین اگر یہ بات صحیح ہے تو بڑی مشکل
ہے لاکھون نمازین برباد ہوئین اور ہوتی ہین اور ہونگی کیونکہ یہ فن سخت مشکل ہے حضرات علماء
مین ہزارون مین کہین دو چار مجود نکلینگے مگر جو لوگ واجب فرماتے ہین یہ نہین بتلاتے کہ
کسقدر مقدار واجب ہے بعض زور مین آکے یہ کہدیتے ہین کہ حروف کے مخارج کا ادا کرنا

اتنی مقدار واجب ہے تا لیکن ان سے اس بات پر اگر کوئی دلیل نقلی طلب کرے تو فضول باتین
بنانے لگتے ہین اپنی ذاتی رائے کے سوا کچھ جواب نہین بن آتا امید کرتا ہون کہ ضاد کے
متعلق جو کچھ عرض کیا گیا ہے غور سے ملاحظہ فرماکر کافی وشافی جواب مرحمت ہو تاکہ قلب کو
تسکین ہو اور اُسکے مطابق اعتقاد وعمل رکھا جاوے۔

الجواب - فی فتاوی قاضی خان وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان
امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد فقرء الطالحات مکان
الصالحات تفسد صلوته عند الکل وان کان قد یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة
کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرهم
لا تفسد صلوته اھ وفیہا ولکن لو قرء غیر المغضوب علیهم بالظاء او بالذال تفسد صلوته
ولو قرء الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلوته ولو قرء الدالین تفسد صلوته اھ ولو قرء
ونخل طلعها هضیم قرء بالظاء او بالدال تفسد صلوته اھ وفیہا ایضاً ولسوف یعطیك
ربك فترضی قرء فترظی بالظاء تفسد صلوته اھ - وفیہا کیدهم فی تضلیل قرء بالظاء قال
بعضهم لا تصح اھ وفیہا ومن یضلل الله قرء بالظاء لا تفسد صلوته اھ - وفیہا الذی فرض
علیك القران قرء بالظاء تفسد صلوته اھ - وفیہا ائذا ضللنا قرء بالظاء ظللنا لا تفسد صلوته
وهو قراءة فمن فرض فیهن الحج قرء بالظاء فرظ او بالذال تفسد صلوته اھ ان روایات
مین تدبر کرنے سے چند امور معلوم ہوتے ہین ایک یہ کہ فساد صلوٰة اُس وقت ہے جب بلا
مشقت دو حرفون مین تمیز کر سکے اور ضالین کو دال سے پڑھنا مفسد صلوة اسی بنا پر ہے
اور ظاہر ہے کہ جسطرح سے ضالین کو اکثر لوگ پڑھتے ہین وہ دال نہین ہے جس سے
بلا مشقت امتیاز ممکن ہو البتہ اگر کوئی شخص خالص دال پڑھیگا تو اُسکی نماز کو فاسد کہا جاویگا
اور جسطرح سے اکثر پڑھنا اسکا متعارف ہے گو بوجہ مشق نہ کرنیکے وہ صحیح نہین ہے مگر صحیح حرف
کو سننے والا اس امر کو پہچان سکتا ہے کہ یہ طریق متعارف اُسکے مشابہ ہے اس طرح کہ تمیز
دونون مین شاق ہے حتی کہ جس شخص کو ضاد کے مخرج صحیح سے مشق کرائی جاتی ہے اور اُسکو
پڑھکر سنایا جاتا ہے وہ ادا کرنیکے وقت کبھی کبھی اس متعارف طریق کو ادا کر بیٹھتا ہے اور دونو

میں اسکو تمیز دشوار ہوتی ہے اسلئے اسطریق متعارف کو داخل دال کرکے مفسد صلوٰۃ کہنا
بعید ہے - دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ ضاد کی جگہہ ظاء پڑھنے کو مفسد صلوٰۃ عند الاکثر نہ کہنا
علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اُسوقت ہے جبکہ بلا عمد ہو ورنہ وہ بھی مفسد صلوٰۃ ہے ورنہ
والعادیات ضبحا اور مغضوب علیہم اور ھضیما اور رفتر ضے اور فرض میں ظاء پڑھنے
کو مفسد صلوٰۃ نہ کہا جاتا چنانچہ مدار عدم فساد کا عدم امکان الفصل الابمشقۃ کو ٹھیرانا اسکی
دلیل ہے کیونکہ عمداً وہی پڑھیگا جو فصل بلا مشقت کرسکتا تھا پس حاصل اسکا یہ ہوگا کہ جس شخص
سے بلا مشقت فصل ممکن نہ ہو اور وہ ضاد پڑھنے کا قصد کرتا ہے مگر ظاء نکل گیا اُسکی نماز
صحیح ہوجاویگی اور اسکے تعمد کی اجازت کو جزئیات مذکورہ فساد صلوٰۃ کی رد کرتی ہیں فافہم -
تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ ولا الضالین میں ظا کا پڑھنا جو مفسد نہیں ہے اُسکی بناء یہ نہیں ہے
کہ ضاد کی جگہ عمداً ظا کا پڑھنا جائز ہے ورنہ مغضوب علیہم اور ضالین میں کیا فرق تھا کہ مغضوب
علیہم میں تو ظا کو مُفسد بتا رہے ہیں اور ضالین میں غیر مُفسد بلکہ مبنی اُسکا یہ ہے کہ ضالین
میں فساد معنی نہیں ہوتا جیسا قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظل بالظاء کے معنی لیل اور جنح اللیل
اور سواد السحاب کے بھی ہیں پس ظالین کے معنی مثلاً داخل فی الظلمات ہونگے جو حاصل ہے
ضلال بالضاد کا یا یہ افعال ناقصہ ظل یظل سے ہوگا بمعنی الکائنین اور خبر مقدر ہوگی فی ضلال یا
فی غضب بقرینہ مغضوب علیہم کے جیسا ائذا ظللنا بالظاء کی قرارت میں بھی یہ توجیہ ہوگی جیسا
آگے مذکور ہے - یہی وجہ ہے کہ قاضیخان نے والعادیات ضبحاً وغیرہ میں تو ظا کو مُفسد
کہا اور جہان جہان مادہ ضلال کا آیا ہے جیسے ومن یضلل اللہ اور ائذا ضللنا اسمیں غیر
مفسد کہا ورنہ اسکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہر جگہ عدم فساد اسی مادہ کے ساتھ خاص کیا گیا
چنانچہ ائذا ضللنا میں خود ظللنا بالظاء کا ایک قراءۃ ہونا بھی نقل کیا ہے اس سے صاف
معلوم ہوا کہ اس قراءۃ کی رعایت سے ہر جگہ اس مادہ میں تاویل صحت معنی کیگئی ہے اس وجہ
سے مُفسد نہیں کہا اور ہرچند کہ تعلیل میں جو اسی مادہ سے ہے بعض کا قول لا تصح نقل کیا
ہے مگر اس قول کو اپنی طرف منسوب نہ کرنا بعض مجہول کیطرف نسبت کرنا خود قرینہ ہے کہ یہ انکا مختار
نہیں ہے پس بناء مذکور پر راجح یہاں بھی عدم فساد ہوگا فقد بر و تشکر اور تجوید کی مقدار واجب

صرف تصحیح حروف اور رعایت وقوف ہے اسطرح کہ تغیر مراد نہو جاوے باقی مستحسن فی فتاوے
قاضیخان وان تغیر المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرء لا الہ ویقف ثم یبتدء بقولہ الا
ہو الی قولہ قال عامۃ العلماء لا تفسد صلوتہ لما قلنا وقال بعضہم تفسد صلوتہ
قلت الاختلاف فی الفساد یوجب الوجوب اس بنا پر اکثر لوگون نے اس واجب کو
حاصل کر رکھا ہے اور بہت سے تارک بھی ہین مگر نماز اُنکی بھی اکثر علماء کے قول پر ہو جاتی
ہے البتہ ایسون کو امامت سے احتراز واجب ہے فی فتاوے قاضیخان فان کان
لا ینطق لسانہ فی بعض الحروف الی قولہ لا یؤم غیرہ لکن الرجل اذا کان لا یقف
فی مواضع الوقف اھ واللہ اعلم - ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ -

(ایک مہتمم مدرسہ نے جلسۂ انعام طلبہ مین شرکت کی درخواست کی تھی اُسپر یہ تحریر فرمایا -)

مخدومی مکرمی دامت برکاتہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اسکے قبل کے عریضہ
مین حاضری جلسہ سے جو مانع طبعی تھا اُسکی اطلاع کی تھی جسکا مشاہدہ مکرمی مولویصاحب نے
بچشم خود فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ وقت جلسہ تک یہ مانع مرتفع ہو جاوے اب بعض موانع
شرعیہ کو محض استشارۃً پیش کرنا چاہتا ہون ہرچند کہ علماء کی خدمت مین ایسی جرءت کرنا
خالی از سوء ادب نہین مگر ایکطرف خیرخواہی کا جزو دین و ماموربہ ہونا پیش نظر دوسریطرف
آپ کی عنایات والطاف پر اعتماد پھر اُسکے ساتھ ہی اپنی رائے کی غلطی کے نکل جانیکی
اُمید ان سب اُمور نے اجازت دی کہ بے تکلف اپنے خیالات ظاہر کر دون اگر واقعی
میری رائے غلط ہے تو مین دل سے خواہان ہون اُسکی اصلاح فرما دیجاوے - حاصل اُن
موانع شرعیہ کا یہ ہے کہ جہانتک غور کرکے اور تجربہ کی شہادت سے دیکھا جاتا ہے بڑی
غرض ان جلسون کے انعقاد کی دوام معلوم ہوتے ہین - فراہمی چندہ - اور اپنی کارگذاری
کی شہرت یا یون کہیئے کہ مدرسہ کی وقعت و رفعت جسکا حاصل حبِّ مال اور حبِّ جاہ نکلتا
ہے جس سے نصوص کثیرہ مین نہی فرمائی گئی ہے ہرچند کہ مال و جاہ اگر دین کیلیئے مقصود ہون
تو مذموم نہین مگر کلام اسی مین ہے کہ ایسے مواقع پر یہ اُمور دین کے لیئے مقصود ہین یا دُنیا
کے لیئے سو گو نفس تاویل کرکے دین ہی کے لیئے بتلاتا ہے مگر اللہ تعالی نے ہر قصد کیلیئے

ایک خاص معیار بنایا ہے جس سے صحت یا فساد قصد معلوم ہو جاتا ہے سو ان مواقع مین جہانتک غور کیا جاتا ہے علامات طلب دُنیا کی غالب معلوم ہوتی ہین تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اگر دین مقصود ہوتا تو اُسکے اسباب و طرق مین کبھی کوئی امر خلاف رضاء حق تعالی اختیار نہ کیا جاتا اور جب ایسے امور اختیار کیئے جاتے ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا مقصود ہے اور ان اُمور سے بعضے بطور انموذج یہ ہین۔

(۱) چندہ کے حاصل کرنیمین قواعد شرعیہ کی رعایت نہین کیجاتی کیونکہ حکم شرعی ہے لا یحل مال امرئ الا بطیب نفسہ چندہ مین سوچ سوچ کردہ طرق اختیار کئے جاتے ہین جس سے مخاطب کے قلب پر اثر پڑے گو وہ اثر دباؤ یا شرم و لحاظ کیون نہو ایسے لوگون کو واسطہ بنایا جاتا ہے مجمع مین اُنکے روبرو فہرست بھی پیش کی جاتی ہے شرکت جلسہ مین اصرار کیا جاتا ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ بڑے آدمیون کو خالی ہاتھ آنے مین سُبکی و کم وقعتی کا اندیشہ ہوتا ہے بقایا کو مشتہر کرتے ہین جس سے اُنکو اپنی بدنامی کا خوف ہوتا ہے۔

(۲) حکم شرعی ہے کہ ریا حرام ہے اور اکثر ایسے مواقع پر دینے والون کے دل مین ریا ہوتی ہے اور ریا کا سبب بن جانا بھی معصیت ہے۔

(۳) اکثر اوقات علماء کا امراء کے دروازون پر جانا اور اُنسے تملّق کی باتین کرنا۔

(۴) جن اموال کو حلال نہین کہتے اگر وہ بھی حاصل ہون ہرگز انکار نہین کیاجاتا کیا ممکن ہے یا واقع ہے کہ کسی غالب سود یا رشوت والے نے کچھ دیا ہو اور اُسکو خلوتمین یا جلوتمین واپس کر دیا گیا ہو

(۵) اپنے مدرسہ کی اصلی حالت سے اکثر زیادہ ظاہر کیا جاتا ہے تصریحاً یا ایہاماً جسکا حاصل کذب و خداع ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص مدرسہ پر کسی قسم کا اعتراض کرے اور وہ حق بھی ہو تو ہرگز اُسکو قبول نہین کیاجاتا اُسکے درپے ہو کر ردکی کوشش ہوتی ہے گو دلمین اُسکو حق سمجھتے ہین جسکا حاصل بطر حق ہے۔

(۷) اگر اور کوئی مدرسہ مقابلہ مین ہو جاوے اور گو اُسکی حالت واقع مین اچھی ہو مگر ہمیشہ وہ مثل خار نظر آتا ہے اور دل سے اُسکے انہدام و انعدام کے متمنّی رہتے ہین ورنہ خوش ہونیکی بات تھی کہ دین کا کام کئی جگہ ہو رہا ہے لیکن محض اسوجہ سے کہ اُسکی شہرت نہو جاوے

اُسمین چندہ کی بیشی اور اسمین کمی نہ ہو جاوے ناگواری ہوتی ہے۔

(۸) کارروائی مین اپنی کارگذاری کا اظہار اپنی مدح اپنے مدرسہ کی ترجیح اپنے کام کی خوبی وکثرت دکھلانا اور اسکی وجہ سے تعلیم کی کمیت کا کیفیت سے زیادہ اہتمام کرنا اور کتابین بلا استعداد گھسیٹنا کہ کارروائی دکھلا سکین خواہ طالب علمون کو آوے یا نہ آوے۔ اِن علامات مین سے اوّل کی چار حبِّ مال لغیر الدین کی علامتین ہین اور مؤخر چار حبِّ جاہ لغیر الدین کے علامات ہین اور فساد منشا کی وجہ سے آثار بھی ایسے ہی مُرتّب ہوتے ہین۔

(۹) اکثر ایسے جلسون مین اسراف ہوتا ہے جن لوگون کے بلانیکی کوئی ضرورت نہین اُنکے اور اُنکے رفقاء خدام کے کرایہ مین بہت سے روپیہ جاتے ہین۔ بعض اوقات طعام غیر کا بھی مدرسہ سے اہتمام ہوتا ہے جسمین تکلف ہوتے ہین اور ساتھ مین غیر اضیاف بھی کھاتے ہین اور غالباً بلکہ یقیناً روپیہ والون سے اذن نہین لیا جاتا اور دلالتِ اذن کا بھی دعویٰ مشکل ہے کیونکہ اہل عطا خود ایسے مصارف کی مذمت کیا کرتے ہین۔

(۱۰) بعض جگہ مسجد مین ایسے جلسے ہوتے ہین اور مسجد کیساتھ بیٹھک کا سا برتاؤ ہوتا ہے شور وشغب دنیا کی باتین اشعار مذمومہ اور بہت سے منکرات جو مشاہدہ سے متعلق ہین جب مسجد مین وہ اُمور مباحہ بھی ناجائز ہین جنکے لئے مسجد موضوع نہین تا بہ منکرات چہ رسد

(۱۱) ایسی کارروائیون سے بجائے وقعت وعزّت مقصودہ کے اہل علم کی ذلت وحقارۃ اہل دنیا کی نظر مین ہوتی ہے کیونکہ اصل عزت استغنا ہے اور اس تحقیر کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے لئے علم دین کو پسند نہین کرتے کہ یہی انجام انکا ہوگا گویا یہ حالت مناعٌ للخیر کا ایک شعبہ ہے۔

(۱۲) تکثیر سواد طلبہ ومخلصین کے دکھلانیکو نااہلونکو اہل دکھلایا جاتا ہے وقس علی ھذا اگر یہ خیالات قابل اصلاح ہون تو اصلاح فرما دیجئے ورنہ مین عمل اور قبول کرنے پر جبر نہین کرتا مگر اقل درجہ میری غیر حاضری کیلئے انکو وجہ وجیہ قرار دیا جاوے اور معاف فرمایا جاوے۔ فقط والسلام

جواب۔ (از مہتمم صاحب) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت اقدس کا والا نامہ پہونچا مضمون سے آگاہی ہو کر بہت بڑا اطمینان اور خوشی ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مدرسہ ہذا کی بنیاد

ابتدا سے کچھ ایسی پڑی ہے کہ جو امور آپ تحریر فرماتے ہین اُن سے نفرت ہے بناوٹ کو یہان کوئی
پسند نہین کرتا محض توکل کے اوپر بنیاد ہے چندہ والونکی خدمت مین زیادہ اصرار کرکے جبر نہین
کیا جاتا جسکی طبیعت چاہے شریک ہو جسکا جی چاہے نہ شریک ہو جو کام خدا کیواسطے مد نظر ہو اُس مین
اِن اُمور کا خیال ہرگز نہین ہوتا خداوند کریم کے اختیار ہے جو چاہے سو کرے اہلِ دنیا کی خوشامد
کرنی فضول ہے یہی وجہ ہے کہ مدرسہ ہذا مین وہی لوگ شرکاء چندہ ہین جو اخلاص سے دیتے
ہین اور بار بار اُنسے تقاضا کی نوبت نہین آتی نہ بندہ کی اس قسم کی عادت ہے یہ فعل میرے نزدیک
معیوب ہے مدرسہ مین جلسہ کرنے سے صرف غرض میری اتنی ہی ہوتی ہے کہ جو لوگ شریک
چندہ ہین اُنکو واقعی کیفیت بلا زیادتی اور کمی کے سُنائی جاوے اور انعام تقسیم کرکے جو طلبہ قابل
ہین اُن کو خوش کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ اُنکی دل شکنی نہ ہو اور نیز چند علماء جمع ہوکر وعظ و نصیحت
کرین تاکہ لوگون کو ہدایت ہو اور مخلوق کو فائدہ پہونچے خاص جلسہ کیواسطے اور علماء کی آمد و رفت
کے کرایہ مین صرف کرنیکے واسطے اور جو لوگ شریک جلسہ ہین جنکو مدرسہ کیطرفسے دعوت ہوتی
ہے اِس ہی غرض سے اور اسی نام سے اجازت لیکر آجتک کارروائی ہو رہی ہے۔ مدرسہ کے چندہ
مین اور اس چندہ مین کوئی تعلق نہین یہ بات خداوند کریم نے میرے قلب مین اول ہی پیدا کردی
تھی۔ جلسہ مین شریک ہونیکے واسطے کسی کی خوشامد کو رئیس کے پاس ہرگز کوئی نہین جاتا بلکہ جنکو
مدرسہ سے غرض ہے اُنکو تاکید کرکے جلسہ مین بُلایا جاتا ہے ورنہ خاص طور پر غُربا کی طرف زیادہ
توجہ کیجاتی ہے چونکہ یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہے کہ امرا لوگ جلسہ مین شریک شرم کیوجہ سے
نہین ہوتے اسواسطے اُنکو بلایا بھی نہین جاتا اور نہ سعی کیجاتی ہے خود دعوت دیتے ہوئے
نفرت معلوم ہوتی ہے اگر کوئی مدرسہ مقابلہ مین ہو جاوے تو اُسکی تخریب کے درپے ہونا محض
نادانی اور بیوقوفی ہے اللہ کا شکر ہے کہ یہان کسی مدرسہ مین تقابل نہین کسیکی مخالفت سے
غرض نہین بلکہ اور مدارس جو ہین اُن کی ترقی کے خواہان ہین اسکے خلاف کرنا خدا و رسول کا
چور ہونا ہے اور دین کا بدخواہ چونکہ دستاربندی ایک شیوہ اور فخر ہو گیا ہے اور اسکو اچھا
سمجھکر اختیار مدارس نے کیا ہے اسوجہ سے اس امر کو بندہ نے اچھا نہین سمجھا اور مدرسہ ہذا
مین اسکا سلسلہ موقوف رکھا اس مختصر عرضداشت سے جناب والا معلوم کرسکتے ہین کہ

میری غرض مدرسہ کرنیسے کیا ہے آیا حبّ دنیا یا اور کوئی علاوہ اسکے اور جو کوئی امر خلاف مرضی
اللہ اور شرع ہو بلا تامل نصیحت فرمادین بخدا مین اس مین آپکا نہایت شکر گذار ہون گا اور آپکو
محسن تصور کرونگا چونکہ مدرسہ ہذا مین جلسہ کیواسطے اور کوئی جگہ نہین ہے اسواسطے صحنِ مسجد اختیار
کیا ہے مگر حتی الامکان امور منہیہ کی رعایت اپنی طرفسے کیجاتی ہے اور لوگونکو تاکید بہت کیجاتی
ہے یہ بات صرف مجبوری کیوجہ سے ہے جلسہ کرنیسے میری یہ غرض ہرگز نہین ہے کہ چندہ جمع ہو
اور رفعت منظور ہو رہا امر خواندگی سو خدا کے فضل سے یہ بات نہین بلکہ مدرسون کو حتی الوسع
تاکید ہے کہ طالبعلمونکو خوب اطمینان سے پڑھاوین اگرچہ کتابین سال مین کم ہون اور نیز طلبہ کی
کمیت جسقدر ہوتی ہے اُسیقدر ظاہر کیجاتی ہے - اُمید کہ جواب باصواب سے مطلع فرماکر ممنون فرمادین

(**جواب الجواب** - ازحضرت مولانا مدظلہم العالی)

مخدومی دامت فیوضہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - الطاف نامہ نے مسرور فرمایا اللہ تعالیٰ آپکے
مقاصد حسنہ اور اخلاص نیت مین زیادہ برکت فرمادین اور آپکے مدرسہ کو اور اسیطرح جمیع
مدارس اسلامیہ دینیہ کے فیوض وبرکات سے ہم محتاجون کو مستفید فرمادین آپکی تحریر سے
اطمینان ہو گیا کہ ماشاء اللہ آپکو ایسے اُمور پر نظر اور اُسکا اہتمام ہے مگر سبکا حاصل صرف
اسقدر ہے کہ جلسہ مین کوئی امر قبیح بالذات نہین ہوتا ہے لیکن یہ خلجان ابتک باقی ہے
اور باقی رہنے والا معلوم ہوتا ہے کہ وجوب ترک کے لئے صرف قبیح بالذات شرط نہین
بلکہ قبیح بالغیر کافی ہے سو یہ امر تو مسلّم ہو چکا ہے کہ بہت سے بلکہ کل جلسے مفاسد معروضہ سابقہ
سے خالی نہین ہوتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُسکا انسداد حتی الامکان ضروری ہے اور انکی
ترویج مباشرۃً یا تسبیباً منہی عنہ ایسی حالت مین اگر کوئی مہتمم مدرسہ نہایت احتیاط کے ساتھ
جلسہ کرے تو مباشر مفاسد تو نہ ہوگا مگر اسمین کوئی شبہہ نہین کہ دوسرے غیر احتیاطی جلسون
کی ترویج کا سبب تو بنے گا فقہا نے بہت مواقع مین بعض مباحات کو محض سدًّا
للذرائع وحسماً لمادۃ الفساد تاکید سے روکا ہے چنانچہ علما محققین اس زمانہ مین
رسوم مُروجہ مولد وفاتحہ واعراس کو گو بانی اعتقاداً وعملاً محتاط ہی کیون نہ ہو اسی بناء پر
روکتے ہین کہ دوسرے بے احتیاطون کیلئے سبب ترویج کا ہوگا اس حکم مین مجالس

بدعیہ ومجالس مدرسیہ متماثل ومتساوی ہین چنانچہ مشاہدہ کے بعد تامل کرنا کافی ہے اور جو مصلحتین اِن جلسون مین ارشاد ہوئی ہین اُنکے مصلحت ہونمین کلام نہین مگر مصالح اور مفاسد مین جب تعارض ہوتا ہے تومفاسد کے اثر کو ترجیح ہوتی ہے جبکہ مصالح حد ضرورت شرعی تک نہ پہونچے ہون اور مانحن فیہ مین ظاہر ہے کہ ضرورت شرعی نہین ہے بلکہ مصلحت بھی اسی صورت مین منحصر نہین ہے معینین کو بذریعۂ روئداد تحریری حالت مدرسہ کی معلوم ہوسکتی ہے اور طلبہ کا ویسے بھی انعام پاکر دل خوش ہوسکتا ہے اور وعظ و ہدایت اوّل تو ایسے مواقع پر شرکاء جلسہ کو صاف صاف کرنا مشکل ہے اُنکے تکدر کا خیال ہوتا ہے پھر اس مقصود کا اہتمام مستقل طور پر بھی ہوسکتا ہے اسلئے ابتک بھی حاضری سے معافی کا خواستگار ہون - والسلام

جواز و عدم جواز منی آرڈر

سوال - زید اور عمرو مین منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین گفتگو ہے - زید کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا جائز ہے اور جواز کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ ہر چیز مین اصل اباحت ہے - عمرو کہتا ہے کہ چونکہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا کسی معاملہ شرعی کے تحت مین داخل نہین اسلئے ناجائز ہے - زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ شرعی کے تحت مین داخل ہے اور داخل ہونیکو اسطرح بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی کسی حمّال سے کام لے اور اُجرت پیشگی دیدے تو جائز ہے عمرو کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین اور حمّال سے کام لینے مین اور پیشگی اُجرت دینے مین فرق ہے پہلی صورت کو دوسری صورت پر قیاس کرنا صحیح نہین کیونکہ منی آرڈر مین تو شرط ہے کہ روپیہ پہنچانیکی اُجرت پیشگی لے لیجاوے اور حمّال کو پیشگی اُجرت دینا شرط نہین بلکہ دینے والے کا احسان ہے اگر پیشگی اُجرت نہ دے تو حمّال شرعاً یا عرفاً تقاضا نہین کرسکتا اور منی آرڈر تو اُس وقت تک روانہ ہی نہین ہوسکتا جبتک پیشگی اُجرت نہ دے اسکے علاوہ ناجائز ہونیکی وجہ عمرو ایک اَور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمّال پر قیاس کرنا اسوجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمّال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اس کا امین ہے اگر حمّال سے وہ بوجھ کھو جاوے تو تاوان نہ لیا جاویگا - جیسا امین سے نہین لیا جاتا اور منی آرڈر کا روپیہ اگر ڈاکخانہ والون کے پاس سے کھو جاوے تو اُسکا تاوان لیا جاتا ہے اور ڈاکخانہ سے گویا شرط ہے کہ اگر روپیہ کھو جاوے تو وہ تاوان دیگا اسکے علاوہ ناجائز ہونیکی وجہ ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمّال پر قیاس کرنا اسوجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمّال

کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اُسکا امین ہے اور امین پر واجب ہے کہ جو چیز امانت مین دیجائے بعینہ وہی واپس کرے اور منی آرڈر مین سب جانتے ہین کہ وہی روپیہ بعینہ نہین ملتا بلکہ اُس کے مثل دوسرا روپیہ ملتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ عموم بلوی و دفع حرج اور تعامل علماء و صلحاء کی وجہ سے بعض ناجائز چیزین بھی جائز ہوجاتی ہین اور یہ تو مباح الاصل ہے یہ کیونکر نہ جائز ہوگا۔ مثلاً غلہ کی بالیون کو بیلون سے پامال کراتے ہین اور بیل اُسمین بول و براز کرتے ہین اس کو سب جانتے ہین پھر عموم بلوی و دفع حرج اور تعامل علماء و صلحاء یا تعامل خلائق کیوجہ سے اسکو سب حلال جانتے ہین اور اس غلہ کا سب استعمال کرتے ہین اسی طرح اگر منی آرڈر بھی بالفرض ناجائز ہو تو جائز ہوجائیگا اب از روئے شرع شریف اس گفتگو کا فیصلہ فرمایئے اور قول فیصل ارشاد فرمایئے تاکہ قلب کو تسکین ہو۔

الجواب - قاعدہ کلیہ ہے الاتواضی تقضی بامثالہما۔ اور منصوص ہے کہ قرض مین کمی بیشی کی شرط ربو ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ منی آرڈر کا روپیہ جو ڈاکخانہ مین داخل کیا جاتا ہے آیا وہ امانت ہے اور اہل ڈاک اجیر ہین یا قرض ہے اور اہل ڈاک مستقرض ہین سو چونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ روپیہ بعینہ نہین بھیجا جاتا اور نیز قانون ہے کہ اگر ڈاکخانہ سے اتفاقاً وہ روپیہ ضائع ہوجاوے تو اہل ڈاک اُس کا ضمان دیتے ہین ان دونون امرون سے معلوم ہوا کہ وہ امانت نہین بلکہ قرض ہے جو دوسری جگہ ادا کیا جاتا ہے پس فیس بھی جزو قرض ہوا اور مقام وصول پر چونکہ بوضع فیس ادا کیا جاتا ہے اسلیئے قرض مین کمی بیشی لازم آئی یہ وجہ اُسکے ممنوع ہونیکی ہے بلکہ اگر یہ فیس بھی نہ ہو تب بھی حسب قاعدہ کلیہ کل قرض جر نفعا فہو ربوا بوجہ منفعت سقوط خطر طریق کے داخل سفتجہ ہو کر مکروہ ہے فی الدر المختار کتاب الحوالہ وکرہت السفتجہ۔ اور چونکہ یہ عقد اجارہ نہین جیسا اوپر مذکور ہوا لہذا مسئلہ حمال سے اُس کو کوئی مس نہین کما ھو ظاہر اور عموم بلوے طہارات و نجاسات مین مؤثر ہے نہ حلت اور حرمت مین اور تعامل اس کو نہین کہتے بلکہ وہ ایک قسم ہے اجماع کی اور اُس مین شرائط اجماع کا پایا جانا ضروری ہے منجملہ اُسکے یہ بھی کہ علماء عصر واحد بلانکیر اُسکو قبول کرین متنازع فیہ مین یہ امر مفقود ہے اس لیئے یہ تعامل نہین ہے ایک رواج عامیانہ ہے جو شرعاً حجۃ نہین ۔ اس سے سب نظائر مذکورہ زید کا جواب نکل آیا واللہ اعلم البتہ بہت غور فکری سے اس قدر تاویل کی گنجایش ہوسکتی ہے کہ فیس کو اجرت کتابت و روانگی

فارم کی کہا جاوے اس سے حرمت تفاضل تو دفع ہو جاویگی مگر کراہت سفتجہ کی باقی رہیگی۔ واللہ اعلم

سوال۔ زید اور عمرو مین ڈاکخانہ مین روپیہ جمع کرنیکی نسبت گفتگو ہے زید کہتا ہے کہ محض بغرض حفاظت ڈاکخانہ مین جمع کر دینا جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے یہ روپیہ سودی تجارتون مین لگایا جاتا ہے اور اس جمع کرنے مین سودی تجارت کی اعانت ہے لہذا نا جائز ہے زید کہتا ہے کہ سبکا روپیہ تجارت مین نہین لگایا جاتا کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ جب کوئی شخص اپنا روپیہ برآمد کرانا چاہے تو روپیہ برآمد ہو جائیگا البتہ بعض کا روپیہ تجارت مین لگایا جاتا ہوگا یا تھوڑا تھوڑا سب کا لگایا جاتا ہو بہر حال یہ معلوم ہونا مشکل ہے بلکہ عادتاً نا ممکن ہے کہ کسکا روپیہ تجارت مین لگایا گیا اور کسکا نہین لگایا گیا یا کس نسبت سے روپیہ لگایا گیا کیونکہ سبکا روپیہ ملا کر رکھا جاتا ہے اور بالفرض اگر سب روپیہ تجارت مین لگایا جاتا ہے جب بھی اعانت علی المعصیۃ کا الزام نہین کیونکہ اس قسم کی اعانت علی المعصیۃ کو اعانت علی المعصیت ہی نہین خیال کیا گیا مثلاً ولایت کی ہزارون چیزین کپڑے برتن گھڑیان دیا سلائی وغیرہ ہندوستان مین فروخت ہوتی ہین اور ہمکو یقیناً معلوم ہے کہ اُنکے بنانیوالے انگریز ہین جو سودی لین دین اور سودی تجارت کے عادی ہین اور بمبئی کلکتہ وغیرہ مین جو مال لیا گیا ہے وہ بھی نا جائز طریقہ تجارت سے لیا گیا ہے پھر ہم تمام مسلمان کیا عوام کیا علماء وصلحاء سب ہی ان چیزون کو خریدتے ہین اور کام مین لاتے ہین مسلمانون کا خرید کرنا سودی تجارت کو ترویج دینا ہے یا نہین اگر پوری ترویج نہین تو مسلمان تھوڑی ترویج تو ضرور ہی دیتے ہین مگر سودی تجارت کی تھوڑی ترویج بھی تو آخر حرام ہی ہوگی اور اعانت علی المعصیت کے تحت مین داخل ہوگی جسطرح ڈاکخانہ مین روپیہ جمع کرنیسے اعانت علے المعصیت ہے اُسیطرح بلکہ غور سے دیکھو تو اُس سے کہین زائد ولایتی چیزون کے خرید کرنے مین اعانت علی المعصیت ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمرو اسکو جائز کہے اور اُسکو نا جائز اسکے علاوہ ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر چادر کا ایک کونا ناپاک ہو گیا ہو اور یاد نہ آتا ہو کہ کونسا کونا ناپاک ہو گیا تھا تو جس کونہ کو دھو ڈالیگا چادر پاک ہو جاویگی اس جزئی کو یاد رکھو اور دیکھو کہ چادر کیون پاک ہو جائیگی بظاہر چادر کو پاک نہونا چاہیے کیونکہ ممکن ہے اسنے وہ کونا نہ دھویا ہو جو ناپاک تھا بلکہ وہ کونا دھویا ہو جو پہلے سے پاک تھا مگر پھر بھی شریعت نے چادر کو پاک کہا اس لئے کہ

کہنے کی دو وجہ ہو سکتی ہین ایک تو دفع حرج دوسرے یہ کہ جب شبہہ ہوگیا کہ معلوم نہین وہ کونہ
ناپاک ہے یا یہ کونہ ناپاک ہے تو صرف شبہہ سے ہر کونے کو ناپاک نہین کہتے اسکی نظیر کتب
فقہ مین اور بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ جب غلہ کی بالیون کو بیلون سے پامال کراتے ہین تو
بیل انپر بول وبراز کرتے ہین اس غلہ کے پاک ہونیکو فقہاء نے لکھا ہے کہ کچھ غلہ محتاجون
کو دیدیا جاوے یا حصہ دارون مین تقسیم کردیا جاوے تو کل غلہ پاک ہوجائیگا - اور وجہ یہ لکھتے
ہین کہ شبہہ ہوگیا کہ شاید ناپاک غلہ دوسرے کے حصہ مین چلا گیا ہو ہمارے حصہ مین نہ رہا ہو
اسمین شک نہین کہ یہ وجہ یا اسکے مثل جو اور وجوہات ہون سب کمزور ہین اور سب کا
حاصل یہ ہے کہ عموم بلوی دفع حرج تعامل علماء صلحاء یا تعامل خلایق کی وجہ سے یہ چیزین حلال
اور پاک اور جایز ہین انھین دونون صورتون پر ڈاکخانہ مین روپیہ جمع کرنیکو خیال کرو جسطرح
کہ شبہون سے وہان ناپاک چادر اور ناپاک غلہ پاک اور حلال ہوجاتا ہے اسی طرح کے شبہون
سے یہان ڈاکخانہ کا حرام اور ناپاک روپیہ بھی حلال اور پاک ہوجاویگا (حرام اور ناپاک علی سبیل
الفرض کہا گیا ورنہ وہ ایسا نہین ہے) اور اگر اس قسم کے شبہون سے قطع نظر کرکے وہان عموم
بلوی دفع حرج تعامل علماء وصلحاء سے حرام وناپاک کو حلال وپاکیزہ بنایا جاتا ہے تو یہان بھی ایسا
ہی ہونا چاہیے دونون مین فرق کرنیکی کوئی وجہ نہین اگر یہ کہا جائے کہ جب ڈاکخانے نہ تھے تو صرف
حفاظت کی غرض سے لوگ روپیہ کہان رکھتے تھے جہان پہلے رکھتے ہون وہین اب بھی رکھا
کرین تو کہا جائیگا کہ جب ڈاکخانے نہ تھے اور منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ نہین بھیجا جاتا تھا
تو لوگ کس طرح روپیہ بھیجتے تھے جسطرح پہلے بھیجتے تھے اسیطرح اب بھی بھیجین اگر وہ
جائز تو یہ کیون ناجائز دونومین کیا فرق ہے اگر وہان کوئی وجہ جواز کی ہے تو یہان بھی کوئی وجہ جواز کی ہے-

الجواب - قاعدہ کلیہ ہے کہ امانت اگر مالک کی اجازت سے دوسرے اموال مین مخلوط
کردیجائے تو مجموعہ مشترک ہوجاتا ہے فی الدر المختار کتاب الایداع وان باذنہ اشترکا شرکۃ
املاک کما لو اختلطتا بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی - پس جب حسب
بیان سائل وہ روپیہ ملاکر رکھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خلط بالاذن ہے تو جسقدر روپیہ تجارت
جائز مین لگیگا اسمین سب کا تھوڑا تھوڑا روپیہ ضرور ہوگا پس ہر شخص بقدر اسی حصہ مشترک

کے معین اُس تجارت کا ہوگا اور معصیت کی اعانت ضرور معصیت ہی اور خرید اشیاء کو
سودی تجارت کی اعانت نہین کہہ سکتے کیونکہ ہم نے جب کوئی شے خرید کر اُسکی قیمت ادا کردی تو
وہ قیمت اُس تاجر کی ملک ہوگئی ہمارا روپیہ معصیت مین صرف نہین ہوا اور یہان تو خود ہمارا ہی
روپیہ تجارت حرام مین لگایا گیا ہے اور جو نظائر فقہیہ سوال مین مذکور ہین اُن سب کا جواب یہ ہے
کہ ان نظائر مین بعض اجزاء واقع مین اجزاء نجسہ سے متمیز و متفرد ہین تو دفع حرج کیلئے اسکا اعتبار
کر لیا گیا اور یہان بالیقین ہر جزو مین بوجہ اشتراک اعانت علی المعصیت ہو رہی ہے اور عموم بلوی
کا جواب مسئلہ منی آرڈر مین مذکور ہو چکا ہے اور منی آرڈر مین اور اسمین جو فرق دریافت کیا ہے
اول تو فرق نہونا مضر نہین کیونکہ اُسکو بھی منع کیا جاتا ہے جیسا مفصلاً مذکور ہوا پھر تاویل اخیر
کے اعتبار سے فرق بھی ہوسکتا ہے کہ اس مین ایسی تاویل ابتک نہین نکلی فافترقا البتہ اگر یقینا تحقیق
ہو جاوے کہ اس روپیہ سے ناجائز کام نہین ہوتا تو بدون سود لینے کے جمع کرنا جائز ہوگا۔
واللہ اعلم - ۱۸ - ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ۔

تحقیق میعاد سماعت دعویٰ مذکورہ بعض کتب فقہیہ

سوال - قدیم زمانہ مین جبکہ معاملات کے انفصال کا شریعت پر حصر تھا تمام معاملات اور دعاوی
مین سوائے اوقاف اور ایسے دعاوی کے جو منافع عام کے متعلق ہین سماعت کیلئے پندرہ سال
تک تحدید کردیگئی تھی جسکو علماء شریعت نے (مرور زمان) سے تعبیر کیا ہے اور عملدرآمد اسی پر رہا
ہے کہ اگر مدعی علیہ اسقدر میعاد گذر جانیکی وجہ سے قابل سماعت نہ رہنے کا عذر پیش کرتا تھا تو
یہ عذر اُسکا مسموع ہوتا تھا بالفعل عثمانی حکام شریعت اور حکام عدالت دیوانی اس تحدید کے
پابند ہین سہولت کیلئے چند معتبر کتب شرعیہ کا حوالہ بھی ذیل مین دیا گیا ہے - اگر جناب کے نزدیک
بھی عملدرآمد اسی پر ثابت ہو جاوے اپنے قلم یا مُہر سے اس پرچہ کو مزین فرماوین - فی فتاوی
القبالی لا تسمع الدعوی بعد ست وثلاثین سنة ولکن المختار الآن ان لا تسمع بعد
خمس عشرة سنة الا بامر السلطان وعلیه الفتوی (بزازیه من کتاب الدعوی) ورد الامر
من السلطان بعدم سماع حادثة لها خمس عشرة سنة وقد افتیت بعدم سماعها النهیه
(من البحر الرائق فی کتاب الدعوی) القضاء یجوز تخصیصه وتقییده بالزمان والمکان و
استثناء بعض الخصومات کما فی الخلاصة فعلی هذا الوامر السلطان بعدم استماع الدعوے

بعد خمس عشرة سنة لا تسمع (الاشباہ والنظائر) وھکذا فی الظھیریة لان السلطان
لم یوکل بسماع الدعوی بعد خمس عشرة سنة فیکون الافتاء بقول الشارع لا القانون فقط

الجواب - فی الدر المختار (فرع) القضاء مظهر لا مثبت ویتخصص بزمان ومکان
وخصومة حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسة عشر سنة فسمعها لم ینفذ قلت
فلا تسمع الان بعدها الا بامر الخ اس روایت سے حکم مسئول عنہ کی لم اور حقیقت اور مبنی
اصلی منکشف ہوگیا یعنی چونکہ ولایت قاضی کی مستفاد ہوتی ہے امر سلطانی سے تو جسقدر سلطان
نے اُسکو اختیارات دیئے ہین اُنسے زائد مین وہ قاضی ہی نہین اسلیئے اُسکے احکام اُن اُمور
مین نافذ نہونگے پس جب سلطان نے اُسکو کہدیا کہ اتنی مدت تک کے بعد تم دعویٰ مت سُننا
اور تصریح روایت فقہیہ قضا کی تقیید مکان وزمان کیساتھ جائز ہے اسلیئے معنی کلام سلطان
کے یہ ہوئے کہ تمھاری قضا خاص ہے اُنہی واقعات کے ساتھ جو اس میعاد کے اندر ہون
اور دوسرے واقعات مین ہم تمکو قاضی نہین بناتے یہ وجہ ہے قضا نافذ نہونیکی اور اِس سے
یہ لازم نہین آتا کہ واقع مین صاحب حق کا حق زائل و باطل ہو جاوے یا خود سلطان کو اس قید کا
رفع کرنا جائز نہو چنانچہ قول الا بامر خود اسکا صریح مؤید ہے اور جب اس حکم کی علت معلوم
ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تقیید اُسی وقت اور اُسی شخص کے حق مین ہے جو اُس سلطان کا
محکوم ہو اور جب تک وہ سلطان زندہ رہے اور اپنے اسی حکم پر قائم رہے اور اگر کوئی حاکم و
قاضی اُس سلطان کے دائرہ حکومت سے خارج ہو یا وہ سلطان مرجاوے جسکے مرنے سے
بتصریح فقہاء اُسکا حکم مرتفع ہو جاتا ہے یا خود وہ سلطان اپنا حکم منسوخ کردے اِن صورتون مین
یہ حکم نہین - خلاصہ یہ ہے کہ یہ حکم مقصود شرعی نہین بلکہ شعبہ ہے توکیل بامر خاص کا چنانچہ عبارت
سوال مین سے یہ قول لان السلطان لم یوکل الخ اسکی صریح دلیل ہے اس بنا پر غیر حدود
سلطنت عثمانیہ مین اِن روایات کو حکم فقہی سمجھکر عمل کرنا جائز نہین اور حدود عثمانیہ مین بھی صرف
قضاۃ پر عمل واجب ہے نہ اہل حقوق پر -

سوال - زید کہتا ہے کہ مولود - قیام مولود - عرس فاتحہ وغیرہ گو فی نفسہ مباح ہین مگر آجکل کے
عوام چونکہ انکو عملاً یا علماً ضروری جانتے ہین اسلیئے انکا ترک کرنا واجب ہے مگر اس کہنے کیساتھ

زید پیری مریدی کو عملاً اچھا جانتا ہے عمرو کہتا ہے کہ جسطرح مولود وقیام مولود عرس فاتحہ وغیرہا گو فی نفسہ مباح ہین مگر عوام کی اصلاح عقائد واعمال کی غرض سے انکا ترک کرنا واجب ہے اسی طرح آجکل کی پیری مریدی ہے بلکہ سچ پوچھو تو مولود عرس فاتحہ کرنیوالون کے عقائد واعمال اتنے خراب نہین جتنے آجکل کے پیرون مریدون کے ہے اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے دلیل کی محتاج نہین پھر مولود وغیرہ کے ترک کو مصلحتاً واجب کہنا اور پیری مریدی کو نہ کہنا بلکہ اُسکی ترویج مین کوشش کرنا خلاف حق پرستی ہے یا نہین اگر پیری مریدی کو قائم رکھ کے اُن کے زوائد کی اصلاح کرنا چاہئے تو مولود وغیرہ کو بھی قائم رکھ کے اُنکے زوائد کی اصلاح کرنا چاہیے ایک کو توسرے سے ترک کرین اور ایک کی زوائد کی اصلاح کرین یہ انصاف کے خلاف ہے اگر کہا جائے کہ اصلاح باطن فرض ہے اور یہ ممکن نہین جبتک پیری مُریدی قائم نہ رکھی جاوے اور اس کے سب زوائد نہ برتے جادین کہا جائیگا مولود عرس فاتحہ وغیرہ بھی آجکل زیادہ تر انھین لوگون مین ہے جو پیری مریدی کرتے ہین اور غالباً ہمیشہ انھین لوگون مین زیادہ تر یہ چیزین رہی ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح باطن مین انکو بھی کچھ دخل ضرور ہے ورنہ ظاہر مین تو نہ مولود سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے نہ پیر کا شجرہ لینے اور پڑھنے سے اگر شجرہ لینے اور پڑھنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے تو مولود پڑھنے سے کیون نہین ہوتی اور بالفرض مولود وغیرہ سے کچھ نہین ہوتا اور شجرہ لینے اور پڑھنے سے سب کچھ ہوتا ہے لیکن جب عوام کی اصلاح خواص پر واجب ہے اور عوام صوفیہ ان زوائد کو علماً اور عملاً ضروری خیال کرتے ہین اور مقصود بالذات سے بھی بڑھکر سمجھتے ہین تو خواص کو چاہیے کہ نہایت اہتمام سے انکو ترک کرین اور ترک کی رغبت دلائین مگر اسوقت معاملہ برعکس ہے۔

الجواب- قاعدہ کلیہ ہے کہ جو امر شرعاً مطلوب و مقصود ہو اور اُس مین مفاسد منضم ہو جاوین تو اُس امر کو ترک نہ کرینگے خود اُن مفاسد کا انسداد کرینگے اور جو امر مقصود نہ ہو اُس مین غلبہ مفاسد سے خود اُس امر کو ترک کر دینگے دلیل اس قاعدہ کی رسالہ طریقہ مولد شریف مین مذکور ہے پس طریقہ بیعت کہ موقوف علیہ نسبت باطنیہ کا ہے جو خود واجب ہے مقاصد شرعیہ سے ہوا اسمین جو مفاسد ہون انکو دفع کیا جاویگا مثلاً نااہلون سے بیعت کرنے کی

ممانعت کرینگے بیعت کے بھروسے اعمال مین تہاون کرنے سے روکینگے شریعت و حقیقت
کو متغایر و متضاد سمجھنے سے منع کرینگے و مثل ذلک اور خود طریقۂ مذکورہ کو محو نہ کرینگے بخلاف
دیگر اعمال مذکورۂ سوال کے کہ مقاصد شرعیہ سے نہین ہین اور مشتمل مفاسد پر ہین اسلئے
قابل ترک ہونگے اور اعمال مذکورہ کو اصلاح باطن مین مطلق دخل نہین نہ شجرہ کو اُس سے کوئی
تعلق ہے نہ پیری مریدی مین شجرہ شرط ہے اگر شجرہ مین کوئی مفسدہ دیکھا جاویگا اُس کو بھی روک
دینگے پس قیاس کرنا ان کو پیری مُریدی پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اس طریقہ کا اصلاح باطن
کیلئے موقوف علیہ ہونا دلیل سے ثابت ہے بخلاف ان افعال کے کہ کسی دلیل سے اس کا شرط
اصلاح ہونا ثابت نہین بلکہ بوجہ مخالفت شریعت کے مُضر ہونا ثابت ہے فافترقا
واللہ اعلم - ۱۸ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۱ھ -

سوال - زید کہتا ہے کہ بدعت کی دو قسمین ہین حسنہ و سیئہ - عمرو کہتا ہے کہ بدعت ہمیشہ
سیئہ ہی ہوتی ہے زید کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تراویح کو بدعت اور
نعم البدعۃ کہا عمرو کی دلیل یہ ہے کل بدعۃ ضلالۃ بدعت کی تعریف حدیث مین
توکہین مذکور نہین اگر مذکور ہو تو تحریر فرمائی جاوے - بدعت کی جو کچھ تعریف ہو مگر اس مین شک
نہین کہ اس وقت یہ پہچاننا کہ یہ امر بدعت ہے یا نہین نہایت مشکل نظر آتا ہے - صحابہ رضی
اللہ عنہم کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُن امور کو بھی بدعت کہتے تھے جو
فی نفسہا مباح اور بظاہر موجب ثواب تھے مگر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت
نہ تھے مثلاً تشہد کے اوّل بسم اللہ پڑھنا قرآن مجید کا جمع کرنا چنانچہ اس باب مین حضرت
ابوبکر و حضرت انس رضی اللہ عنہما کا جو کچھ قصہ ہے صحاح مین موجود ہے چھینکنا اور اُسکے بعد
السلام علیکم یا اسی کے مثل کچھ الفاظ کہنا اذان کے بعد نمازیون کو پکارنا چنانچہ اس باب مین
حضرت ابن عمرؓ کا غصہ فرمانا اور اُس مسجد مین نماز نہ پڑھنا صحاح مین موجود ہے غرض اسی قسم
کے ہزارون اُمور ہین جو فی نفسہا مباح یا بظاہر موجب ثواب ہین مگر چونکہ حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً فعلاً تقریراً ثابت نہین اسلئے صحابہ اُنکو بدعت کہتے ہین اور
اُنکو نہایت ہی بُرا جانتے ہین اب اس زمانہ مین مباح الاصل چیز کسیطرح بدعت ہو ہی نہین

سکتی اور جس مباح الاصل چیز مین بظاہر کچھ ثواب کی جھلک ہے وہ تو سنت اور عبادت مقصودہ ہی خیال کیجاتی ہے ع ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔

اس بلا مین آجکل سب ہی مبتلا ہین مگر حضرات صوفیہ سب سے زیادہ مبتلا نظر آتے ہین کتب حدیث مین لاکھون دعائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہین مگر اس فرقہ مین شاید کوئی دعا بھی حدیث کی معمول بہ نہین اگر ہے تو ترمیم کے ساتھ حالانکہ خود حدیث سے ترمیم کی ممانعت نکلتی ہے ایک صحابی کو آپ نے تعلیم فرمایا اللھم اسلمت نفسی الیک و وجہت وجہی الیک رغبۃ ورھبۃ والجأت ظھری الیک لا ملجأ ولا منجأ منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت صحابی نے نبیک کی جگہ رسولک کہدیا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا صحابی نے غالباً یہ ترمیم اس خیال سے کی تھی کہ نبی کے لفظ سے رسول کے لفظ مین زیادہ تعظیم ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعظیم ناپسند فرمائی اور اپنے الفاظ کے کہنے پر تاکید فرمائی اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ خصوص حضرات صوفیہ جو ادعیہ مسنونہ مین ترمیم کر دیتے ہین یہ ممنوع اور ناپسند ہے خیر ترمیم ہی ہی مگر دیکھا جاتا ہے تو موجودہ زمانہ کے صوفیہ ادعیۂ مسنونہ ترمیم شدہ بھی نہین پڑھتے بلکہ اپنے بزرگون اور سلسلہ والون کی تصنیف کردہ شدہ دعائین وغیرہ پڑھتے ہین اور انکو زیادہ مفید اور مقبول خیال کرتے ہین یہ بدعت نہین تو اور کیا ہے مدارس اسلامیہ اور انکے جزئی انتظامات صوفیہ کے اذکار و اشغال وغیرہ سب بدعت نظر آتے ہین گو بعض ذہین لوگ انمین یہ تاویل کرتے ہین کہ مقصود بالذات اصلاح قلب ہے جو فرض ہے اور یہ صورتین مقصود بالعرض ہین اور مقصود بالعرض مین تصرف کرنا جائز ہے مقصود بالذات مین تصرف نکرنا چاہئے اور مثال مین حج وجہاد اور توپ اور ریل وغیرہ کو پیش کرتے ہین مانا کہ یہ تاویل ٹھیک ہے مگر جو لوگ یہ تاویل کرتے ہین انھین کا یہ خیال بھی ہے کہ مقصود بالعرض اور سنت زائدہ کو اسطرح نہ ادا کرو کہ جس سے اس کے علماً یا عملاً واجب ہونیکا شبہ ہو بلکہ جس وقت عوام کو یہ شبہ ہو تو خواص کو انکا ترک کرنا واجب ہے سنت زائدہ کے متعلق وہ کہتے ہین کہ کبھی کرو کبھی نکرو جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم نفل کبھی رکھتے تھے کبھی نہین رکھتے تھے بعد نماز کبھی داہنی طرف پھر جاتے تھے کبھی بائین طرف غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قولاً یا فعلاً یا تقریراً بتا دیتے تھے کہ

یہ فعل کس درجہ کا ہے آجکل کے مدارس اسلامیہ اور صوفیہ کے اذکار و اشغال کو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی ہر ہر بات کو عملاً ضروری جانتے ہین حالانکہ اُن کو طرز عمل سے بتانا چاہیئے کہ یہ مقصود بالعرض ہین انکا یہ بھی خیال ہے کہ سُنّت موکدہ کو بھی ضرورت کیوقت ترک کرنا واجب ہے مثلاً عوام کسی سُنّت موکدہ کیساتھ واجب کا معاملہ کرتے ہین تو خواص کو یہ سنّت موکدہ ترک کرنا چاہیئے مگر بہت سی باتون مین ہم اسکے خلاف نظیر پاتے ہین مثلاً رکوع کرنا فرض ہے اور رکوع مین سبحان ربی العظیم کہنا سنت ہے اب تمام جہان کے لوگ عملاً دونون کو واجب و فرض بتاتے ہین بلکہ قول و فعل و تقریر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو تو بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عملاً دونون ایک ہی شان رکھتے ہین گو علماً ایسا نہو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضرورت کیوقت بھی فرض و سنّت مین عملاً فرق کرنا ضروری نہین صرف علماً فرق کرنا کافی ہے۔ اب یہ ارشاد ہونا چاہیئے کہ فرائض و واجبات و سُنن و نوافل وغیرہ مین عملاً دونون طرح فرق کرنیکی ضرورت ہی یا صرف علماً اس کے لئے قاعدہ کلّیہ حدیث و فقہ سے مستنبط کیا گیا ہے یا علماء کی رائے پر چھوڑا گیا ہے۔ فقط

الجواب - قاعدہ کلّیہ اس باب مین یہ ہے کہ جو امر کلیّاً یا جزئیاً دین مین نہ ہو اُسکو کسی شبہ کے سبب سے جزو دین علماً یا عملاً بنا لینا بوجہ مزاحمت احکام شرعیہ کے بدعت ہے دلیل اسکی خود حدیث صحیح ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد کلمہ فی او من اس مد پر صاف صاف دلالت کر رہے ہین اور حقیقی بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوگی اور بدعت حسنہ صوری بدعت ہے حقیقۃً بوجہ کسی کلیہ مین داخل ہونیکے سنّت ہے۔ پس تقسیم بدعت الی الحسنۃ السیئۃ کا اثبات اور نفی محض نزاع لفظی ہے کہ اثبات بنابر صورت کے ہے اور نفی بنا بر حقیقت کے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح اس قاعدہ کلیہ کے اتقان اور امعان کے بعد سب شبہات مذکورہ سوال دفع ہوگئے بدعت کی تعریف بھی حدیث سے معلوم ہوگئی اور حدیث تراویح و حدیث کل بدعۃ مین بھی تعارض نرہا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے محض اس وجہ سے کسی امر کو بدعت نہین کہا کہ عہد برکت مہد مین نہ تھا ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اوّل ایک امر کو بدعت سمجھین اور پھر بلا اسکے کہ اسکا وجود بعینہ زمانہ مبارک مین نقل سے ثابت ہو اُسکے بدعت ہونیسے رجوع فرمالین جیسا مناظرہ متعلق جمع قرآن مین واقع ہوا اس سے صاف معلوم ہوا کہ بناء کلام تعریف مذکور پر ہے ظاہر نظر مین ایک امر جزو دین نہ معلوم ہوا انکار

کرنے لگے بعد غور کے کسی کلیہ شرعیہ مین داخل نظر آیا انکار سے رجوع کرلیا اور اس سے باقی جزئیات مشتبہہ کا حکم بھی معلوم ہوگیا جہان محذور مذکور لازم آیگا وہ بدعت ہوگا گو ظاہراً مستحسن ہوا۔ اور جہان وہ محذور لازم نہ آویگا وہ سنت ہوگا گو صورۃً بدعت ہو امید ہے کہ قدرے تامل سب شبہات کے حل ہونے کے لئے کافی ہوگا اسی لئے حاجت تفصیل جواب کی نہین سمجھی گئی اگر بعد تامل بھی کسی جزئی مین اشتباہ باقی رہے تو بالیقین ظاہر کرنا چاہیئے۔ ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ۔

قربانی از میت

سوال - گائے یا اونٹ کی قربانی مین دو تین آدمی شریک ہین اُنمین سے ایک نے یا ایک سے زائد نے یہ خیال کیا کہ جب سات آدمی تک گائے یا اونٹ کی قربانی مین شریک ہو سکتے ہین تو مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اور کسی بزرگ کی طرف سے یا اور کسی اپنے عزیز قریب دوست کیطرف سے خواہ وہ زندہ ہین یا اُنکا انتقال ہو چکا ہے شریک ہو جاؤن اور سات حصے پورے کرلون اور انکی طرف سے بقدر حصہ قیمت ادا کرون یہ جائز ہے یا نہین۔

الجواب - جائز ہے کیونکہ حی اور میت کی طرف سے قربانی کا یکسان حکم ہے فی الدر المختار وان مات احد السبعة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح الى قوله لقصد القربة من الكل ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

حکم استمداد از ارواح مشائخ

سوال - طریق اربعین یعنی چلہ مین حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ مین تحریر فرماتے ہین استعانت واستمداد از ارواح مشایخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ الخ استعانت واستمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہین غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریق جائز کسطرح کرتے ہین خالی الذہن ہونیکی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہین لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب - جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہو معصیت ہے۔ اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت۔ اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء

معنی بطلان وطن اقامت بسفر

والواقعات التاریخیۃ۔ ورنہ لغو ہے۔ یہ کل پانچ قسمین ہین پس استمداد ارواح مشایخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے محض اُن حضرات کے تصوُّر اور تذکرے سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگون کے خیال کرنے سے اُن کو اتباع کی ہمّت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے قسم خامس ہے۔ ۱۰۔ ذیقعدہ ۔ سنہ ۱۳۲۷ھ۔

سوال۔ کانپور احقر کا وطن اقامت تھا وہان سے قنوّج گیا وہان سے یہان (گورکھپور) آیا حال مین تو اس وجہ سے کچھ تردّد نہین پیش آیا کہ بوجہ نیّت اقامت ہو جانیکے وہان بھی اتمام کرتا رہا لیکن اگر کوئی صورت ایسی ہی فرض کی جاوے اور تسلیم کیا جاوے کہ ایک شخص کانپور وطن اقامت چھوڑکر اس نیت سے قنوّج گیا کہ دو چار دن کے بعد گورکھپور آویگا اور یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ کانپور سے قنوج مدت سفر نہین تو اب لوٹتے وقت قنوج و کانپور کے مابین قصر ہے یا نہین۔ احقر کے خیال مین یون آتا ہے کہ قصر نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وطن اقامت یا سفر سے باطل ہوتا ہے یا دوسرے وطن اقامت سے یا وطن سے لہذا قنوّج تک جانے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باقی رہا لہذا قنوج سے گو مدت سفر کا ارادہ ہے مگر بیچ مین وطن بھی ہے لہذا جب تک اُس سے تجاوز نہ ہو تب تک سفر کا حکم نہ ہوگا جیسے کوئی شخص پانچ منزل کا قصد کرکے چلے اور دو منزل پر اُس کا وطن اصلی ملتا ہو تو بلا تجاوز وطن اصلی اُس پر مسافر ہونیکا حکم نہ ہوگا جو جناب والا کی رائے ہو اُس سے مطلع فرمادین۔

الجواب۔ بطلان بالسفر کے معنی بطلان بابتداء السفر ہین گو سفر انتہا تک نہ پہونچے پس جب گورکھپور کے ارادہ سے سفر کیا تو کانپور وطن اقامت نرہا اور قنّوج پہونچنے کے وقت جب تک پندرہ یوم کی نیّت نہ ہو وطن اقامت نہ ہوگا اس بنا پر یہ شخص سفر مین ہے تو کانپور آنیکے وقت جبتک پندرہ یوم کی نیّت نہ ہو قصر کرنا چاہئے قولکم قنّوج تک جانے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باقی رہا۔ قولی ابتداء سفر شرعی سے کانپور وطن اقامت نرہا قولکم بیچ مین وطن اقامت ہے۔ قولی وطن اقامت دوسرے وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے لہذا قنّوج اقامت سابقہ سے وطن اقامت نہین ہے۔ واللہ اعلم۔

وجوب عقر از وطی در حرمت

سوال - کیسکی زوجہ بوجہ اجراء کلمہ کفر نکاح سے باہر ہوگئی مگر پھر بعد چندے تجدید نکاح کر لیا تو تجدید سے قبل اگر وطی کی ہے تو عقر دینا پڑیگا یا زنا محض موجب حد ہے ظاہر تو شق ثانی ہی بالخصوص جبکہ حرمت سے کوئی واقف بھی تھا پھر ایسا کیا اگر عقر دینا پڑے تو ہر وطی کے مقابلہ مین عقر ہے جتنے بار کیا ہو یا ایک ہی عقر ہے، دیگر تحقیق ہندوستان کے دار الحرب ہو نیکے کیا حکم ہے کیا عقر اور حد دونون ساقط ہو جاوینگے یا کیا ہوگا۔

الجواب - اس صورت مین حد نہین ہے فی العالمگیریہ کتاب الحدود الباب الثالث ارتدت المرءۃ والعیاذ باللہ وحرمت علیہ او حرمت بجماع امہا او ابنتہا ثم جامعہا وقال علمت انہا علی حرام لاحد علیہ اھ رہا وجوب عقر تو گو اسجگہ کو دار الحرب کہا جاوے مگر عقر حق العبد ہے ہر موطن مین اسکا وجوب یکسان ہوگا رہا تخصیص دار الاسلام کی اس بنا پر ہے کہ دار الحرب مین ولایت الزام عن الامام نہین باقی وجوب دیانۃً خود الزام قاضی پر موقوف نہین یہ جواب کلیات شرع سے دیتا ہون جزئی نہین دیکھی اور عقر متعدد وطیات سے متعدد ہوگا فی العالمگیریہ کتاب النکاح الفصل الثالث عشر الاصل ان الوطی متی حصل عقیب شبہۃ الملک لم یجب الا مہر واحد لان الوطی الثانی صادف ملکہ ومتی حصل الوطی عقیب شبہۃ الاشتباہ مرارا یجب لکل وطی مہر علی حدۃ وفیہا لو وطی المعتدۃ عن الطلقات الثلث وادعی الشبہۃ الی قولہ وان ظن ان الطلقات واقعۃ لکن ظن ان وطیہا حلال فہذا الظن فی غیر موضعہ فیلزمہ بکل وطی مہر فقط واللہ اعلم۔

تجارت، بعض مجالس کفار

سوال - ایک شخص رائے دیتے ہین کہ دربار انگریزی کی نمائش مین جو ماہ جنوری آیندہ دہلی مین ہونیوالی ہے کوئی دوکان مرادآبادی برتنون کی یا اور کسی مال کی کھولی جاوے یا اور کسی کام کا ٹھیکہ لیا جاوے - احقر نے جواب مین کہا کہ دربار کے کام کا ٹھیکہ اعانت مجمع کفار ہے اور نمائش بھی ایسی ہی ہے - اسکے جواب مین وہ کہتے ہین کہ دربار کا ٹھیکہ اعانت ہے نمائش ایسی نہین کیونکہ نمائش بعد ختم دربار ہوگی اُس سے غرض دربار کی آرائش نہین ہے بلکہ ملک کی صنعت و حرفت کی جانچ منظور ہے جسطرح دیگر اوقات مین مختلف مقامات مین نمائشین ہوا کرتی ہین اس مین حضور کا کیا ارشاد ہے اگر شرکت ایسے مجمعون کی ناجائز ہے تو اپنے دواخانہ کے

اشتہارات تقسیم کرانا درست ہین یا نہین۔

الجواب۔ کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہین ہے بلکہ صرف جو کسی معصیت یا کفر کی غرض سے منعقد کیا جاوے ایسے مجمع کی شرکت و اعانت سب حرام ہے اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے مجمع مسئول عنہ کہ محض تزائید سرور و استحکام امر حکومت کیلئے ہو گا میرے نزدیک اسکا یہ حکم نہین ہان اگر کسی مقتدا کی شرکت سے یہ احتمال ہو کہ عوام الناس میری سند پکڑ کر دوسرے ناجائز مجامع کو اسپر قیاس کر کے بد احتیاطی کرنے لگینگے وہان اس عارض کی وجہ سے سداً للذرائع خاص ایسے شخص کو بچنا واجب ہو گا اور اشتہار تقسیم کرانا تو ہر حال مین جائز ہے اُس کو تکثیر سواد سے کچھ مس نہین۔ واللہ اعلم

سوال۔ والد صاحب قبلہ نے پہلے غلہ کی تجارت کی تھی اُسمین بہت نقصان ہوا اب بجائے اُسکے نمک کی سوداگری کی ہے اور بفضلہ صورت اچھی معلوم ہوتی ہے ایک شخص شریک ہونا چاہتے ہین یہ صاحب پہلے پولس مین ملازم تھے اب معزول ہو گئے ہین مال انکا مشکوک بلکہ غالب خراب ہے انکی شرکت کی نسبت کیا حکم ہے نمک کی خریداری اسطرح ہوتی ہے کہ روپیہ سرکاری خزانہ مین ہر جگہ جمع کیا جا سکتا ہے وہان سے رسید لیکر سرکاری مہتمم گودام واقع جھیل سانبھر کو بھیجدیجاتی ہے اور نمک وہان سے آجاتا ہے یا نوٹ خرید کر کسی آڑتی کو بھیجدیے جاتے ہین وہ نمک خرید کر بھیجدیتا ہے ان صورتون مین خراب روپیہ شامل کرنے مین کیا حکم ہے۔ والد صاحب قبلہ نے ایک عرصہ سے منی آرڈر بھیجنا چھوڑدیا ہے بجائے اُسکے نوٹ بھیجتے ہین نوٹ جہان جاتے ہین وہ اُسکو فی سیکڑہ کچھ آنون کی کمی سے لیتے ہین یہ جایز ہے یا نہین۔

دین مہر بشرط نیت ادا مانع وجوب زکوٰۃ و اضحیہ ہے یا نہین۔

الجواب۔ جنکا مال خراب ہے وہ کسی سے قرض لیکر شرکت کرلین پھر وہ قرض اپنے ذخیرہ سے ادا کردین اور بدون اس تدبیر کے خزانہ مین جمع کرنا یا نوٹ خریدنا اُس خرابی کا رافع نہین ہو سکتا لان البدل فی حکم المبدل عنہ بخلاف القرض فانہ لیس ببدلہ کما لایخفی اور نوٹ کو کمی سے لینا دینا دونون ناجائز ہین مگر میرے نزدیک اس کمی سے بدل مین حرمت

وخباثت پیدا نہین ہوتی اسکی وجہ محتاج تطویل ہے ورنہ لکھدیتا۔

دین مہر کے مانع زکوٰۃ ہونے مین اختلاف ہے درمختار مین تو مانع کہاہے مؤجل ومعجل ہردو کو اور طحطاوی نے دو قول بیان کئے ہین۔ معجل مانع ہے مؤجل مانع نہین اگر عزم ادا ہو مانع ہے ورنہ نہین لانہ لایعد دینا پس کل تین قول ہین اور طحطاوی نے قہستانی سے قول ثانی کی ترجیح وتصحیح نقل کی ہے مگر میرے نزدیک قول ثالث قابل ترجیح ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ عورتین تشہد مین رفع سبابہ کرین یا نہ اگر اُنکے لئے بھی رفع کا حکم ہو جیساکہ ظاہر ہی ہے تو بہشتی زیور مین لکھدینا چاہئے۔ یہ امر زیادت تستر کے ضرور خلاف ہے لیکن کسی نے اسجگہ فرق بین الرجال والنسا نہین لکھا۔

الجواب۔ چونکہ فقہا نے باب صفۃ الصلوٰۃ مین التزام کیاہے کہ جن احکام مین مرد اور عورت مین تفاوت ہے اُسکی تصریح کردی ہے اور رفع سبابہ مین اسکی تصریح نہین ہے یہ دلیل ہے اسکی کہ یہ حکم مشترک ہے رہا شبہہ زیادت تستر کے خلاف ہونیکا سو ضعیف ہے کیونکہ رفع یدین عند التحریمہ بالاتفاق مشروع ومسنون ہے اور یقیناً اُسمین اشارہ بالسبابہ سے زیادہ کشف ہی۔ فقط

مسواک برائے زنان

سوال۔ بہشتی زیور مین وضو مین مسواک کا مسنون ہونا بھی لکھاہے حالانکہ فقہا عورتون کیلئے علک کو قائم مقام مسواک کے لکھتے ہین لیکن تخصیص رجال کی کوئی دلیل پائی نہین جاتی احادیث مین ترغیب وفضیلت عام بیان کیگئی ہے رائے عالی سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب۔ میرے نزدیک مسنونیت مسواک کی عام ہے لاطلاق الدلیل رہا اقامت علک کا مقام مسواک مین میرے نزدیک معنی اسکے جواز اقامت ہے نہ وجوب اقامت جو مستلزم ہو نفی مشروعیت مسواک کو لعدم دلیل الوجوب۔ فقط

تحقیق بطلان وطن اقامت بسفر

سوال۔ ایک شخص کا وطن اقامت کانپور ہے وہان سے وہ سہارنپور کی نیت سے روانہ ہوا لیکن چونکہ کسی ضرورت سے اوناؤ جانا ضروری تھا لہذا اول اناؤ گیا وہان سے کانپور ہوتا ہوا سہارنپور گیا تو اس صورت مین یہ شخص اناؤ مین اور جاتے آتے اناؤ اور کانپور کے درمیان قصر کرے یا اتمام میرا خیال یہ ہے کہ اتمام کرے اور جسوقت بعد واپسی از اوناؤ کانپور سے بسوئے سہارنپور روانہ ہوا اُسوقت قصر کرے کیونکہ وطن اقامت یا تو وطن اصلی سے

ساقط ہوتا ہے یا دوسرے وطن اقامت سے یا سفر سے اور اُناؤ نہ تو وطن اصلی ہے
نہ وطن اقامت اور وہاں سے کانپور واپسی کا قصد ہے لہذا کانپور وطن اقامت باقی رہا اسلئے
اُناؤ کی آمد و رفت کا سفر شرعی سفر نہیں ہے واپسی کیوقت راہ مین اور کانپور آگر قصر نکرنا چاہیے۔

الجواب۔ چونکہ نیت اقامت مین یہ شرط ہے کہ وہ موضع صالح اقامت کا ہو اور مفازہ
کو غیر صالح کہا گیا ہے لہذا یہ دیکھنا چاہیئے کہ اُناؤ سے واپسی کیوقت کانپور کے اندر داخل
ہو کر جاویگا خواہ ریل سے اُتر کر یا ریل ہی شہر کے درمیان مین نکلیگی یا کہ کانپور سے باہر باہر
جاویگا اگر اندر ہو کر جاویگا تب تو کانپور سے اُناؤ چلتے وقت سفر کا ارادہ ہی نہیں ہوا اور
اس چلنے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باطل نہیں ہوا جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر کانپور سے
باہر باہر جانیکا ارادہ ہے تو جسوقت کانپور سے اُناؤ کو چلا ہے سفر کا ارادہ متحقق ہو گیا اور
اب کانپور وطن اقامت نرہا اور کانپور کو لوٹنا اسلیئے اسمین قادح نہیں ہوا کہ مفازہ محل
اقامت نہیں اور سفر مبطل لوطن الاقامت سے مراد انشاء السفر ہے نہ وجود السفر
کما صرح بہ فی الدر المختار فقط واللہ اعلم

حکم بطلان وطن اصلی

سوال۔ مین اپنی حالت پہلے عرض کر چکا ہون کہ قیام فتحپور کی بظاہر امید نہین نہ میرا کوئی
مکان نہ وہان میرا کوئی اسباب، دار مسکونہ کا ایک ثمن نانی صاحبہ کا ہے جو بطور وصیت
مجکو ملسکتا ہے وہ بالکل ناکافی ہے اور چونکہ وہان کوئی عزیز و قریب نہیں سب غیر ہی غیر
ہین اسلیئے مکان خرید کرنا اور بنوانا ایسا ہی ہے جیسے کہین پردیس مین بنوانا اسلئے کیا عجب
ہے کہ اسی پر رائے قرار پائے کہ قنوج مین مکان تعمیر کیا جائے گو ابھی تک وہانکے قیام کی بھی
کوئی مستقل رائے قایم نہیں ہوئی اب دریافت طلب یہ ہیکہ فتحپور میرا وطن رہا یا نہیں اور مین
وہان جاکر قصر کیا کرون یا اتمام صرف اتنا تعلق میرا باقی ہے کہ نانی صاحبہ وہان رہتی ہین ولیس نیز
نانی صاحبہ کے وہان نہونے کی صورت مین اگر کسیوجہ سے جانا ہو تو کیا حکم ہے ایسی حالت
مین قنوج کا کیا حکم ہے قصر کیا کرون یا اتمام نکاح کرنے سے فقہاء اتمام کا حکم دیتے ہین بشرطیکہ وہین
قیام کا ارادہ ہو جائے حتی کہ اگر دو تین جگہ نکاح کرے اور عورتکو وہان سے لانیکا ارادہ نہو تو تینون جگہ اتمام
کا حکم ہے اور میری حالت یہی جو مذکور ہوئی لہذا تردد ہی رہا کرتا ہے کہ مجھپر قصر ہے یا اتمام؟

الجواب - فتحپور یقیناً ایک زمانہ تک آپکا وطن اصلی رہچکا ہے اَب جب تک دوسرے مقام کو وطن اصلی بنانیکا عزم نہ کیا جاوے گا بدستور وطن اصلی رہیگا اور چونکہ ابھی اسپر آپکی رائے قرار نہین پائی لہذا فتحپور مین اتمام واجب ہے - فی الدر المختار - الوطن الاصلی یبطل بمثلہ وفیہ الاصل ان الشئ یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اھ اور ابتک مجکو اس مسئلہ مین شرح صدر نہین ہوا کہ صرف تزوج سے وہ مقام اسکے لئے وطن اصلی ہو جاتا ہے مین سمجھتا ہون کہ تزوج سے جبکہ اہل کو وہان سے یجانیکا ارادہ نہو غالباً اس شخص کا بھی ارادہ اُسکو وطنِ اصلی بنانیکا اور خود ہمیشہ کیلیئے بود و باش کرنیکا ہو جاتا ہے اس بنا پر اسکو وطن بنانے کا سبب قرار دیدیا ہے ورنہ مدار خود اس کی نیت اتخاذ وطن اصلی پر ہے اگر میرا یہ سمجھنا صحیح ہے تب تو قنوج ہنوز آپکا وطن اصلی نہین بنا اور اگر مطلق تاہل سے وطن اصلی ہو جاتا ہے تو وطن اصلی مین تعدد ممکن ہے جیسا فقہاء نے تصریح کی ہے اسکے وطن اصلی ہونے سے فتحپور کا وطن اصلی ہونا لازم نہین آتا قاضی خان کی ایک جزئی میری مؤید ہے المسافر اذا جاوز عمران مصرہ الی قولہ انکان ذلک وطنا اصلیا بان کان مولدہ وسکن فیہ او لم یکن مولدہ ولکنہ تاہّل بہ وجعلہ دارا الخ اس مین تاہّل کے بعد جعلہ دارا بڑھایا ہے جیسا کان مولدہ کے بعد وسکن فیہ بڑھایا ہے پس جسطرح صرف کان مولدہ بدون سکن فیہ کے وطن اصلی نہین بنتا اسی طرح تاھل بہ بدون جعلہ دارا کے وطن اصلی نہوگا فافہم - ۱۰ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

سوال - بندہ کے یہان نمک کی تجارت ہوتی ہے اور تین جگہہ کارخانے ہین ایک آڑتی بہت معتبر ملگیا ہے - اُس نے روپیہ بھیجنے کی سبیل یہ رکھی ہے کہ جب مال فروخت ہو جاوے تو نوٹ بھیجدیتا ہے ایکبار میرے ذمہ اُسکے روپیہ چاہیئے تھے بوجہ دیر مین بھیجنے روپیہ کے اُس نے سُود لگایا تو بندہ نے اُسکو سود نہین دیا اور یہ لکھا کہ ہمارے مذہب مین سود لینا اور دینا دونون ناجائز ہین اسلیئے ہم معاملہ سود کا ہرگز نہین کرسکتے اُس نے لکھا کہ ہم سود نہین لینگے اور یہ بھی معاملہ طے ہو گیا کہ سود کا لین دین کبھی نہوگا البتہ جب نوٹ بھیجتا ہے تو کمی کے ساتھ بھیجتا ہے مثلاً فی سیکڑہ دو آنہ یا تین آنہ کاٹتا ہے اُن کے یہان کٹ کی شرح مختلف اوقات مین مختلف طور سے معین ہوتی ہے اور کچھ حصّہ ہمارے روپیہ مین سے گوسالہ کے نام کا بھی کاٹتا ہے

فروخت نوٹ بکمی و وضع چیزے از ثمن بنام گوسالہ

اور یہ ہماری ہی تخصیص نہین بلکہ اُنکے یہانکا قاعدہ ہر ایک سے یہی ہے سو بندہ یہ دریافت کرتا ہے کہ یہ امر دونون جائز نہین معلوم ہوتے اسکے بارہ مین کیا کیا جاوے اگر اُس سے یہ کہین کہ یہ معاملہ ہم نہین کرینگے تو وہ ہرگز نہ مانیگا کیونکہ نوٹ مین کمی اُنکے یہان سود مین شمار نہین اور گوسالہ کی نسبت بھی نہین مان سکتا کیونکہ صرف ہمارے لئے قانون جدید نہین معین کریگا تو اب کیا حیلہ کیا جاوے جس سے معاملہ شریعت کے موافق رہے اور یہ بھی تحریر فرمائیے کہ اگر وہ یہ معاملہ رکھے تو مجھپر مواخذہ اُخروی رہیگا یا نہین اور نوٹ مین کمی زیادتی صرف مسلمانو کے درمیان ناجائز ہے یا جب ایک جانب مسلم ہو اور دوسری جانب کافر تو بھی جائز ہے یا نہین جملہ اُمور کو مفصلاً تحریر فرماتے بجئے۔

الجواب - نوٹ کی حقیقت حوالہ ہے اور حوالہ مین کمی بیشی جب معروف یا مشروط ہو ربو ہے البتہ اگر بلا شرط و عرف ہو تو بعض صورتون مین تاویل صلح کی ہوسکتی ہے مگر اب ممکن نہین میری سمجھ مین تو اس کی تدبیر بجز اسکے کہ نقد روپیہ اُس سے لیا جاوے اور کچھ نہین آتی یا اُسپر یہ بات ثابت کردیجاوے کہ ہمارے مذہب مین یہ سود ہے یا اُس کی کچھ آڑھت بڑھا کر حق ٹھیرا دیا جاوے اور یہ کہدیا جاوے کہ نوٹ برابر سرابر لیا جاویگا اور تمھاری کمی اس اضافہ سے پوری کردیجاویگی اور یہ تدبیر غالباً سہل ہے رہا گوسالہ کا قصہ سو اگر وہ آڑھتی آپکا مشتری ہوتا اور آپ اُس سے بائع ہوتے تب تو بتاویل حط ثمن کے یہ جائز ہوسکتا تھا گویا اپنا روپیہ وہان دیتا ہے اور آپ کو ثمن کم دیتا ہے لیکن آڑھتی وکیل ہوتا ہے وہان یہ تاویل ممکن نہین اس لئے میرے نزدیک اُسے یون سمجھا دیا جاوے کہ حق آڑھت اور حصہ گوسالہ یہ سب مجموعہ حق آڑھت مین شمار کرنا چاہئے پھر خواہ وہ بہی مین کسیطرح لکھے کچھ حرج نہین فقط - واللہ اعلم -

سوال - زید کا نکاح بوجہ ارتداد زوجہ واجرا کلمہ کفر فسخ ہوگیا قبل تجدید نکاح اندرون عدت جو وطی ہوئی وہ وطی بالشبہہ ہے یا محض زنا اور عقر دینا پڑے گا یا نہ اگر دینا پڑے گا تو کتنا اگر کئی مرتبہ اتفاق ہوا تو کیا ہر وطی کے عوض عقر ہے -

الجواب - فی العالمگیریہ ارتدت المرأۃ والعیاذ باللہ وحرمت علیہ او حرمت بجماعہا

او ابنتها او عبطاوعة ابن الزوج ثم جامعها وقال علمت انها علی حرام لاحد علیه اس سے معلوم ہوا کہ یہ وطی حرام بالشبہہ ہے ورنہ حد واجب ہوتی ۔ رہا عقر کا تو حد اور تعدد سو ظاہراً تعدد معلوم ہوتا ہے فی العالمگیریہ الاصل ان الوطی متی حصل عقیب شبهة الملك مرارا لم یجب الا مهر واحد لان الوطی الثانی صادف ملکه ومتی حصل الوطی عقیب شبهة الاشتباه مرارا یجب بکل وطی مهر علیحدة لان کل وطی صادف ملك الغیر سو ظاہر ہے کہ یہان ملک کا مطلق شبہہ نہین ہے ۔ ایضاً فی العالمگیریہ ولو وطی المعتدة عن الطلقات الثلث وادعی الشبهة فی ان کانت الطلقات الثلث جملة فظن انها لم تقع فهذا الظن فی موضعه فیلزمه مهر واحد وان ظن ان الطلقات واقعة لکن ظن ان وطیها حلال فهذا الظن فی غیر موضعه فیلزمه بکل وطی مهر کذا فی الخلاصة اور ظاہر ہے کہ مرتدہ مین کوئی وجہ مجتہد فیہ حل کی نہین لہذا یہ مشابہ مطلقہ ثلثا مظنونہ بوقوع الثلث کی ہے لہذا مثل اُسکے عقر متعدد ہوگا اور عقر کی تفسیر مین جو اختلاف ہے مشہور وکتب فقہ مین مذکور ہے ۔ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۱ھ ۔

[حاشیہ (غیر واضح): بعض ورثہ کا ترک کردن حصہ وراثت]

سوال ۔ میت کے تین وارثون سے ایک وارث نے کہا کہ میرا حصہ بقیہ دونون کو دیدو مین جو دلیکر کیا کرونگا یون نہین کہا کہ مین نے اپنا حصہ چھوڑا اپنا حصہ مین نہ لونگا تو اسطرح کہنے سے بھی یہ تخارج ہوجاویگا یا یہ ہبہ ناجائز ہے اور ہبہ مشاع ہوجاویگا۔

الجواب ۔ اگر خود ان وارثون سے کہا کہ مین نے تمکو دیا تو ہبہ ہے اور جو اور کسی سے کہا کہ دیدو تو یہ توکیل بالہبہ ہے بہرحال یہ تخارج نہین جس کی حقیقت تصالح علی الاقرار ہے جو حکم بیع مین ہے اور چونکہ ہبہ مشاع کا ہے لہذا جہان مشاع ہونا مانع صحت ہوگا وہان جائز نہوگا ۔ فقط

[حاشیہ (غیر واضح): حکم اجرت اجارۂ فاسدہ وحرمت عقد]

سوال ۔ آجکل اجارہ فاسدہ بکثرت رائج ہین مثلاً مطابع مین تصحیح وکتابت وغیرہ کا ایک خاص دستور ہے اُس کے موافق اُجرت ملجاتی ہے اور کچھ طے نہین ہوتا بلکہ بعض اوقات اجیر کو بوجہ ناواقفیت کچھ بھی معلوم نہین ہوتا اس خیال پر کہ جو کچھ دیدینگے لیلونگا کام کیا کرتا ہی اس کے علاوہ اور اجارات رائجہ زمان انکے متعلق دریافت طلب یہ ہے کہ اجارہ فاسدہ کا اثر صرف دنیوی ہے یعنی اجر مثل کا ملنا اور درصورت اجر مسمّی کے مسمّٰی کا نہ ملنا یا کچھ اخروی اثر بھی ہے یعنے استحقاق عقوبت وگناہ وخبث اجرت وغیرہ ۔

اداے زکوٰۃ بذریعۂ منی آرڈر

الجواب - تصریحاً نظر سے نہین گذرا مگر غالباً معصیت سے خالی نہین لارتکاب المنہی عنہ اور اُجرت مین خبث نہین اکانا المشروعیتہ باصلہ وان کان غیر مشروع بوصفہ - واللہ اعلم ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

سوال - منی آرڈر کے ذریعہ سے کسی فقیر کو زکوٰۃ بھیجنے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہین وجہ شک یہ ہے کہ فقہائے نے تو یہ تصریح کی ہے کہ کافر کو وکیل بنانا ادا زکوٰۃ مین جائز ہے مگر یہان اہل ڈاک خانہ صرف وکیل ہی نہین بلکہ یہ عقد داخل قرض ہو کر یہ صورت قرار پائی کہ کافر دیون سے یون کہا کہ ہمارا یہ قرض زید کو دیدینا اور دل مین یون نیت کی کہ ہم زکوٰۃ مین دلاتے ہین لہذا مسئلہ دو وجہ سے مشکوک ہوا ایک تو یہ کہ حوالہ سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہین دوم کافر کے اسطرح دینے سے زکوٰۃ جائز ہوگی یا نہ آجکل مدارس مین اسکا بہت دستور ہے -

الجواب - فی الدر المختار مسائل متفرقۃ من کتاب الھبۃ تملیك الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ او وصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملك غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ ومنہ مالو وھبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط - اس جزئیہ ومنہ مالو وھبت الخ سے معلوم ہوا کہ صورت تسلیط مین بالفعل تملیک ہوتی ہے ورنہ صحت کو تسلیط سے معلل نہ کیا جاتا کیونکہ قبض حسی کے وقت تو صحت ہبہ مین کوئی تردد ہی نہین پھر اُس مین ترجیح صحت کے کوئی معنی نہین اس سے ثابت ہوا کہ خود تسلیط تملیک ہے گو قبل القبض اس تسلیط سے عزل جائز ہو لعدم تمام العقد کما لو قال وھبت ولم یقل الاخر قبلت یصح رجوعہ ومع ذلك ھو تملیك ولیصح نیۃ الزکوٰۃ عندہ وان لم ینو وقت قبول الموھوب لہ بس جب تسلیط تملیک ہے اور تملیک کے وقت نیت ادا زکوٰۃ کافی ہے اور منی آرڈر بھیجنے مین یقیناً تسلیط ہے لہذا روانگی منی آرڈر کے وقت نیت کافی ہی اب دونون وجہ شک کی جاتی رہین کیونکہ یہان حوالہ سے زکوٰۃ ادا نہین ہوئی اور نہ کافر کے دینے سے بلکہ مزکی کی تسلیط سے کما ذکر مفصلاً فقط واللہ اعلم - ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

ضرورت نیت در ادائے زکوٰۃ

سوال - زکوٰۃ مین تصریح ہے کہ ادا زکوٰۃ کے وقت اگر نیت نہ کی ہو تو جب تک مال قبضۂ فقیر مین باقی ہے زکوٰۃ کی نیت کر لینا جائز ہے کسی نے زوجہ کو مہر دیا لیکن دیتے وقت

نیت نہ کی تو کیا اسی پر قیاس کرکے قیام مال فی ید ہا تک نیت کرنا جائز ہے اور نیت لاحقہ
سے بھی مہر ادا ہو جاویگا یا پھر دینا پڑے گا۔

الجواب۔ جب دینے کے وقت کچھ نیت نہیں کی تو ظاہر ہے کہ یہ تملیک ہبہ ہوئی ادائے
دین مہر نہیں ہوئی اور در مختار کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ ہونے کے بعد مہر نہیں بنتا
فی باب المہر منہ ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر فلو ذکر جہۃ
کقولہ شمعا او حناء ثم قال انہ المہر لم یقبل نیتہ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا الخ قلت علۃ بوقوعہ
ہدیۃ وقوعہ ہدیۃ یکون بان ذکرہ قضاء وبلا ذکرہ دیانۃ فلما لم ینو کونہ من المہر وکان کونہ مہرا
متوقفا علی ہذہ النیۃ دیانۃ وقع ہدیۃ فلا ینقلب مہرا۔ بخلاف زکوٰۃ کے کہ خود زکوٰۃ بھی تبرع
ہے اور ہدیہ بھی تبرع یہاں تبرع کا انقلاب غیر تبرع کی طرف لازم نہیں آتا اسلیئے زکوٰۃ
ادا ہو جاویگی اور مہر ادا نہو گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۸۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

حلت خاکستر عقرب

سوال۔ خاکستر عقرب کا استعمال اکلاً جائز ہے یا نہیں جب وہ جلکر خاک ہو گیا تو بوجہ
قلب ماہیۃ جائز ہونا چاہیئے کالخمر المتخلل وغیرہا۔

الجواب۔ جائز ہے لما ذکر فی السوال فقط واللہ اعلم ۔ ۱۸۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

شمردن روپیہ از اشیاء غیر منقسم

سوال۔ روپیہ اشیاء غیر منقسمہ میں سے ہے یا منقسمہ سے یعنی دو شخصوں کو ہبہ کرنا درست
ہے یا نہ چونکہ چاندی آجکل ارزان ہے لہذا روپیہ بیچ سے تقسیم کردینے سے وہ نفع نہیں رہ سکتا
لہذا یہ بھی غیر منقسم ہوا لیکن اگر چاندی گران ہو جاوے تو کیا اُسوقت حکم بدل جاویگا۔

الجواب۔ روپیہ اشیاء غیر مقسومہ سے ہے خواہ چاندی ارزان ہو یا گران کیونکہ اُس کا نفع
موضوع لہ باقی نہیں رہتا وہو المراد ببقاء نفعہ او عدمہ در مختار میں جزئیاً مذکور ہے (فروع)
قبیل باب الرجوع فی الہبۃ وہب لرجلین درہما ان صحیحا صح وان مغشوشا لا لانہ مما یقسم لکونہ
فی حکم العروض فقط واللہ اعلم۔

حرمت اسبال ازار مطلقاً

سوال۔ زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اُس وقت ہے جبکہ براہ تکبر وخیلاء ہو
جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اس پر فخر کیا کرتے تھے اور جبکہ تکبراً نہ ہو بلکہ محض خوبصورتی اور
زینت کیلیئے ایسا کرے تو جائز ہے اور زینت محض امر ذوقی ہے ایک ہی امر ایک کو پسند ہو

ہے اور دوسرا ناپسند کرتا ہے اختلافِ ملک واختلافِ رواج کی وجہ سے بہت فرق ہو جاتا ہے جسطرح نصف ساق تک کا پائجامہ اور اس سے بھی اونچا برا لگتا ہے اسی طرح مافوق الکعبین بہ نسبت ماتحت الکعبین کے ابناء زمان کی نظر مین برا لگتا ہے صرف اس بدنما لگنے کی وجہ سے نیچا پہنتے ہین رہا کبر وتفاخر سو دو چار انگل کے گھٹنے بڑھنے سے ہرگز نہین ہو سکتا بلکہ زینت و پسندیدگی اس کی باعث ہے چنانچہ احادیث مین اکثر یہ قید مذکور ہے من جر ازارہ خیلاء وغیرہ خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو حدیثین مطلق ہین جیسے ما اسفل من الکعبین ففی النار وغیرہ وہ بھی حسب دستور عرب اسی مقید پر محمول ہین اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اُس وقت ہے جب مطلق و مقید دونون دو واقعہ پر آئے ہون جیسے کفارہ قتل و کفارہ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہو جاتا ہے جیسے کفارۂ قسم کا قراءۃ ابن مسعود متتابعات کے ساتھ مقید ہو جانا نیز اسکے مؤید وہ حدیث ہے کہ حضرت نے ما اسفل من الکعبین کی وعید بیان کی اور فرمایا من جر ثوبہ خیلاء لن ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ میری ازار لٹک پڑتی ہے الا ان اتعاہد تو حضرت نے فرمایا انک لست ممن تفعلہ خیلاء رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ پس اگر مطلقاً جر ازار ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلاء ہی کی صورت مین ہے اور بلا اسکے جائز ہے۔ اس شبہہ کا حل مطلوب ہے۔

الجواب۔ فی نور الانوار بحث عدم حمل المطلق علی المقید فی حکم واحد مانصہ وفی صدقۃ الفطر وردنصان فی السبب ولا مزاحمۃ فی الاسباب فوجب الجمع بینہما یعنی ان ماقلنا انہ یحمل المطلق علی المقید فی الحادثۃ الواحدۃ والحکم الواحد انما ہو اذا وردا فی الحکم للتضاد واما اذا وردا فی الاسباب او الشروط فلا مضائقۃ فیہ ولا تضاد فیمکن ان یکون المطلق سببا باطلاقہ والمقید سببا بتقییدہ اھ اور مانحن فیہ مین حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اُسکے ہین یہان مطلق مقید پر محمول کرنیکی کوئی وجہ نہین پس مطلق جر کو بھی حرام کہینگے اور جر للخیلاء کو بھی البتہ دونون حرمتون مین اگر کسیقدر تفاوت مانا جاوے تو گنجایش ہے کیونکہ ایک جگہ ایک منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور دوسری جگہ دو منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور

خیلاء کا پس یہ کہنا کہ چونکہ عرب کا دستور یہی تھا کہ فخراً ایسا کرتے تھے اسلیے حرمت اسی کی ہوگی بلا دلیل ہے کیونکہ خصوصِ مورد سے خصوصِ حکم لازم نہیں آتا جبکہ الفاظ مین عموم ہو ویتفرع علیہ کثیر من الاحکام الفقہیة رہا قصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا میرے نزدیک اُس حدیث کے معنی یہ ہین کہ انك لست تفعلہ بالاختیار والقصد چنانچہ الا ان اتعاھد اسکی دلیل ہے کہ بلا قصد ایسا ہوجاتا تھا اور اُسی کا حضور نے جواب دیا ہے رہا للخیلاء کی قید یہ اس بنا پر ہے کہ اکثر جو لوگ اس فعل کو باختیار کرتے ہین وہ براہِ خیلاء کرتے ہین پس حدیث مین اطلاق سبب یعنی فعلہ بالخیلاء کا مستبب یعنی فعل بالاختیار پر ہوا ہے وھو شائع فی الکلام ای شیوع فقط واللہ اعلم - ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

جریان میراث در اسباب جو مہیا کردہ میت برائے غرض خاص

سوال - ترکۂ ماموں صاحب مین کئی قسم کی چیزین ہین ایک خاص اُن ہی کے استعمال کے لائق جیسے مردانہ کپڑے وغیرہ یہ تو یقیناً منقسم بین الورثہ ہونگے دوم خاص زنانی چیزین جیسے زنانہ کپڑے وغیرہ تو یہ زوجین مین جو جسکے قبضہ مین ہے غالباً اُسی کی ملک قرار دی جائے اور وراثت جاری نہ ہو - سوم اثاث البیت جیسے لوٹا پتیلی صندوق تخت چارپائی وغیرہ اسباب خانہ داری قسم ثالث کا یہ حال ہے کہ زوجین مین جو چیز جسکے پاس ہے وہی اُس کے اوپر قابض ہے یہ بھی داخل ترکہ ہے یا نہین کیا یہ کہہ سکتے ہین کہ جو کچھ اسباب و اثاث البیت حیات مین زوجین کو دیئے گئے تھے وہ دینا بطور ہبہ تھا کچھ زنانے تھان زوجۂ اولی کے پاس بغرض نکاح احقر تھے اُنکا کیا حکم ہے - ممانی صاحبہ کے دینے کی صورت مین انکا لینا درست ہے یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار باب التحالف اختلف الزوجان فی متاع فی البیت فالقول لواحد منھما فیما صلح لہ مع یمینہ والقول لہ فی الصالح لھما وان مات احدھما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل فالقول فیہ للحی اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر صورت مین قول ذی الید کا مع الیمین معتبر ہے قسم ثالث صالح لھما مین داخل ہے پس وقت اختلاف کے ہر زوجہ کے پاس جو چیز ہے اُس کا قول مع الیمین معتبر ہوگا اگر وہ دعوی کرین کہ ہمکو ہبہ کردیا تھا تو مع الیمین اس مین اعتبار کیا جاویگا اگر یمین سے انکار کیا تو ترکہ مین داخل ہوگا اور جو زنانے تھان بغرض نکاح مین خرچ

کرنے کے زوجہ اولی کے پاس ہین وہ متوفی کی ملک ہین اُن کو نکاح کے لئے خریدنا دلیل ہے کہ کسی کو ہبہ نہین کئے لہذا وہ بھی داخل ترکہ ہین سب ورثہ پر منقسم ہونگے فقط۔ واللہ اعلم۔ ۱۸۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ۔

ممانعت پایۂ نقرئی

سوال۔ چاندی کا پلنگ جو اکثر جہیز مین دیا جاتا ہے جسکے پایہ پتلی چاندی سے منڈھے ہوئے ہوتے ہین اس کا استعمال جائز ہے یا نہین بوقت استعمال بدن سے تو چاندی الگ رہتی ہے البتہ پایہ پر اگر کوئی بیٹھے تو جائز نہونا چاہئے۔

الجواب۔ مفضض و مذہّب یا مضبّب کو جو امام صاحب نے بشرط اتقاء موضع ذہب وفضہ جائز فرمایا ہے مراد اُس سے وہ ہے جس مین فضہ یا ذہب متفرق مواضع مین لگا ہو دلیل اس کی شرط مذکور ہے ورنہ اگر ذہب و فضہ بالکل محیط ہو تو اُس مین کوئی جزء ایسا نہوگا جس کے استعمال کے وقت اتقاء فضہ و ذہب ممکن ہو چنانچہ ظاہر ہے لہذا چاندی کے پائے جو متعارف ہین کسی طرح جائز نہین فقط۔ واللہ اعلم۔ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ۔

ممانعت چوب و خشت در قبر

سوال۔ آج کل قبر مین لکڑی رکھنے کا علی العموم دستور ہے حالانکہ فقہاء نے آجُر اور خشب دونوں کو ممنوع لکھا ہے البتہ بانس کی اجازت دی ہے اور علت ممانعت استحکام بیان کی ہے تو کیا یہ عمل مروّج ناجائز ہے اس کی ممانعت کرنی چاہئے۔ نیز اس علت پر پتھر رکھنا بھی درست نہ ہونا چاہئیے جو کہ کانپور مین رواج پاتا جاتا ہے نیز بانس مین بھی مثل خشب ہی کے استحکام ہے اُسکو اس حکم سے کیون مستثنےٰ کیا۔

الجواب۔ فی الدر المختار و الخشب لو حول المیت اما فوقہ فلا یکرہ۔ ابن ملک اس سے معلوم ہوا کہ خشب کا اوپر رکھنا جائز ہے جیسا آج کل اوپر ہی رکھنے کا دستور ہے البتہ میت کے پہلو مین جس جگہ لحد پر کچی اینٹ لگائی جاتی ہے وہان خشب نہ چاہئے ظاہر الروایت تو یہی ہے اور خشب اور حجر ایک حکم مین ہین لہذا اُس کا بھی یہی حکم ہوگا رہا فرق قصب اور خشب میں کہ حول میت خشب مکروہ ہے نہ قصب ظاہر ہے کہ خشب استحکام بناء کے لئے ہے قصب گو بناء مین کام آتا ہے مگر اُس سے استحکام نہین ہوتا جیسا ظاہر ہے اور بعض لوگون نے کراہت کو صرف آجر کے ساتھ خاص کیا ہے کما قال العینی فی حاشیۃ الہدایہ علی قولہ ثم

بالاجر اثر النار فتكره تغ اولا ما نضه اشارة الى انه فرق بعضهم فى الاجر والخشب فى التعليل فكره الاجر دون الخشب اھ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ خشب محل میت بھی جائز ہے اور حجر کا حکم خشب مین ہونا اور پر معلوم ہوتا ہے اور اس تعلیل کا بھی مقتضیٰ یہی ہے فقط۔ واللہ اعلم۔ ۱۸۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ۔

اکتفا از نان بر تر کردن موے سر در غسل

سوال۔ جس وقت نہانا فرض ہوا اُس وقت عورت کے بال کُھلے ہوئے تھے پھر گوندھ لیے اس صورت مین تو نہاتے وقت صرف جڑون کا تر کرنا کافی نہ ہوگا اور چوٹی کھول کر نہانا واجب ہوگا نیز حیض سے نہاتے وقت اصول شعر کا تر کر لینا اور بالونکا نہ بھگونا بھی غالباً کافی ہے غسل جنابت مین اور اس مین غالباً کوئی فرق نہین۔

الجواب۔ فى الهداية وليس على المرءة ان تنقض ضفائرها فى الغسل اذا بلغ الماء اصول الشعر اس سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ غسل کے وقت اگر بال مضفور ہون تو کھولنا واجب نہین خواہ حدث کے وقت مضفور ہون یا نہ ہون دوسرے مطلق غسل کا یہ حکم ہے خواہ وہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض ہو فقط۔ واللہ اعلم۔

حکم قول کفر کی تحقیق

سوال۔ کسی نے دوسرے سے کہا مسجد مین گلگلے کیون رکھنے گئے تھے کیا اللہ میان وہان بیٹھے تھے اُسنے کہا ہان کیا یہ کلمہ کفر ہے اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔

الجواب۔ غالباً مقصود قائل کا تمکن و تحیز کا عقیدہ نہین نہ انکار ہے نصوص علی العرش وغیرہ کا اسلئے کفر نہین دعویٰ تمکن کو فقہا نے بناء علی انکار النص کفر کہدیا ہے و اذ لیس فلیس فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ صرف اظہار ارادہ سے نذر منعقد ہو جاتی ہے یا نہین مثلاً کسی نے کہا ہمارا ارادہ ہے ایک بکرا ذبح کر دین اور صدقہ کر دین شاید اُس سے ہمارا لڑکا اچھا ہو جاوے یا یون کہا کہ ہم ہر مہینے دو چار مسکین کھلا دیا کرینگے تو اس سے نذر ہوگی یا نہین اُردو مین نذر کا صیغہ کیا ہے۔

الجواب۔ فى الدر المختار الايمان مبنية على العرف فما تعورف الحلف فيه فيمين وما لا فلا اور نذر حکم یمین مین ہے چنانچہ علی المنذر صیغہ ایمان سے در مختار مین لکھا ہے اس بنا پر جو صیغے عرفاً نذر کے سمجھے جاتے ہین اُن سے نذر منعقد ہوگی اور جو صیغے عرفاً اس مین مستعمل

نہین ہین اُن سے نذر نہوگی اس لئے صیغہ اول کہ ہمارا ارادہ ہے الخ نذر نہین ہے اور دوسرا صیغہ کہ ہم ہر مہینے الخ نذر ہے واللہ اعلم - ۱۰ - ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

انتفاع بجلد عقیقہ

سوال - عقیقہ کی کھال سے بھی مثل قربانی کے عقیقہ کرنیوالا خود منتفع ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز بنواکر اپنے کام مین لاوے یا نہین اور بعد فروخت کرنیکے قیمت کا صدقہ کر دینا واجب ہے یا نہین

الجواب - چونکہ شرائط واجبہ فی الاضحیہ عقیقہ مین محض مستحب ہین اسلئے تصدق بالقیمت بھی مستحب ہوگا اور انتفاع بالجلد کے جواز مین کوئی شبہہ نہین فقط - واللہ اعلم -

کراہت پائجامہ چوڑی دار

سوال - چوڑی دار پائجامہ جو شائقین او باشون مین مروج ہے جبکہ بوتام لگاکر ٹخنے سے اوپر رکھا جاوے جائز ہونا چاہیئے عدم جواز کی کیا دلیل ہے اسراف تو کہہ نہین سکتے کیونکہ بغرض زینت اگر کچھ کپڑا زائد لگجا دے تو اسراف مین داخل نہین ورنہ لکھنؤ ازنانہ پائجامہ بھی ناجائز ہونا چاہیئے حالانکہ اُس مین اگر قباحت ہے تو صرف اتنی کہ تستر پورے طور پر نہین ہوتا چلنے مین ران اور ساق کھل جاتی ہے کپڑا زیادہ لگنا وجہ ممانعت نہین ہے ورنہ کابلیون کا پائجامہ بھی ممنوع ہونا چاہیئے اور مردون کا لنبا کرتا اچکن بھی ممنوع ہو کہ اُس سے کم لنبا چوڑا بن سکتا ہے

کراہت ثیاب رقیقہ

الجواب - چونکہ اس مین تشبہ بالفساق ہے اس لئے مکروہ ہے جیسا ایک حدیث مین ہے کہ ایک بزرگ نے ایک امیر پر خطبہ مین انکار کیا تھا یلبس ثیاب الفساق حالانکہ وہ صرف باریک کپڑا پہنے تھا جو فی نفسہ مباح ہے مگر اُسوقت ثیاب رقیقہ شعار فساق کا تھا کذٰا اھذ فقط - واللہ اعلم -

سوال - ایک شخص نے اپنی جائداد موروثی سکنی وزرعی کو مختلف اوقات مین اپنی بہن حقیقی کے جس کی عمر اب زائد از بتیس ۳۲ سال اور خاوند اور اطفال والی ہے موجودگی اور علم کی حالت مین بذریعہ بیع جائز اپنے عزیز رشتہ دار اور ہمسایون کی طرف منتقل کر دی اور عرصہ زائد از گیارہ سال مین ہر ایک مشتری کے مالکانہ تصرف مین زمین مبیعہ اس صورت سے آگئی کہ زمین مسکونہ پر مکانات بنگئے اور زمین مزروعہ پر درخت لگ گئے اور کاشت کی آمدنی وصول کرتے رہے بالفعل بائع جائداد مذکور نے اپنی بہن حقیقی کے ساتھ بوجہ بدنیتی

اور طمع فاسد کے سازش کر کے دعوے وراثت شرعیہ کا کرایا اور تمادی قانونی سے محفوظ
رہنے کی وجہ سے اپنی بہن مدعیہ کی عمر بست (۲۰) سالہ اور اپنی والدہ کے انتقال کو اندر میعاد
بارہ سال کے بیان کیا حالانکہ مدعیہ کی عمر زائد از بتیس (۳۲) سال اور اس کی والدہ کے انتقال
کو سترہ (۱۷) سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے مدعیہ کا باوجود پورے طور پر علم بیع ہونے اور
تصرف خریدارون کے ایک عرصۂ دراز تک چپ رہنا بجائے اقرار و اعتراف و تسلیم بیع کے
ہے یا نہین چند روایات بغرض استفادہ لکھی جاتی ہین - باع عقارا وامراته او ولده او بعض
اقاربه حاضر یعلم البیع ووقوع التقابض بینهما وتصرف المشتری فی ذلک زمانا ثم ادعی من کان
حاضرا عند البیع ان العقار له ولم یکن للبائع لا تسمع دعوی المدعی لان حضوره عند البیع و
ترک المنازعة اقرار منه انه ملک للبائع وقیل سکوته فی هذه الحالة کالافصاح بالاقرار دلالة
قطعا للاطماع الفاسدة لاهل العصر فی الاضرار بالناس وفی الجامع الصغیر سکوت المالک
فی ما اذا باع رجل ملکه وهو حاضر لا یکون رضا بالبیع وهذا فی غیر الاقارب (خزانة المفتین)
باع شیئا وزوجته او بعض اقاربه حاضر ساکت ثم ادعاه لا یسمع واختار القاضی فی فتاواه
انه یسمع فی الزوجة لا فی غیرها واختار ائمة خوارزم ما ذکرناه بخلاف الاجنبی فان سکوته
وقت البیع والتسلیم لا یکون رضی من البزازیه فی نکاح البکر السکوت کالافصاح
فی ثلثین مسئلة مذکورة فی العمادیة وجامع الفصولین وغیرهما الاولی سکوت البکر عند
تزویجها الثانیة الثالثة الی ان قال الثانیة والعشرون سکوت القریب عند بیع عقار بحضرة
وکذا سکوت احد الزوجین الثالثة والعشرون سکوت من رای غیره یتصرف زمانا فی
ثم ادعی انه ملکه الرابعة والعشرون سکوت المالک اذا رای غیره یبیع متاعه الخ کذا فی الفتاوی
الظهیریة من الفوائد الزینیة لابن نجیم -

الجواب - فی الشامیه عن الاشباه (۲۴) سکوته عند بیع زوجته او قریبه عقارا اقرار بانه لیس
له علی ما افتی به مشائخ سمرقند خلافا لمشائخ بخارا فلینظر المفتی ای لاختلاف التصحیح کما
سیذکره الشارح لکن المتون علی الاول فقد مشی علیه فی الکنز والملتقی آخر الکتاب فی مسائل
شتی واحترز بالبیع عن نحو الاجارة والرهن (۲۵) رآه یبیع عرضا او دارا فتصرف فیه المشتری

زمانا وهو ساكت تسقط دعواه اى ان الاجنبى كالجار مثلا لا يجعل سكوته مسقط الدعوٰى بمجرد روية البيع بل لا بد من سكوته ايضاً عند روية تصرف المشتري فيه زرعا وبناء بخلاف الزوجة والقريب فان مجرد سكوته عند البيع يمنع دعواه آه وفيها ايضاً عن البزازية فى آخر الفصل الخامس عشر من كتاب الدعوىٰ اذا باع عقارا وامرأته او ولده حاضر ساكت الى ان قال بعد حكاية اختلاف الفتوىٰ ما نصه وفى الفتاوى يتامل المفتى فى ذلك فان راى المدعى الساكت الحاضر ذا حيلة افتى بعدم السماع لكن الغالب على اهل الزمان الفساد فلا يفتى الا بما اختاره ائمة خوارزم اه وفيها ايضاً قلت لكن لا يلزم من غلبة الفساد ان لا يوجد من يعلم حاله بالصلاح وعدم التزوير تامل اه - اِن روایات سے چند اُمور معلوم ہوئے

(۱) یہ حکم کہ بیع کے وقت زوجہ یا کسی عزیز قریب کا سکوت کرنا گویا اُن کا اقرار ہے کہ مبیع ملک بائع ہے یہ حکم اصلی نہین ہے بلکہ معلل ہے علت کیساتھ کہ قرینۂ تسلیم ہے۔

(۲) یہ کہ مختلف فیہ ہے

(۳) یہ کہ جنھون نے اِس کی تصحیح کی ہے بوجہ عارض یعنی غلبۂ فساد زمان کے کی ہے۔

(۴) چونکہ فساد غالب ہے اسلئے مناسب اسی پر فتویٰ دینا ہے۔

(۵) یہ کہ اگر قرائن قویہ سے مدعی کی صلاحیت معلوم ہو جاوے تو اس پر فتویٰ نہوگا۔

مین کہتا ہون کہ اِن اُمور خمسہ ثابتہ سے لازم آگیا کہ اگر مشتری کو قرائن وشہادت قلب سے معلوم ہو جاوے کہ بائع قرابت دار مدعی کا واقع مین اِس بیع مین حق ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اُس کا سکوت وقت بیع کے کسی لحاظ و دباؤ سے تھا اجازت واذن بطیب خاطر سے نہ تھا تو اس صورت مین اُس کا وہ سکوت اقرار بملک بائع سمجھا جائیگا اور اگر حق ثابت ہوا و اسکوت کسی دباؤ سے نہ ہو تو سکوت گو اقرار بملک بائع نہ ہو گا مگر اجازت لبیع الفضولی ہوگی جو موجب نفاذ بیع و قاطع حق مدعی ہے اس تفصیل سے سوال کے شقوق کا جواب ہوگیا - فقط واللہ اعلم ۱۴ - جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ -

سوال - مردانہ چڑھتوان جوتہ عورتون کو پہننا کیسا ہے بعض دیار مین علی العموم رواج ہے کہ عورتین بھی علی العموم مثل مردون کے وہی جوتہ پہنتی ہین جو ایڑی کی طرف زیر پائی کی

طرح بیٹھا ہے اور چپٹا نہین ہوتا بلکہ جیسا مردون کا جوتا ویسا ہی وہ بھی اوّل تو مجھے ناجائز ہی ہونے کا خیال ہوا کیونکہ عورتون کو لباس وغیرہ مین مردون کی مشابہت پیدا کرنے کی حدیث شریف مین وعید آئی ہے لیکن جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جناب مولانا مرحوم مغفور کے یہان سب یا اکثر عورتین اور لڑکیان بھی مردانہ جوتہ پہنتی ہین اور مولانا مرحوم نے کبھی منع نہین فرمایا اُس وقت سے یہ رائے سُست ہوگئی لیکن ابھی تک کچھ اطمینان نہین ہوا مینے جو ایک آدھ کو منع کیا تو یہ کہا گیا کہ اِس مین پَیر کو آرام زیادہ ملتا ہے اور چلنے مین نکل نہین جاتا اور اِسمین چلتے وقت خاک اور چھینٹین بھی نہین اُڑتین اسلیئے ایسا پہنا جاتا ہے اور زیر پائی مین ایڑی کو تکلیف ہوتی ہے۔

الجواب۔ اسلیے رواج مین ایسا عموم نہین ہوا کہ دیکھنے والون کو منکر اور موجب تشبہ معلوم ہوتا ہو اسلیئے تشبہ مین ضرور ہے کسی بزرگ کا منع نہ کرنا حجت شرعیہ نہین رہا تکلیف ہونا سو اسکی اصلاح و ترمیم ممکن ہے کہ بنانے والا اس کی رعایت کرے رہا چھینٹ وغیرہ کا پڑنا سو اسکی احتیاط بھی دشوار نہین۔ فقط

تحقیق بعض صور صفقة فی صفقة

سوال۔ نہی عن صفقۃٍ فی صفقۃٍ کے ظاہری معنی کے لحاظ سے بعض اُمور ناجائز معلوم ہوتے حالانکہ بکثرت خاص و عام مین شایع ہین

مثلاً گھڑی کی مرمّت کہ ٹوٹے ہوئے پرزہ کو نکال کر صحیح پُرزہ لگا دیگا تو اُس پرزہ کی تو بیع ہے اور لگانے کا اجارہ۔

(۲) چارپائی بنوانا اور بان اپنے پاس سے دینا اسمین بان کی بیع ہے اور بُننے کا اجارہ۔

(۳) سقاء سے پانی لینا کہ جب اُس نے کنوے سے پانی نکال کر اپنے ظرف مین لیا تو اُسکی ملک ہوگیا سو پانی کی بیع ہوئی اور وہانسے لانیکا اجارہ۔ نیز بیع مالیس عندہ بھی ہے۔

(۴) کوئی زیور یا انگوٹھی جڑنے کو دینا کہ نگینون کی بیع ہے اور لگانے کا اجارہ وغیر ذلک من المعاملات الرائجۃ۔

الجواب۔ تعامل کی وجہ سے کہ بلانکیر شائع ہے جواب نوع کا اجماع ہے یہ سب معاملات جائز ہین پس نص عام مخصوص البعض ہے جیسا فقہا نے صباغی و خیاطی مین اسکی اجازت

وراثت و ثبوت نسب ولد الزنا از مادر خود

دی ہے کہ صبغ اور خیط صائغ کا ہوتا ہے اور اُسمین اجارہ بھی ہوتا ہے وھذا ظاھر جدا۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال - ولد الزنا کو اپنی مان کی طرفسے تو غالبًا ضرور میراث ملیگی البتہ باپ کی طرف سے بوجہ غیر ثابت النسب ہونے کے میراث نہ ملیگی اور غیر ثابت النسب ہونے کا غالبًا یہی مطلب ہے کہ باپ سے نسب ثابت نہیں مان سے تو ثابت ماننا پڑیگا جو رائے عالی ہو ارشاد فرماوین؟

الجواب - مان سے ثابت النسب بھی ہے اور میراث بھی پاویگا فی الدر المختار ولد الزنا یورث من توءم لست فمن الام اولیٰ۔ واللہ اعلم - ۱۰- ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

تحقیق علم غیب کلی و جزئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بعد الحمد والصلوۃ احقر الوریٰ اشرف علی عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب مین جو آیات واحادیث وارد ہین وہ تین قسم کی ہین ایک وہ جو یقینا ایجاب جزئی کو مفید ہین۔ دوسری وہ جو یقینًا سلب جزئی کو مفید ہین اور ان دونون قسمون مین کسی کو کوئی کلام نہین اور یہ امر کہ وہ بالمعنی الاعم علم غیب کہا جاوے گا یا بالمعنی الاخص علم غیب نہ کہا جاوے گا محض تفاوت اصطلاح ہے قابل التفات نہین اور ایہام سے احتراز واجب ہونا یہ مسئلہ فقہیہ ہے جو اس بحث سے خارج ہے اگرچہ فی نفسہ یہ حکم وجوب صحیح ہے۔ تیسری قسم وہ جو محتمل ایجاب کلّی وایجاب جزئی دونون کو ہے اور اسی قسم مین کلام ہے جو لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہین وہ اس قسم ثالث کو ایجاب کلّی پر محمول کرتے ہین اور اسی ایجاب کلّی کو اپنا متمسک ٹھیراتے ہین اور جو لوگ باوجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے اس علم محیط کی نفی کرتے ہین وہ ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہین اور یہی ملخص ہے نزاع کا اب بتوفیقہ تعالے یہ احقر سائلانہ کہتا ہے کہ جب ایجاب کلّی بوجہ احد المحتملین ہونے کے قطعی الدلالۃ نہین ہے تو مقام اثبات عقائد مین جو دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالت پر موقوف ہے اس سے کب استدلال صحیح ہوگا بخلاف ارادۂ ایجاب جزئی کے کہ وہ اپنا تو عین ہی ہے اور ایجاب کلّی کیلیے لازم ہے تو وہ ہر حالت مین متیقن ہوا اور ثانیًا مدعیانہ کہتا ہے کہ ایجاب کلّی پر حمل کرنا باطل ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ ایجاب کلّی مین بحصر عقلی تین احتمال ہین یا اس ایجاب

کے زمانۂ نسبت کو سلب جزئی کے زمانۂ نسبت سے معیّت ہو گی یا تقدم ہو گا یا تاخر ہو گا اور
تینوں باطل ہین کیونکہ اگر معیّت مانی جاوے تو اجتماع نقیضین لازم آتا ہے اسلئے کہ موجبۂ کلیہ و
سالبۂ جزئیہ باہم متناقض ہوتے ہین اور اگر تقدم مانا جاوے تو لازم آتا ہے کہ اول حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو سب علوم عطا فرما دئے گئے ہون پھر بعد مین بعض علوم نعوذ باللہ سلب کر لئے
گئے ہون سو اول تو یہ امر عقلاً شنیع ہے ثانیاً مقتضائے رب زدنی علما کے مخالف ہے
ثالثاً خود عقیدۂ خصم کے بھی خلاف ہے اور اگر تاخر مانا جاوے جیسا رفع اجتماع النقیضین کیلئے
خصم کا عذر ہے تو یہ روایات صحیحہ کے مصادم ہے جن سے بعض مواد تحقق سلب جزئی کا تاخر
زمانۂ نسبت قضایا محتملۂ ایجاب کلی سے یقیناً معلوم ہوتا ہے جیسا تتبع روایات سے ماہر پر ظاہر
و باہر ہے بالخصوص بعض روایات مفیدۂ سلب جزئی کہ اُس مین احتمال عقلی بھی نہین ہو سکتا کہ
زمانۂ حکم ایجاب کلی کو اُس سے تاخر ہو مثلاً یہ حدیث صحاح کی کہ قیامت مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم
بعض لوگون کو حوض کوثر کی طرف بلاوینگے ملائکہ عرض کرینگے انک لا تدری ما احدثوا بعدک
اسمین جملہ لا تدری الخ مفید ہو رہا ہے سلب جزئی کو اور چونکہ یہ واقعہ قیامت کا ہے اسمین
احتمال عقلی بھی نہین کہ زمانۂ ورود روایات محتملۂ ایجاب کلی کو اس سلب جزئی سے تاخر ہو جیسا
ظاہر ہے پس جب ایجاب کلی کے تینون احتمال معیّت و تقدم و تاخر کے باطل ہوئے تو ایجاب
کلی باطل ہوا اور دوسرا محتمل یعنی ایجاب جزئی متعین اور حق ٹھیرا اور یہی مذہب ہے نفات کا اور اس
مذہب پر تمام نصوص باہم متطابق و متوافق و متظافر و متظاہر رہینگی کیونکہ ایجاب جزئی و سلب
جزئی باہم متناقض نہین ہوتے اور اِس پر کوئی اور محذور بھی لازم نہین آتا اسلئے مذہب نفات کا
ثابت اور مذہب مثبتین کا منفی ہو گیا اور یہی مطلوب تھا والحمد للہ تعالے علی ذلک فقد جاء
الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا - کتب بالعدس یوم الفطر ۱۳۲۳ھ فی بلدۃ برلی -

سوال - زید کہتا ہے کہ مین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بد عقیدہ ہون اور کسی
طرح جی نہین چاہتا کہ اُنکے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہون مگر اب تک کہا ہے اور کہتا ہون اور
کہونگا زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ تھے تو صحابی مگر دل مین سلطنت کی محبت رکھتے
تھے اور چاہتے تھے کہ کسیطرح سلطنت یا خلافت میرے ہی خاندان مین رہے اسی بنا پر اُنھون

حکم طعن بر حضرت معاویہ رض

نے اپنے بیٹے یزید سے کہدیا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مار ڈالنا پھر زید اس خیر
جملہ کے خلاف ایک یہ روایت بیان کرتا ہے کہ اُنھون نے یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے
حضرت امام حسین رضؓ کے مار ڈالنے کو یزید سے نہین کہا تھا۔ غرض زید مختلف روایتین بیان
کرتا ہے اور غالباً اول روایت کو صحیح جانتا ہے زید اپنے خیالات کی تائید مین یہ بھی پیش کرتا
ہے کہ شمس التواریخ کے مصنّف نے بھی اپنی تصنیف مین جابجا حضرت امیر معاویہ پر طعن کئے
ہین زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ پکّے مسلمان نہ تھے البتہ مرتے وقت
پکّے مسلمان ہو گئے تھے اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید جو اپنے کو سُنّی اور حنفی کہتا ہے تو
ان عقائد اور خیالات کے رکھنے سے اُسکی سنّیت اور حنفیّت مین کچھ نقصان آتا ہے یا
نہین اور ایسے شخص کے پیچھے نماز وغیرہ پڑھنے مین اور اُس کی محفلون اور جلسون مین بیٹھنے
سے کچھ خرابی تو نہین آتی اور یہ ارشاد فرمائیے کہ اہل سنّت وجماعت کو حضرت امیر معاویہ اور حضرت
ابو سفیان رضی اللہ عنہما سے کیا عقیدہ رکھنا چاہئے اور شمس التواریخ اور اُس کے مصنّف جو اکبر آبادی
ہین اور غالباً ابھی زندہ ہونگے اسلام مین کیا رتبہ رکھتے ہین آیا اُنکی تصانیف قابل اعتبار ہین یا نہین

الجواب ۔ حدیث مین ہے لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا
ما بلغ مد احدھم ولا نصیفه متفق علیه اور حدیث مین ہے اکرموا اصحابی فانھم خیارکم
رواہ النسائی اور حدیث مین ہے لا تمس النار مسلما رانی او رای من رانی رواہ الترمذی
اور حدیث مین ہے فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم رواہ الترمذی
اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی یقیناً ہین
اسلئے احادیث مذکورہ اُنکو شامل ہونگی پس اُن کا اکرام اور محبّت واجب ہوگی اور اُن کو بُرا کہنا
اور اُن سے بغض ونفرت رکھنا یقیناً حرام ہوگا اور اُن سے جو کچھ منقول ہے بعد تسلیم صحت نقل
اُن اعمال پر اُنکے حسنات بلکہ خود ایک وصف صحابیت غالب ہے جیسا ارشاد نبوی فلو ان
احدکم الخ اسپر دال ہے اور اسی بنا پر لا تمس النار الخ فرمایا ہے پس جو وسوسہ وخطرہ بلا اختیار
دل مین پیدا ہو وہ عفو ہے اور جو عقیدہ اور تعلق اختیار سے ہو اُس کی اصلاح واجب ہے
اور جو شخص باختیار بدگمانی یا بد زبانی یا بغض ونفرت رکھیگا لا محالہ وہ احادیث نبویہ کا مخالف اور

خارج از اہل سنّت وجماعت ہے جیسا کتب اہل سُنّت سے ظاہر ہے اسلیئے اُس کی امامت بھی مکروہ ہے اور اختلاط بلا ضرورت ممنوع فی شرح العقائد النسفیہ وما وقع بینہم من المنازعات والمحاربات فلہ محامل وتاویلات فسبہم والطعن فیہم ان کان مما یخالف الادلۃ القطعیۃ فکفر کقذف عائشۃ رضی اللہ عنہا والا فبدعۃ وفسق اھ شمس التواریخ نظر سے نہیں گذری نہ مصنّف کا حال معلوم واللہ اعلم۔

سوال ۔ زید کہتا ہے کہ مسجد میں چار زانو بیٹھنا سخت بے ادبی ہے اور سخت بے ادبی ہونیکی وجہ سے ناجائز ہے حتی الامکان دوزانو بیٹھے اور مجبوری سے چار زانو بیٹھنے کی اجازت ہوسکتی ہے اور جو شخص چار زانو بیٹھتا ہے خواہ خالی بیٹھے یا کچھ قرآن مجید یا وظیفہ پڑھنے کیلئے بیٹھے تو زید اُس سے ناراض ہوتا ہے اور اُس کو ملامت کرتا ہے علی ہذا القیاس اسطرح بیٹھنے کو سخت گستاخی سمجھتا ہے کہ آدمی مسجد میں بعد نماز اپنے داہنے پانوٗں کو کھڑا کرلے اور بائیں پانوٗں کو جو قعدہ میں بچھاتا بچھا رکھے علی ہذا القیاس اسطرح بیٹھنے کو بھی ناجائز بتاتا ہے کہ آدمی اپنے سُرین اور دونوں قدموں پر بیٹھے اور دونوں پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں کے حلقے میں لے لے خلاصہ یہ ہے کہ زید دوزانو بیٹھنے کے سوا مسجد میں ہر نشست کو بے ادبی کے سبب ناجائز بتاتا ہے بلکہ مسجد کے باہر بھی قرآن مجید یا وظیفہ پڑھنے کیوقت دوزانو بیٹھنے کے سوا ہر نشست کو جناب باری جلّ جلالہ میں بے ادبی وگستاخی سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رح مسجد میں ایک بار اپنی سرین اور دونوں قدموں پر بیٹھے تھے کہ جناب باری جلّ جلالہ کی طرف سے عتاب ہوا اور غیب سے آواز آئی کہ او ثور (بیل) یہ کیا بے ادبی وگستاخی ہے اسی دن سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ثوری کا لفظ اضافہ ہوگیا۔ عمرو کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز صبح چار زانو بیٹھتے تھے اور طلوع آفتاب تک چار زانو ہی بیٹھے ہوئے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے جب آفتاب بلند ہوتا تو دو رکعت یا چار رکعت نماز اشراق ادا فرماتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چار زانو بیٹھنا بھی مسنون ہے نہ بے ادبی و گستاخی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اللہ جلّ شانہ کا ادب اور خوف کسی کے دل میں نہیں ہوسکتا جب آپ نے یہ نشست اختیار فرمائی تو صاف ظاہر ہے کہ اسمیں

[illegible]

عین ادب ہے نہ کہ گستاخی و بے ادبی۔

علی ہذا القیاس تُورکین اور قدمون پر بیٹھنا بھی بعض احادیث مین آیا ہے البتہ نماز مین بلاعذر اسطرح بیٹھنا ضرور خلاف ادب ہے خارج نماز بعض اوقات اسطرح بیٹھنا مسنون ہے علی ہذا القیاس بعد نماز داہنا پاؤن کھڑا کر لینا بھی بعض اکابر سے ثابت ہے جو کم از کم جائز ضرور ہے اور کسی طرح قابل ملامت نہین رہا حضرت سفیان ثوری کا قصہ بے بنیاد ہے سند صحیح سے ثابت نہین کتب تصوف سے بھی معلوم ہوتا ہے چارزانو بیٹھنا خلاف ادب نہین بلکہ ادب کے موافق ہے کیونکہ تسبیح دوازدہ کے وقت اول چارزانو ہی بیٹھتے ہین اور رگ کیماس کو دبا کر ضربین لگاتے ہین اگر یہ نشست اللہ تعالیٰ کو مبغوض و ناپسند ہوتی تو اہل تصوف جو کہ کمال ادب باری جل جلالہ کا ہر وقت ملحوظ رکھتے ہین کبھی اس کو اختیار نہ فرماتے پھر لطف یہ کہ اول ہی مین اختیار فرماتے ہین یہ بھی نہین کہ آرام لینے کی غرض سے آخر مین چارزانو بیٹھتے ہون اسکے علاوہ قرّاء اکثر چارزانو ہی بیٹھنا پسند فرماتے ہین کیونکہ چارزانو بیٹھنے مین سینہ سے آواز بآسانی نکلتی ہے اور قرآن پڑھنے مین تکلف نہین کرنا پڑتا۔ زید و عمرو کے خیالات ظاہر کرنیکے بعد یہ بات دریافت طلب ہے کہ جو بات صحیح اور موافق حدیث و فقہ و تصوف ہو اُس سے اطلاع فرمایئے تاکہ اُس کے موافق اعتقاد و عمل رکھا جاوے۔

الجواب ۔ عمرو کا قول صحیح ہے۔ حدیث تو سائل نے لکھدی ہے۔ قاضیخان مین ہے و ہو کالتربع فی الجلوس والاتکاء قالوا ان کان ذلک علی وجہ التجبر یکرہ وان کان لحاجۃ ضرورۃ لا یکرہ اھ قلت ومن الحاجۃ طلب الراحۃ۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ محض کسی کا تراشیدہ خلاف نقل و خلاف لغت ہے فی القاموس وثور ابو قبیلۃ من مضر منہم سفیان بن سعید اور خلاف نحو بھی کیونکہ ثوری پر الف لام آتا ہے الثوری اگر ثوری کے وہ معنی ہوتے جو زید نے دعویٰ کیا ہے تو اس ترکیب مین اضافت معنویہ ہوتی پھر الف ولام کا داخل ہونا اُسپر کس طرح جائز ہوتا۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

سوال ۔ زید ایک مسجد کا خطیب اور امام ہے اکثر اوقات وہی نماز پڑھاتا ہے اور بعض اوقات دوسرون سے پڑھواتا ہے جب یہ خطبہ پڑھنے کیلئے اپنی جگہ سے اُٹھتا ہے تو بعض لوگ اُٹھ

اُٹھ کر اسکو سلام کرتے ہین اور اس سے مصافحہ کرتے ہین اور یہ سلام کا جواب دیتا ہوا اور مصافحہ کرتا ہوا منبر پر جا بیٹھتا ہے آیا طرفین کا سلام و مصافحہ ایسے وقت مین ممنوع و حرام ہے یا نہین اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام سے اسکی ممانعت و حرمت نکلتی ہے یا نہین ظاہر الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ و کلام کی ممانعت ہے نہ سلام و مصافحہ کی لیکن دلالۃ النص کی رو سے یہ کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جب صلوۃ کی ممانعت ہے تو سلام و مصافحہ کی بدرجۂ اولیٰ ہوگی یہ اُس صورت مین ہے جب خود زید نماز پڑھانے کو چلتا ہے اور جب وہ دوسرا دن سے پڑھواتا ہے اُسوقت بھی لوگ زید سے سلام و مصافحہ کر کر اپنی جگہون پر آبیٹھتے ہین البتہ جب خطبہ شروع ہو جاتا ہے تو لوگ ایسا نہین کرتے تاہم اتنا ہوتا ہے کہ اگر زید اثنائے خطبہ مین کسی کی طرف دیکھتا ہے تو دوسرا شخص ہاتھ کے اشارہ سے سلام کر لیتا ہے کیا یہ اشارہ سے سلام کر لینا بھی ممنوع ہوگا ہر ہر صورت کا جواب ارشاد فرمائیے۔

الجواب - اذا خرج الامام مین ایک قول یہ ہے کہ خروج سے مُراد صعود علی المنبر ہے چنانچہ عینی نے حاشیہ ہدایہ مین نقل کیا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے پس اس سے پہلے سلام و مصافحہ درست جائز ہین اور اشارہ چونکہ کلام نہین لہذا وقت خطبہ کے حُرمت مین مثل کلام کے تو نہین ہے مگر چونکہ مشابہ کلام کے ہے اسلئے کراہت سے خالی نہین بالخصوص جبکہ خود سلام کرنا بھی اشارۃً سے مطلقاً ممنوع ہے حدیث مین ہے ومن مس الحصیٰ (ای فی الخطبۃ) فقد لغا رواہ مسلم جب مس الحصی سے ممانعت ہے کیونکہ اسمین مشغولی ہے غیر خطبہ کی طرف تو اشارۂ سلام مین تو اس سے زیادہ مشغولی ہے اور حدیث مین ہے لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبھوا بالیھود ولا بالنصاریٰ فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاریٰ الاشارۃ بالاکف رواہ الترمذی اس سے سلام بالید کی ممانعت مفہوم ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم ۱۸- ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

بر سلام شتغلین وظائف و غیرہ

سوال - کیا یہ بات صحیح ہے کہ جب مسجد مین آئے تو بآواز بلند السلام علیکم کہے اور جب مسجد سے جانے لگے اُسوقت بھی بآواز بلند السلام علیکم خواہ مسجد مین کوئی ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی ہو اور نماز مین مشغول ہو یا بعض لوگ نماز مین مشغول ہون اور بعض خالی بیٹھے ہون یا سب کے سب نماز یا اور کسی وظیفہ مین ہون ہر ہر صورت کا جواب ارشاد ہو۔

الجواب - محض غلط ہے بلکہ ایسی حالت مین کہ لوگ اپنی نماز و وظائف مین مشغول ہون سلام کرنا مکروہ ہے فی الدر المختار ؎

سلامک مکروہ علی من ستسمع + ومن بعد ما ابدی یسن و یشرع + مصل و تال ذاکر و محدث + خطیب ومن یصغی الیھم و یسمع + مکرر فقہ جالس لقضائہ + ومن بحثوا فی العلم دعھم لینفعوا + موذن ایضا ومقیم مدرس + کذا الاجنبیات الفتیات امنع + واللہ اعلم - ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

سوال - زید ایک فقیر صورت آدمی ہے جس مجمع مین جاتا ہے خواہ وہ مجمع مسجد مین ہو یا خارج مسجد سلام مین بھی تقدیم نہین کرتا جب لوگ اُسکو سلام کرتے ہین تو ہاتھ یا زبان دونون سے سلام کا جواب دیتا ہے - جب کبھی اتفاق کوئی ایسا ہی وجیہ شخص مثلاً عالم یا درویش وغیرہ ملتا ہے تو سلام مین تقدیم کرتا ہے ورنہ نہین ظاہر حال یہی کہتا ہے کہ یہ شخص اپنی فقیری اور عبادت کے سبب لوگون کے سلام کا منتظر رہتا ہے آیا ایسے کو سلام کرنا یا سلام مین تقدیم کرنا شرعاً ممنوع تو نہین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم مین لکھا ہے کہ متکبرین کا سلام یہی ہے کہ اُن کو سلام نہ کرو امام صاحب موصوف کے اس قول پر عمل کرنا خلاف سنت تو نہ ہوگا کیونکہ ہر اجنبی و غیر اجنبی مسلمانونکو سلام کرنا اور سلام مین تقدیم کرنا احادیث سے مسنون معلوم ہوتا ہے

الجواب - تکبر حرام ہے اور مرتکب اسکا بالخصوص اُسپر جو مصر ہو فاسق ہے اور فاسق کو ابتداء بسلام نکرنا جائز ہے بلکہ اولیٰ فی الدر المختار فی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف الی قولہ لکن یخص منہ الفاسق بدلیل اٰخر - جب معلوم ہوا کہ حدیث عام مخصوص البعض ہے تو امام صاحب کے قول پر عمل کرنا خلاف سنت نہ ہوگا - واللہ اعلم - ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

نماز عیدین در مسجد و عیدگاہ

سوال - زید عیدین کی نماز اپنی مسجد مین پڑھتا ہے عیدگاہ مین نہین پڑھتا اور جو کوئی عیدگاہ مین پڑھنے کا عادی ہے اُسکو بھی روکتا ہے کبھی کہتا ہے نماز عیدین مسجد مین بھی جائز ہے چنانچہ فلان فلان مولوی صاحبون کا فعل اسکے جواز کی دلیل کافی ہے کبھی کہتا ہے جسکو مجھ سے محبت و تعلق ہو اور میرے کہنے کا کچھ پاس و لحاظ ہو وہ میری ہی مسجد مین نماز پڑھے کبھی کہتا ہے عیدگاہ مین تو بہت لوگ ہو جاتے ہین یہان بھی پچاس ساٹھ آدمی ہو جائین تو

بہتر ہے کبھی کہتا ہے مسجد مین بھی خدا ہی کی نماز ہے اور عیدگاہ مین بھی خدا ہی کی نماز ہے چاہے جہان پڑھو۔ غرض مختلف طریقون سے عیدگاہ جانے سے روکتا ہے اور اُس کے ملنے والون مین سے جو کوئی چلا جاتا ہے اُس سے ناخوش ہوتا ہے اور شکایت کرتا ہے اس شخص کے پاس و لحاظ سے بعض لوگ عیدگاہ جانے سے رُک جاتے ہین اگر یہ شخص عیدگاہ مین پڑھے یا دوسرون کو منع نہ کرے تو اس مسجد کے پڑھنے والے سب عیدگاہ ہی مین جائین ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے اور اُسکی مسجد مین نماز عیدین پڑھنا کیسا ہے اور عموماً مسجدون مین نماز عیدین پڑھنا اور بلا عذر بارش و ضعف رفتار وغیرہ عیدگاہ کو ترک کرنا کچھ گناہ ہی یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوٰۃ العید سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز ایک بار کے کہ عذر بارش کی وجہ سے مسجد مین ادا فرمائی تھی ہمیشہ میدان ہی مین تشریف لیجاتے تھے حتی کہ جنبر عذر شرعی سے نماز بھی نہ تھی اُنکے لیجانیکا اہتمام فرماتے تھے چنانچہ بکثرت احادیث وارد ہین پس جس امر کا حضور کو قولاً و فعلاً اہتمام ہو اُس کے خلاف کا قولاً و فعلاً اہتمام کرنا مخالفت سنّت کی ہے جسکے گناہ ہونے مین کوئی شبہ نہین حدیث مین ہے فمن رغب عن سنتی فلیس منی واللہ تعالی اعلم۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

جواز تقصیر موئے سر

سوال۔ زید کہتا ہے کہ سارے سر مین بال رکھنا سنت ہے اور علاوہ حج کے سر منڈانا خلاف سنت ہے اور خشخشے بال رکھانیوالے کو سخت مخالف سنّت خیال کرکے قابل ملامت کہتا ہے۔ عمرو کہتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سر منڈاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اس فعل سے کبھی منع نہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ سر منڈانا بھی غیر ایام حج مین سنت ہے اور خشخشے بال رکھنے کی ممانعت نہین اسلئے وہ اپنی اصل پر رہینگے اور اصل اباحت و جواز ہے خشخشے بال رکھنا قرون ثلاثہ سے ثابت ہین یا نہین اور انکو جو زید بدعت کہتا ہے وہ صحیح ہے یا نہین اور ایسے بال رکھانے والا شرعاً قابل ملامت ہے یا نہین

الجواب۔ سنت مطلقہ وہ ہے جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت کے کیا ہو ورنہ سنن زوائد سے ہوگا تو بال رکھنا حضور کا بطور عادت کے ہے نہ بطور عبادت کے

اسلئے اولی ہونے مین تو شبہ نہین مگر اسکے خلاف کو خلاف سنت نہ کہینگے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نہ ہوتی چہ جائیکہ وہ حدیث بھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کے جواز بلا کراہت کی اور خلاف سنت نہونیکی پس جس حالت مین بالکل منڈا دینا جائز ہین تو قصر کرانے مین کیا حرج ہے للاجماع علی تساوی حکم القصر والحلق لشعر الراس فی مثل ھذ الحکم والی التساوی اشیر بقولہ تعالیٰ محلقین رؤسکم ومقصرین واللہ اعلم۔ ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

انتداء غلط خوان قرآن

سوال - بکر ایک مسجد کا امام ہے اور حافظ قرآن بھی ہے مگر قرآن بہت غلط پڑھتا ہے بعض الفاظ ایسے لپیٹ کے پڑھتا ہے کہ اگر کسی کو پہلے سے وہ الفاظ یاد نہ ہون تو سمجھ مین نہ آئین اسکے علاوہ بعض جگہ زبر کو ایسا بڑھا دیتا ہے کہ الف پیدا ہوجاتا ہے مثلاً نعقر دا کو نعاقروا اور قد افلح کو قد افلحا وغیرہ پڑھ جاتا ہے بعض جگہ ساکن کو متحرک پڑھ دیتا ہے مثلاً اھدنا الصراط المستقیم کو اھدِنا بکسرہا بعض جگہ متحرک کو ساکن پڑھ دیتا ہے مثلاً الم تر کیف فعل کو الم ترکیف فعْل بسکون عین پڑھتا ہے اسکے علاوہ جابجا درمیان مین وقف کر دیتا ہے اور وقف کے وقت آخر لفظ کو ساکن نہین پڑھتا بلکہ ہمیشہ متحرک پڑھتا ہے اور پھر آگے چلتا ہے جس لفظ پر وقف کیا ہے اُسکو دوبارہ نہین پڑھ لیتا ایسے حافظِ قرآن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اگر اسکے پیچھے نماز مکروہ یا ناجائز ہو مگر لوگ اُس کو امام بنائین تو اُس شخص کو کیا ترک جماعت کرنا چاہئے جو اس قسم کی سب غلطیون سے بچتا ہو۔

الجواب - فی فتاوی قاضیخان اما الخطاء فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی لا تفسد الصلوٰۃ عند الکل وان غیر المعنی تغیرا فاحشا فسدت صلوتہ فی قول المتقدمین و اختلف المتاخرون فی ذلک وما قالہ المتقدمون احوط وما قالہ المتاخرون اوسع انتہی مختصراً وفیہا ایضاً واما ترک المد ان لم یغیر المعنی کما فی قولہ انا انزلناہ انا اعطیناک لا تفسد صلوتہ اھ قلت وکذا المد فیما لیس فیہ کما ھو ظاہر پس جو غلطیان سوال مین مذکور ہین چونکہ مغیر معنے نہین اسلئے نماز ہوجاویگی جو شخص ایسی غلطیون سے محفوظ ہے اُس کو ترک جماعت نہ چاہئے۔ واللہ اعلم۔ ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال - زید ملازم بادشاہ وقت تھا پس جب اُسکو تنخواہ ملتی تھی وہ سب کی سب اپنی بیوی
ہندہ کے حوالہ کردیتا تھا اور ہندہ جو چاہتی تھی وہ کرتی تھی وہ اصلا پرسان نہین ہوتا تھا بلکہ
یہ حالت تھی کہ زید کو اگر آنہ دو آنہ یا روپیہ دو روپیہ یا کچھ کم وبیش کی حاجت ہوتی تھی تو ہندہ سے
مانگتا تھا اگر ہندہ نے دیدیا تو خرچ کیا ورنہ چُپ ہو رہتا تھا پس اسی تنخواہ کے روپیہ سے ہندہ نے
زید کی حیات مین جائداد اپنے نام سے خریدی اور وقت خرید سے اسوقت تک وہی اُسپر قابض
ہے اور زید نے اس سے اصلا تعرض نہین کیا اب عرصہ چار پانچ سال کا ہوتا ہے کہ زید انتقال
کر گیا پس یہ جائداد علی ما فی الشامی وغیرہ ہبہ مین صرف قرائن دالہ علی التملیک کے بھی کافی ہونے
کی وجہ سے ہندہ کی قرار دیگی یا زید ہی کی سمجھی جاکر اُسکے کل ورثہ اسمین سے حصہ پا دینگے۔

الجواب - ہر چند ہبہ قرائن سے ثابت ہو جاتا ہے لیکن صورت مسئولہ مین اسی مین کلام
ہے کہ یہان قرائن ہبہ کے ہین یا نہین سوجہانتک غور و تامل کیا گیا یہ دینا ہبہ نہین معلوم ہوتا
بلکہ بی بی کو محض تحویلدار سمجھتے ہین اور محض اسوجہ سے سب کمائی سپرد کر دیتے ہین کہ اُس کو
اُمور خانہ داری مین تجربہ کار سمجھتے ہین تو اُسکو دیدینا ایک گونہ انتظام کی سہولت سمجھتے ہین یہی
وجہ ہے کہ جو عورتین سلیقہ شعار نہین سمجھی جاتین اُنکو اسطرح کے اختیارات نہین دیئے جاتے
اسی طرح اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اپنے رشتہ دار کو دیتی ہے تو یقینا شوہر ناخوش ہوتا ہے ان
سب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبہ نہین محض توکیل وایداع ہے رہا نہ پوچھنا اور تعرض نہ کرنا
یہ اسوجہ سے نہین کہ اُسکو مالک کر دیا ہے بلکہ محض اس وجہ سے ہے کہ زوجہ پر اعتماد ہے کہ بے
موقع صرف نہ کریگی بہر حال روپیہ بچا ہوا تو شوہر ہی کی ملک ہوگا جب اُس نے جائداد خریدی گویا
مغصوب روپیہ سے خریدی لہذا جائداد زوجہ کی ملک ہوگی اور یہ روپیہ ترکہ زوجہ سے وصول کر کے
سب ورثہ زید کو تقسیم ہوگا جس مین خود زوجہ بھی داخل ہے پس بقدر اسکے حصہ کے تو ساقط ہو جاویگا
بقیہ روپیہ بقیہ ورثہ کیلئے وصول کیا جاویگا البتہ اگر شوہر کو یقیناً یہ معلوم ہو کہ یہ میرے ہی روپیہ سے خریدی
گئی ہے اور بی بی نے اپنے ہی لئے خریدی ہے اسمین میرا کوئی حق نہین یہ سکوت البتہ دلیل ہبہ کی ہے
مگر جبتک یہ احتمال باقی ہو کہ شاید شوہر کو اسکی اطلاع نہ ہو کہ یہ میرے روپیہ سے خریدی گئی ہے یا یہ کہ
اطلاع ہو مگر اُس نے یہ سمجھا ہو کہ گو اپنے نام سے خرید لی ہے مگر یہ اسکو میری ہی سمجھتی ہے اور میرے

بعد میرے ورثہ کو محروم نہ کریگی یا اسلیئے وہ خاموش ہوگیا ہوکہ اسکے نام ہونے سے جائداد محفوظ رہیگی میرے پاس سے شاید کوئی نیلام قرضہ مین کرالیوے تو ان احتمالات سے ہبہ ثابت نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جب تک مجموعہ قرائن کی تفتیش وتعیین نہ ہو حکم ہبہ کا مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - طہارت بیر مین امام محمد صاحبؒ کا قول تین سو ڈول کا جو منقول ہے وہ معلول بعلّت ثابت ہوتا ہے کہ اُنکے دیار مین اسی قدر پانی کنوؤن مین ہوتا تھا اب ہمارے دیار کے لوگ خواہ بدہمتی سے یا بے سامانی سے کل پانی کے اخراج مین بہت نالان ہین سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو کنوئین ایسے ہین کہ جنکا پانی بدقّت تمام یا بسہولت کل نکلسکتا ہے اُنکی طہارت کا حکم بھی تین سو ڈول پر دیدینا ثابت ہے یا نہین پھر اگر امام محمد صاحب کے قول سے حجت لی جائے تو اُس علّت پر نظر کیون نہین ہوتی جو اُنکو ملحوظ تھی

الجواب - واقع مین علی الاطلاق تین سو ڈول کا فتویٰ مسلک ضعیف ہے راجح یہی ہے کہ علت پر نظر کیجاوے لیکن چونکہ بعض کا فتویٰ علی الاطلاق ہے عوام کی آسانی کیلئے مرجوح قول لے لینا بھی جائز ہے کما صحوابہ اسلئے زیادہ تنگی ضروری نہین فقط واللہ اعلم۔ یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - ان قصبات مین اکثر دودھ جو بدھاجاتا ہے قیمت اُسمین کبھی پہلے کبھی پیچھے دیجاتی ہے اور متفرق طور سے وہ دودھ مالک سے وصول ہوتا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہو تو کچھ شرائط بھی اُسمین ملحوظ ہین یا نہین۔

الجواب - یہ معاملہ سلم نہین ہے لعدم اجتماع شرائطہ فیہ بلکہ اگر بعد مین روپیہ دین تب تو بیع نسیئۃ ہے اور بلا تکلف جائز ہے اور اگر پیشگی دیدین تو اس کے ذمہ قرض ہو جاتا ہے جسکو تھوڑا تھوڑا کاٹ دیتا ہے اسکو فقہا نے مکروہ فرمایا ہے واللہ اعلم۔ یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ

خط ہدایت نمط نزد عزیزے کہ از ہجوم وساوس و خطرات مغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود

از اشرف علی عفی عنہ بخدمت مومن کامل مجاہد النفس بارک اللہ تعالیٰ فی ایمانکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کئی روز ہوئے آپکا خط آیا حالات معلوم ہوئے ماشاءاللہ آپکا ایمان بالکل کامل ہے آمین

عمل بقول امام محمدؒ در نزح سہ صد دلو

در قیمت پیشگی [illegible] دادن [illegible]

معلوم نبودن [illegible] وساوس

کسی طرح کا نقصان وخلل نہین ہے جو حالت آپ نے لکھی ہے اور اُسکو موجب نقصانِ ایمان سمجھا ہے یہی حالت آپکی کمالِ ایمان کی دلیل ہے مگر چونکہ آپ کو ابھی علم کم ہے اسوجہ سے اندیشہ وقلق کا ہجوم ہوگیا ہے ورنہ آپکی حالت بڑی خوشی کے قابل ہے یہ حالت وسوسہ کی خواہ وہ ایک وسوسہ ہو یا ہزار ہون کچھ آپکو اوّل پیش نہین آئی کوئی ایسا سالک و واصل الی اللہ نہین ہے جسکو رستہ مین یہ گھاٹی نہ آئی ہو پس اُنمین سے جو خود عارف یا کسی عارف سے تعلق و محبت و اعتقاد کا رکھنے والا ہے اُسکی نظر مین تو یہ لاشئے محض معلوم ہوتی ہے اور جو ناواقف ہین وہ تل کو پہاڑ کرکے طرح طرح کی پریشانیون مین مبتلا ہو جاتے ہین۔

اے عزیز صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے بڑھکر کسی عالم کا کسی عارف کا رتبہ نہین ہوا اُن تک کو یہ قصہ پیش آیا کہ انواع انواع وساوس نے گھیرا اور وساوس بھی ایسے جسکو وہ زبان پر لانا جلکر کوئلہ ہو جانیسے بدتر اور سخت تر اور گران تر وناگوار تر جانتے تھے آخر اُنھون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین اسکو ذکر کیا حضور نے فرمایا ذالک صریح الایمان یعنی یہ تو کھلی نشانی ایمان کی ہے دو وجہ سے اوّل اسلئے کہ چور وہان جاتا ہے جہان متاع پاتا ہے پس اگر متاعِ ایمان اس شخص کے قلب مین نہوتا تو ہرگز شیطان اسکے پیچھے نہ پڑتا یہی وجہ ہے کہ اکثر نیک لوگونکو وساوس پیش آتے ہین اور جو فساق وفجار واشرار ہین اُنکو کبھی اسکا اتفاق بھی نہین ہوتا کیونکہ شیطان اُن سے جب گناہ کرا رہا ہے تو اُسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ ایسے امر مین مبتلا کرے جسمین کسی قسم کا گناہ بھی نہین نرا رنج ہی رنج ہے۔ دوسرے اسلئے علامت ایمان کی ہے کہ مومن نے اُسکو بُرا سمجھا پس اگر اس شخص کے ایمان مین خلل ہوتا تو ان خیالات کفریہ کو حق سمجھتا اور اُنکو دل سے قبول کرتا اور اُنپر مطمئن ہوتا اور اُنمین اسکے قلب کو انشراح ہوتا کراہت نہوتی جیسا تمام کفار کو دیکھا جاتا ہے جب اس شخص نے اُنکو مکروہ سمجھا تو اُنکی اضداد کو حق سمجھتا ہے اور یہی ایمان ہے غرض ان وجوہ سے یہ علامت ایمان کی ہے ہرگز ہرگز کفر نہین بلکہ گناہ ومعصیت بھی نہین کیونکہ گناہ وہ فعل مذموم ہے جو باختیار خود کرے اور چونکہ وساوس پر اختیار نہین ہے اسلئے وہ گناہ نہین ہو سکتے جب گناہ نہین پھر اُسپر پریشان ہونا فضول ہے یہ تو تحقیق ہے وسوسہ کے بُرے یا بھلے ہونیکی۔ رہا

اسکا علاج پس سب معالجات سے بہتر علاج جسکو اکسیر اعظم کہنا چاہئے یہی ہے کہ اسکا کچھ علاج نہ کیا جاوے بلکہ جرأت و دلیری کیساتھ اور یقین و عزم کیساتھ یہ سمجھے اور دل مین خیال کرے کہ جب یہ عند اللہ گناہ نہین اور شرعاً کوئی مرض نہین پھر کیا غم بلکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ دلیل ایمان کی ہے تو اُسپر اُلٹا اور خوش ہونا چاہئے جب یہ خوش ہوگا تو شیطان نے تو وسوسہ خاص اسی لئے القا کیا تھا کہ یہ شخص محزون ہوگا جب وہ دیکھیگا کہ یہ شخص تو خوش ہوتا ہے اور اِسکا خوش ہونا اُسکو پسند نہین پس وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیگا اور بہت آسانی سے اِس شخص کو اِس سے نجات ہو جاویگی اور اگر نجات نہ بھی ہو تو بھی پروا نہین کیونکہ جب یہ معصیت نہین تو اُس سے نجات کی ضرورت کیا ہے اور جیسا بے پروائی و دلیری اور بے توجہی سے یہ قطع ہو جاتا ہے اسیطرح اگر اس سے ڈرا کرے اور اُسکے غم مین پڑ جاوے اور یہی فکر و ذکر رکھے اور سوچا کرے تو یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے گو اُسکے بڑھنے سے گناہ تو نہین ہوتا مگر خواہ مخواہ ایک واہیات پریشانی ہوتی ہے پس عمدہ علاج یہ ہے - اور ہر شبہ کا بالتفصیل جواب سوچنا یا کسی سے پوچھنا یہ طریقہ مُضر ہے اُسمین اگر فوری تسلی بھی ہو جاتی ہے تو دو چار روز کے بعد پھر اُس جواب مین کوئی خدشہ ہو جاتا ہے پھر وسوسہ ستانے لگتا ہے اور نفس مین اچھا خاصہ ایک مناظرہ کا میدان گرم ہو جاتا ہے اسلئے اِسطریق کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے بلکہ بجائے اس سوچ بچار کے ذکر اللہ کا شغل رکھے کہ وہ قاطع وسوسہ بھی ہے جیسا حدیث مین آیا ہے اور اُس سے قلب مین بھی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ ایسی خرافات سے متاثر نہین ہوتا پس خلاصہ تمام تر تقریر کا تین امر ہوئے۔

(۱) ایسے وساوس کی کچھ پروا نکرین نہ اُنکے دفع کی فکر کرین۔

(۲) اُس کا جواب نہ سوچین نہ کسی سے وجہ پوچھین کتاب و سنّت کو بلا دلیل حق سمجھین اور اُسکے خلاف کو اعتقاداً باطل سمجھین گو کسی بات کی وجہ سمجھ مین نہ آوے - گو قلب مین اُسکا خطرہ آوے۔

(۳) اِن اُمور سے اعراض کر کے اللہ کے ذکر مین متوجہ رہین خواہ درود شریف خواہ استغفار یا اور کچھ اُسی مین خیال لگائے رہین انشاء اللہ تعالیٰ آپکے قلب کو ایک

ہی منٹ مین پوری تسکین وراحت حاصل ہوجاویگی اور پھر کبھی عمر بھر بھی تشویش نہوگی۔ اگر اور کوئی بات پوچھنا ہو بے تکلف ظاہر کردین والسلام۔ یکم جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ۔

سوال - جرس ممنوع کی کیا تعریف ہے مع کل جرس شیطان سے کیا مراد ہے بجتی ہوئی گھڑی اور گھنٹا جرس مین کیون شامل نہین علامہ محدثین کی توجیہ (جیسے بوجہ اعلام دشمن سفر مین ممنوع ہونا) سے تو لازم آتا ہے کہ اب غلبۂ اسلام کیوقت سفر مین بھی جائز ہو اگر ضرورت کو باعث اباحت قرار دیا جاوے تو اوّل تو کچھ زیادہ ضرورت بھی نہین بغیر بجے بھی وقت معلوم ہو سکتا ہے نیز لازم آتا ہے کہ بیل گھوڑے کی گردن مین گھنٹی اور گھنگھرو پہنانے جائز ہون کہ لوگ آواز سنکر رستہ سے ہٹ جاوین اگر ہر جرس کی ممانعت عام رکھی جاوے تو لوٹا کٹورہ گلاس کا ایک دوسرے سے لگکر بجنا بھی حرام ہوگا غرضکہ کچھ سمجھ مین نہین آتا۔

الجواب - جرس کی حرمت لعینہ نہین ہے لغیرہ ہے جہان کوئی غرض صحیح ہو گو وہ حد اضطرار تک نہو جواز کا فتوی دینگے تو گھڑیال مین غرض صحیح ہونا یقینی ہے البتہ جہان صرف تلہی یا تفاخر ومثل اسکے غرض فاسدہ ہون وہان ناجائز کہینگے روایت عالمگیری اسکی کافی دلیل ہے فی العالمگیریہ فی الباب السابع عشر من کتاب الکراہیۃ قال محمد فی السیر الکبیر انما یکرہ اتخاذ الجرس للغزاۃ فی دار الحرب وھو المذھب عند علمائنا الی ان قال قال محمد فی السیر فاما ما کان فی دار الاسلام فیہ منفعۃ لصاحب الراحلۃ فلا باس بہ قال وفی الجرس منفعۃ جمۃ منہا اذا ضل واحد من القافلۃ یلحق بہا بصوت الجرس ومنہا ان صوت الجرس یبعد ہوام اللیل عن القافلۃ کالذیب وغیرہ ومنہا ان صوت الجرس یزید فی نشاط الدواب فہو نظیر الحدی کذا فی المحیط۔ اور چونکہ گھوڑے کے گلے مین محض تفاخر وتلہی کیلئے باندھتے ہین اور کوئی ضرورت نہین لہذا جائز نہین ہو سکتا۔ واللہ اعلم۔ ۲۱۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ۔

سوال - احرام کی حالت مین معتاد شخص کو پان کھانا کیسا ہے پان سے لبون کی زینت ہوجاتی ہے اور پان مین ایک قسم کی خوشبو بھی ہے اور اگر پان مین الایچی اور خوشبودار تمباکو بھی ہو اُسکا کھانا کیسا ہے اور غیر معتاد کو پان کھانا بلحاظ زینت یا بغیر لحاظ زینت کیسا ہے

الجواب - فی العالمگیریہ الطیب کل شیئ لہ رائحۃ مستلذۃ ویعد ہ العقلاء طیبا کذا فی السراج الوہاج وفیہا ولو کان الطیب فی طعام طبخ وتغیر فلا شیئ علی المحرم فی اکلہ سواء کان یوجد رائحتہ اولا کذا فی البدیع وان خلطہ بما یوکل بلا طبخ فان کان مغلوبا فلا شیئ علیہ غیر انہ ان وجدت معہ الرائحۃ کرہ وان کان غالبا وجب الجزاء وفی الدر المختار وثوب صبغ بمالہ طیب کورس وعصفر الا بعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح روایات بالا سے معلوم ہوا کہ پان چونکہ داخل طیب نہین گو موجب زینت ہے منافی احرام نہین اور الایچی اور مثل اُسکے طیب ضرور ہین مگر چونکہ پان وتمباکو مین مغلوب ہین لہذا وہ بھی جنایت نہین گو خالی از کراہت بھی نہین اور جنایات مین عادت وعدم عادت مین تفاوت نہین حتّٰی کہ تداوی جو ضرورت مین عادت سے بڑھکر ہے اگر طیب وغیرہ سے ہو جنایت ہے گو معصیت نہو - فقط - واللہ اعلم - ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ -

سوال - جس مسجد مین تاوان وڈنڈ کے پیسے صرف کیئے گئے ہون یعنی اسکی تعمیر مین تاوان یہ ہے کہ کسی شخص کو عوض مجرمیت ڈنڈ کیا اور چرم قربانی کا پیسہ اور دم کا وعقیقہ کے چرم کا اور نکاح کا مسجد مین لگانا جائز ہے یا نہین اور اُس مسجد مین نماز ہوتی ہے یا نہین -

الجواب - جرمانہ ہمارے علماء حنفیہ کے نزدیک جائز نہین تو اُسکی آمدنی جائز نہوگی فی الدر المختار لا یاخذ مالا فی المذہب الی قولہ فی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ اسلیئے ایسا روپیہ مسجد مین لگانا جائز نہین اور چرم قربانی کی قیمت کا تصدق واجب ہے فی الدر المختار والصدقۃ کالہبۃ لجامع التبرع وفیہ ھو (ای الہبۃ) تملیک العین مجانا اور مسجد مین لگانیسے تملیک نہین ہوتی لہذا وہ بھی مسجد مین صرف نہین ہو سکتا اور لفظ دم عام ہے اگر سوال مین تعیین کیجاوے تو جواب ہو سکتا ہے - اور عقیقہ مین احکام قربانی کی رعایت مستحب ہے تو اس اعتبار سے اسکے چرم کی قیمت مسجد مین صرف کرنا خلاف اولی ہوگا اور نکاح پر اجرت لینا جائز ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو طاعت مخصوص بہ اہل اسلام نہو اُسپر مثل مباحات اخذ اُجرت جائز ہے اور نکاح ایسا ہی ہے اسلیئے مالک اگر اپنی خوشی سے مسجد مین لگانا چاہے جائز ہے - خلاصہ یہ ہوا کہ جرمانہ اور قیمت چرم قربانی کا مسجد مین لگانا جائز نہین

اور چرم عقیقہ کی قیمت لگانا خلاف اولیٰ ہے اور اُجرت نکاح کا لگانا جائز ہے - واللہ اعلم -

۱۳ - ذیقعدہ سنہ ١٣٢٠ھ -

زیور کو زیادہ وزن پر بدلنا ناجائز ہے

سوال - احقر نے ایک شخص کو سونے کی بالیان پُرانی بغرض فروخت دی تھین اور ذکر تھا کہ از سرِ نو بنینگی اُنھون نے انکو صہ کو فروخت کر کے سُنار کو روپیہ دیدیا اور کہدیا کہ اس مین تھوڑا سا سونا اور ڈال کر لئے تولہ کی نئی بالیان بنا دے حساب بعد مین کر دیا جاویگا - چنانچہ اُسنے اُتنے ہی وزن کی بنا دین یہ صورت ناجائز ہوتی ہے - ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ صہ جو پیشگی دئے گئے ہین وہ سنار کے پاس امانت یا قرض سمجھے جائین اور زیور دست بدست ملعہ کو خرید اجائے اسمین نسیہ ہو گیا اب چونکہ صہ بذمہ سُنار واجب الادا ہین اسلیئے وہ مقدار ساقط کر کے عہ اور اُسکو دیدو - یا یُون کرو کہ ملعہ نقد دیکر دست بدست اُس سے زیور لے لو پھر اپنے صہ کا مطالبہ اُس سے کرو - اور ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ سنار تمھاری طرف سے ملعہ۴ کا سونا خریدنیکے لئے وکیل ہے صہ تم سے پیشگی لے چکا ہے اور دس عہ کا سونا اپنے پاس سے خریدلایا ہے اسکا مطالبہ اب کرتا ہے - حضور اسمین کیا فتوے دیتے ہین -

الجواب - تاویل ثالث تو نہین چل سکتی کیونکہ وکالت بلا توکیل کیسے ہوگی اور توکیل یہان ہے نہین لہذا یہ بالیان جدید سنار کی مِلک ہونگی اور اب اُنکی بیع جدید ہوگی پس اگر وہ صہ بعینہ سنار کے پاس موجود ہین تو قرض کی تاویل نہین ہو سکتی کیونکہ نہ تصریحاً قرض دیا نہ تصرف کیوجہ سے اُسکے ذمہ دین ہوا پس لابد امانت ہوگی اور امانت مین روپیہ معین ہوتا ہے تو عقد متعلق اُس روپیہ سے ہوگا اور وہ مجلس مین موجود نہین تو نسیہ لازم آنیسے ناجائز ہوگا پس جب نہ قرض ہوا نہ امانت سے عقد کا متعلق ہونا جائز ہوا اس صورت مین صرف یہ صورت جائز ہوسکیگی کہ اپنی امانت اوّل واپس کر لے اور اُسمین دس عہ روپیہ اور ملا دے اور دست بدست خریدنے اور اگر وہ صہ اُسکے ضمان مین داخل ہو گیا ہے خواہ بوجہ صرف کر ڈالنے کے یا بوجہ مخلوط کر دینے کے تو البتہ وہ دَین ہو گیا ہے اس صورت مین تاویل اوّل چل سکتی ہے اور تاویل ثانی بے تکلف صحیح ہے - فقط - واللہ اعلم -

مسئلہ وارد گھڑیون و فروخت ٹکٹ کا وغیرہ

سوال۔ آجکل بعض انگریزی تجارتون کا یہ دستور ہے کہ کاغذ فروخت کرتے ہین اور اُسمین چار ٹکٹ لگے ہوتے ہین جسکو وہ شخص اُسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ پر چار اشخاص کے ہاتھ فروخت کرڈالتا ہے اور اُن اشخاص سے دہ روپیہ وصول کرکے اور اُنکا پتہ کمپنی کو لکھکر بھیجدیتا ہے صاحب کمپنی ایک گھڑی اس شخص کو بھیجتا ہے اور اُن چار اشخاص کے نام ایک ایک کاغذ ویسا ہی بھیجدیتا ہے جسمین ویسے ہی چار ٹکٹ بھی ہوتے ہین جسکو وہ چارون شخص لوگون کے ہاتھ اُسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ کو پھر بیچڈالتے ہین جب روپیہ اُن لوگون کے پاس آجاتا ہے تو وہ لوگ بھی صاحب کمپنی کے نام روپیہ اور جنکے ہاتھ دہ ٹکٹ فروخت کیے ہین اُنکا پتہ وغیرہ لکھکر بھیجدیتے ہین صاحب کمپنی ایک ایک گھڑی اُنکے نام بھیجدیتا ہے اور ایک ایک کاغذ ویسا ہی جنکے نام اُنھون نے ٹکٹ فروخت کیے ہین صاحب کمپنی کو بھیجدیتا ہی پھر وہ لوگ بھی ایسا ہی عمل کرتے ہین اور اسیطرح اسکا اجرا رہتا ہے ہان البتہ جس شخص کے ٹکٹ فروخت نہونگے وہ البتہ نقصان اُٹھائیگا۔ تو شرعاً یہ بیع جائز ہے یا نہین اور شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے۔

الجواب۔ حاصل حقیقت اس معاملہ کا یہ ہے کہ بائع مشتری اول سے بلا واسطہ اور دوسرے مشتریوں سے بواسطہ مشتری اول یا ثانی یا ثالث وغیرہم کے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ تم نے جو روپیہ بھیجا ہے اگر تم اتنے خریدار پیدا کرلو تو اس روپیہ مرسلہ کے عوض ہم نے تمھارے ہاتھ گھڑی فروخت کردی ورنہ تمھارا روپیہ ہم ضبط کرلینگے سو اسمین دونون شرطین فاسد و باطل ہین ایک دوسرے خریدارون کے پیدا کرنے کی تقدیر پر فروخت کرنا بھی کہ وہ تنجیز بیع کے وقت (اقتران بشرط فاسد مخالف مقتضائے عقد ہونیکی وجہ سے) عقد فاسد بحکم ربٰو ہے اور تعلیق کیوقت (تعلیق الملک علی الخطر ہونیکی وجہ سے) قمار ہے اور ربٰو اور قمار دونون حرام ہین اسیطرح دوسری شرط یعنی خریدار پیدا نکرنیکی تقدیر پر روپیہ کا ضبط ہوجانا بھی کہ صریح اکل بالباطل ہے اور یہ تاویل ہرگز مقبول نہین ہوسکتی کہ روپیہ کے عوض ٹکٹ دیا ہے کیونکہ ٹکٹ یقیناً مبیع نہین ورنہ بعد خرید ٹکٹ معاملہ ختم ہوجاتا ٹکٹ فروخت کرکے گھڑی کا استحقاق ہرگز نہوتا جیسا تمام عقود مین یہی ہوتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ٹکٹ مبیع نہین بلکہ روپیہ کی رسید ہے

جب دونون شرطون کا فاسد و باطل ہونا ثابت ہوگیا تو ایسا معاملہ بھی بالیقین حرام اور متضمن ربوا اور قمار و اکل بالباطل ہے اور کسی طرح اس مین جواز کی گنجائش نہین۔ قال اللہ تعالے احل اللہ البیع وحرم الربو وقال تعالیٰ انما الخمر والمیسر الی قولہ رجس من عمل الشیطان الآیۃ وقال تعالے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل ونھی علیہ السلام عن بیع وشرط وفی جمیع الکتب الفقھیۃ صرحوا بعدم جواز بیع شروط بما لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما کما لا یخفی علی من طالعھا۔ واللہ اعلم۔

ربط قلب بہ شیخ

سوال۔ ربط القلب بالشیخ کے کیا معنے ہین۔

الجواب۔ حقیقت اسکی شیخ سے ازدیاد محبت ہے اور صورت اسکی شیخ کا تصور ہے جو احیاناً بسبب محبت کا ہوتا ہے اور فائدہ اُسکی حقیقت کا افاضہ برکات و انوار ہے اور فائدہ اُسکی صورت کا دفع خطرات ہے مگر حقیقت و صورت دونون مین شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ سے علماً و عملاً متجاوز نہو ورنہ معصیت و بدعت سے نسبت باطنی ظلمانی ہوجاویگی فقط واللہ اعلم۔ ۲۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۱ھ۔

حقیقت جذبہ

سوال۔ جذبہ کی کیا حقیقت ہے۔

الجواب۔ بلا واسطۂ اکتساب و مجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہوجاتے ہین اُسکو جذبہ کہتے ہین اور اجتبا و محبوبیت و مرادیت بھی کہتے ہین۔ فقط واللہ اعلم۔

طریقہ ذکر جلی و خفی

سوال۔ ذکر جلی و خفی کرنیکا کیا طریقہ ہے۔

الجواب۔ بعض کی اصطلاح مین قلبی کو خفی اور لسانی کو جلی کہتے ہین اور بعض کی اصطلاح مین لسانی کے جہر کو جلی اور غیر جہر کو خفی کہتے ہین اور طریقے دونون کے کتب سلوک مین مذکور ہین مگر بدون تعیین شیخ کے خود کسی طریق کا اختیار کرنا نافع نہین ہے حصول نسبت مین۔

حد ذکر جلی

سوال۔ ذکر جلی کی حد کیا ہے۔

الجواب۔ ادنیٰ کی حد تو معین ہے اصطلاح اول پر تو تحریک لسان اور اصطلاح ثانی پر اسماع نفس خود کما صرح بہ الفقہاء لیکن اکثر کی کوئی حد نہین اپنے نشاط پر موقوف ہے مگر

اُسکے جواز کی یہ شرط ہے کہ کسی مصلّی یا نائم کو تشویش وایذا نہو کما صرح الفقہاء بہ۔ فقط۔
واللہ اعلم۔ ۲۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ۔

سوالات عیسائی منقولہ از پرچہ (نور علی نور) بابتہ جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

اگر کوئی مولانا صاحب حسب ذیل سوالون کو قرآن شریف سے ثابت کر دین تو از ان وقت ہم محمدؐ عربی کا رسول ہونا مان لینگے۔

اوّل۔ قرآن شریف کی کسی آیت سے آنحضرتؐ کو معصوم ثابت کیجیے۔

دوم۔ انجیل کو کسی قرآن کی آیت سے منسوخ کیجیے۔

سوم۔ علاوہ شق القمر کے کوئی معجزہ قرآن شریف سے ظاہر کیجئے۔

الجواب

الحمد للہ المتفضل علی رسولہ بقولہ ولولا فضل اللہ علیک الی قولہ عظیما وقولہ لولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا وقولہ الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا الی قولہ ھم المفلحون وقولہ وانزلنا الیک الکتب بالحق الی قولہ لقوم یوقنون وقولہ بل ھو ایٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم وقولہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اما بعد پرچہ **نور علی نور** لدھیانہ مطبوعہ یکم اگست مین صفحہ ۱۵ پر کسی پادری صاحب کے تین سوال ایک مسئلہ عصمت کا دوسرا نسخ انجیل کا تیسرا شق القمر کے علاوہ معجزہ کے ثبوت کا جنکا جواب اُنھون نے قرآن مجید سے چاہا ہے نظر سے گذرے چونکہ وجوب جواب کیلئے سوال کا معقول اور اصول صحیحہ پر منطبق ہونا ضروری ہے اسلیے ہم اُن فروگذاشتون کو جو سائل صاحب سے ان سوالات مین واقع ہوئی ہین اظہار کرتے ہین تاکہ آیندہ سے جو سوال کرین اُسمین ایسے اُمور کا لحاظ رکھین اوّل جاننا چاہیئے کہ جس مدعی کا جو دعویٰ ہو اُس دعوی کو محفوظ رکھکر اُسکی دلیل کا مطالبہ کرنا زیبا ہوتا ہے سائل صاحب نے تینون سوالون مین مسلمانون کے دعوی

کو بدلدیا ہے یعنی مسلمانون کا دعویٰ تینون مسئلون مین یہ ہے کہ قطعی دلیل سے انکا ثبوت ہے اور قطعی دلیل اُنکے یہان قرآن مجید مین منحصر نہین بلکہ قرآن مجید اور خبر متواتر اور اجماع اور دلیل عقلی برہانی یہ سب اُنکے نزدیک قطعی دلائل ہین پھر قطعیت مین بھی اُنکے نزدیک دو مرتبے ہین ایک وہ جسکا انکار کفر ہو گو انکار تاویل ہو ایک وہ جسکا انکار اگر تاویل سے ہو کفر نہ ہو بدعت سیئہ ہو۔

پس مسلمانون کے دعویٰ مذکور کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تینون مسئلے دلائل مذکورہ سے ثابت ہین خواہ کسی دلیل سے ہون اور دونون مرتبہ مذکورہ مین سے خواہ کسی مرتبہ مین ہون اَب اِن سے صرف دلیل قرآنی کا مطالبہ کرنیوالے سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا تمھارے نزدیک انکا دعویٰ یہی ہے کہ یہ سب مسائل قرآن سے ثابت ہین یا یہ دعویٰ ہے کہ کسی دلیل قطعی سے ثابت ہین شق اول پر تو اُنکے دعوے کی تغییر لازم آتی ہے کیونکہ اُنکا یہ دعویٰ نہین ہے جیسا اوپر مذکور ہوا اور شق ثانی پر خاص قرآن سے جواب دینا اُن کے ذمہ ضرور نہین پس دونون شقون پر مطالبہ دلیل کا استحقاق نہین ہو سکتا۔

دوم بعد محفوظ رکھنے دعوے کے بھی سائل کو کسی خاص دلیل کا مطالبہ اُسوقت زیبا ہے جب خود اُس دلیل کو وہ صحیح سمجھتا ہو ورنہ بیفائدہ مجیب کا وقت ضایع کرنا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ہم تو جب جانین واقعہ کی شہادت زید سے دلوادو اور خود زید کو کاذب کہتا ہو تو مخاطب کو اس سعی بیفائدہ سے کیا حاصل ہو گا کیونکہ اگر زید سے شہادت بھی دلوادی تو اُسوقت وہ یون کہدیگا کہ میرے نزدیک زید کاذب ہے پس سائل صاحب دو حال سے خالی نہین یا قرآن کو مانتے ہین یا نہین اگر مانتے ہین تو مسلمان ہونیکا اقرار کرین پھر سوال کرنا اس حیثیت سے بے موقع نہین اور اگر نہین مانتے تو بیفائدہ قرآن کی شہادت کیون مانگتے ہین اور یہ انکا کہنا کسکے دل کو لگ سکتا ہے کہ اگر قرآن سے ثابت کردین تو ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول ہونا مان لینگے کیونکہ جو شخص شاہد کو کاذب کہتا ہو گا وہ واقعہ کو کیسے صادق سمجھیگا یہ محض کلام بے معنی ہے۔

سوم ترتیب فطری سوالات کی یہ ہے کہ اگر بہت سے اُمور مجتمع ہون تو اوّل وہ باتین

دریافت کرنی چاہئین جنمین اصل گفتگو ہو اور جنکے طے ہونیسے مابعد کے امور آسانی سے طے
ہو جاوین نہ یہ کہ ایسی بات پوچھی جاوے کہ اگر وہ طے بھی ہو جاوے تو اصل الاصول کی
تحقیق پھر باقی رہے پس مسلمانون مین اور پادری صاحب مین مسائل مختلف فیہا مین سے
سب سے بڑا نبوت و رسالت کا مسئلہ ہے جب تک اسمین اختلاف رہیگا اگر مسئلہ نسخ یا معجزہ
یا عصمت پر حجت بھی قائم کردیگی تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا مسلمان ہونیکے لئے اُسکی تحقیق ضروری
ہوگی یا نہین شق ثانی بداہۃً غیر قابل تسلیم ہے شق اوّل پر ان مسائل کی تحقیق مین اتنا وقت
صرف کرنیسے کیا فائدہ نکلا چونکہ یہ سوالات محض خلاف اصول کیئے گئے ہین لہذا مسلمانون
کے ذمہ اُنکا جواب نہین ہے اب اُن فروگذاشتون کے اظہار کے بعد ہم خیرخواہانہ عرض کرتے
ہین کہ اگر آپ کو واقع مین دل سے طلب حق مقصود و منظور ہے تو آپ ظاہر فرمائیے آپکو
کسی عالم محمدی کا نام بتلایا جاویگا آپ بالمشافہہ گفتگو کرکے اپنی تسلی کر لیجیے اور اگر ہرائی جتانی
ہی مقصود ہے تو غریب مسلمانون کو ان عنایتون سے معاف رکھئے کیونکہ اس صورت مین
تقریر تحریر سب بے سود ہے - ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ -

سوال - شامی صفحہ ۲۰ جلد خامس مین ہے وفی غرر الاذکار عن المحیط ما اخذتہ
الزانیہ ان کان بعقد الاجارۃ فحلال عند ابی حنیفۃ لان اجر المثل فی الاجارۃ الفاسدۃ
طیب وان کان الکسب حراما وحرام عندھما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا لانہا اخذتہ بغیر
حق اھ - تعجب ہے زانیہ جو روپیہ بعقد اجارہ کسب کرے وہ طیب ہو حالانکہ صریح لفظ حدیث
مھر البغی حرام کھ رہا ہے اس سے بڑھکر اور یہ بات ہے کہ درمختار صفحہ ۳۴ و نیز دیگر متون و شروح
مین ہے لا تصح الاجارۃ بعسب التیس ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی الخ
علامہ شامی اسی کے قریب نقل کرتے ہین وفی المنتقی امراۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او زمر اکتسبت
مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا تتصدق بہ وان من غیر شرط فھو لھا قال الامام الاستاذ
لا یطیب والمعروف کالمشروط اھ قلت وھذا مما یتعین الاخذ بہ فی زماننا لعلمھم انھم
لا یذھبون الا باجر البتۃ اھ - زمارہ وغیرہ کا مال تو طیب نہوا اور زنا کا کسب طیب ہو
اسمین کیا توجیہ ہوسکتی ہے کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے اور روایت مذکورہ کو دیکھکر بڑی حیرت

ہے ادھر تو اتنی سختی اور اُدھر اتنی مساہلت کہ حلال طیب اور مخالفت حدیث مزید برآن حضور
اس مسئلہ کے متعلق شافی جواب اور قول فیصل تحریر فرماوین کہ تسکین ہو۔

الجواب ۔ حلۃ ما اخذتہ الزانیۃ کی علت فساد اجارہ کو ٹھیرایا ہے اور ظاہر ہے کہ فاسد
کہتے ہین مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ کو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زنا فعل محرم ہے
اُسکا اجارہ بوجہ حرمت معقود علیہ کے مشروع باصلہ نہین ہو سکتا پس یہ یقینی دلیل ہے اسپر
کہ مراد اس سے وہ صورت ہے کہ اجارہ ہوا ہے فعل مباح پر مثل خبز و طبخ وغیرہما اور اُسمین
یہ شرط ٹھیرالی کہ تجھسے زنا بھی کیا کرینگے چونکہ یہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ یعنی بشرطہ ہے
یہ اجارہ فاسد ہوگا اس صورت مین جو اُجرت ملیگی وہ حلال ہے صاحبین یا تو خبث طریق
کو خبث مال مین مؤثر سمجھتے ہونگے یا اُنھون نے شرط کو شطر قرار دیا ہے اور امام صاحب
نے تصحیح عقد کیواسطے اُسکو شرط کہا ہے کہ عاقل بالغ کے تصرف کو مہما امکن صحیح کرنا اولیٰ
ہے اسوجہ سے اختلاف ہوگیا اور بغیر عقدٍ مین وہی عقد مباح مراد ہے یعنی اگر عقد مباح
ہوا نہین تو صرف زنا ہی ہوتا رہا تو جو ماخوذ ہوگا وہ ماخوذ بالزنا ہوگا اسلیئے وہ حرام ہے اگرچہ
زنا کو معقود علیہ بھی نہ ٹھیرایا ہو لان المعروف کالمشروط اور حاشا وکلا کہ خود زنا کو معقود علیہ
بناکر کوئی مسلمان اُسکو اجارۂ فاسدہ اور اُسکی آمدنی کو طیب کہے یقیناً وہ اجارۂ باطلہ اور
آمدنی اُسکی حرام وخبیث ہے اور امام صاحب رح کی تو بڑی شان ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ
اعلم۔ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ۔

مستفتی کا اس جواب پر شبہہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تاویل مسئلہ بہت خوب ہے مگر ذرا یہ شبہہ ہے بحر الرائق جلد ہشتم
صفحہ ۲۲ مین ہے وفی المحیط ومہر البغی فی الحدیث ھو ان یواجرامتہ علی الزنا وما اخذہ
من المہر فہو حرام لانہ اخذتہ بغیر حق وان استاجرھا لیزنی بہا ثم اعطاھا مہرھا وما
شرط لہا لا باس باخذہ لانہ فی اجارۃ فاسدۃ فیطیب لہ وان کان السبب حراما اھ
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص زنا کیلیے اگر اجارہ واقع ہو تو اُسمین اجر طیب ہے یہ بہت

صاف ہے۔ جیسا ارشاد ہو۔

الجواب ۔ سرسری نظری مین واقعی شبہہ قوی ہے مگر ذرا غور کیا جاوے تو خود تعلیل حکم کی لانہ فی اجارۃ فاسدۃ اسکی توجیہ بتلا رہی ہے اسلیئے کہ یہ دونون مقدمے اجماعًا مسلم ہین کہ (۱) زنا حرام لعینہ ہے اور (۲) جو معقود علیہ حرام لعینہ ہو وہ اجارہ باطلہ ہے نہ فاسدہ پس جب اجارہ کو فاسدہ کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معقود علیہ زنا کو نہین ٹھیرایا پس لا محالہ لیزنی بہا کو زنا کے معقود علیہ بنانے پر محمول کرنا صحیح نہوگا ورنہ کلام کا اول و آخر باہم متعارض ہونگے جو ادنیٰ عاقل کے کلام مین بھی محتمل نہین نہ کہ افاضل و اکابر فقہاء کے کلام مین ایسا واقع ہو بلکہ یہ لام غایت و غرض کا ہے اور غرض کا غرض ہونا تصریح غرضیت پر موقوف نہین ہوتا بلکہ تعلق قصد کافی ہے مثلاً اسلمت لادخل الجنۃ کی صحت مین یہ ضرور نہین کہ اسلام کے وقت اسکا اشتراط بھی زبان سے کرے بلکہ محض قصد مراد ہے پس معنی اس کلام کے یہ ہونگے کہ استیجار ہوا ہے مطلقًا جیسے اجیر خاص ہوتا ہے کہ تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر آقا کوئی کام نہ لے مگر اجیر کی جانب سے تسلیم نفس پایا جاوے تو اُجرت واجب ہوجاتی ہے پس اسیطرح کسی نے امۃ کو مثلاً اجیر خاص کے طور پر نوکر رکھا اور غرض و مقصود دلمین یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کرینگے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہوگا اور چونکہ قرائن مقامیہ یا مقالیہ سے اِس اجارہ مین یہ شرط بھی معلوم ہے اور المعروف کالمشروط قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صراحۃً معقود علیہ تسلیم نفس ہو اور اُسمین ایسی شرط ہو تو بوجہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ ہونیکے اجارۂ فاسدہ ہوتا ہے اسیطرح یہان بھی ہوگا بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح قولاً بھی مان لین تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے یعنی معقود علیہ مطلق تسلیم نفس کو کہا جاوے اور اسمین اس غرض کی بھی تصریح کردی تب بھی حسب تقریر مذکور یہ اجارہ فاسد ہوگا ہان اگر خاص معقود علیہ اسی فعل خبیث کو بنادے تو مال کے حرام ہونے مین کوئی شبہہ نہین۔ رہا یہ کہ بغیر عقد کے کیون حرام ہے تو وجہ اُسکی یہ ہے کہ المعروف کالمشروط جب اسنے کچھ عقد نہین کیا اور پھر دیا تو دلالت حال سے ظاہر ہے کہ اُسی کے مقابلہ مین ہے بخلاف عقد مباح کے کہ تنصیص علی المباح پر دلالت

اعطاء علی الحرام کو ترجیح نہیں ہو سکتی لان الدلالۃ لا یفوق الصریح۔ اور اگر یہ توجیہ خلاف ظاہر معلوم ہو تب بھی بوجہ حدیث و قواعد مسلمہ فقہیہ اس کا ارتکاب لازم ہے ورنہ ہمکو ایک عبارت کا بمقابلہ حدیث و قواعد صحیحہ فقہیہ رد کر دینا سہل ہوگا۔ والسلام۔ یکم جمادی الاخری ۱۳۲۱؁ھ۔

(السر المکنون)

وفی المقام سر دقیق عمیق ہو مبنی لقول الامام نسمح بذکرہ للخواص ولا ناذن لہم باذاعتہ للعوام او من کان مثلہم وانہ یقتضی سبق مقدمات الاولی فی الفتح وذکرانہ فی الخلافیات للبیہقی عن علی وہو فی مسند ابی حنیفۃ رح عن مقسم عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات وفیہ وایضاً فی اجماع فقہاء الامصار علی ان الحدود تدرء بالشبہات کفایۃ الثانیۃ ان الشبہۃ کما فی الہدایۃ حقیقتہا مایشبہ الثابت لانفس الثابت الثالثۃ ان الاجارۃ کما قال الفقہاء عقد ترد علی ملک المنافع الرابعۃ فی سنن الترمذی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فان دخل بہا فلہا المہر بما استحل من فرجہا دل الحدیث علی ان وجوب المہر لاینافی بطلان العقد اذا وجد شبہۃ ومن ثم قال علماؤنا ان الوطی فی دار الاسلام لایخلو عن حد او مہر الخامسۃ ان ما وجب اعطاؤہ لاحد لایکون حراما علیہ والا لزم کون اعطاء الحرام واجبا وہو باطل کیف واعطاء الحرام لیس بجائز فضلا عن ان یکون واجبا اذا تمہدت تلک المقدمات فاعلم ان من استاجر امرأۃ لیزنی بہا وجد ہہنا صورۃ الاجارۃ وان لم توجد حقیقتہا لکون المعقود علیہ حراما لعینہ کما فی نکاح المحارم ووجد صورۃ النکاح وان لم یوجد حقیقتہا فتحقق شبہۃ الاجارۃ وتترتب علیہا شبہۃ ملک المنافع بالمقدمۃ الثانیۃ والثالثۃ فاندرء الحد بالمقدمۃ الاولی فوجب العقر بالمقدمۃ الرابعۃ ولایکون ہذا العقر خبیثاً للمرأۃ ولکن امن اعطتہ للمقدمۃ الخامسۃ فالحکم بکونہ حلالاً لیس من حیث کونہ اجرۃ بل من حیث کونہ عقرا یجب اداؤہ علی العاقد والعقر وان فسر علی بعض الاقوال بمہر المثل لکن مہر المثل فی العاقد الفاسد علی ما فی

الهداية لا يزاد على المسمى عند نا خلافا لزفر رح فلذا لم يجب فی الاستيجار الا ما سميناه
ومن ثم عبر واعنه بقولهم ما اخذته او المهر او ماشرطها ولم يسموه اجرة هذا اذا عقد
الاجارة اما اذا لم يستاجر يجب فيه الحد فلا يجب العقر فلا يكون الماخوذ حلالا لكون
الحل مبنيا على العقرية فلما انتفى المبنى انتفى المبنى فبقى بدلا محضا عن الزناء اما الحديث
المبين بكونه خبيثا فلما ثبت كونه مبنيا ايضا على الحديث الامر بدرء الحد ود بالشبهات
وجب الجمع بين الحديثين بحمل حرمة مهر البغى على ما اذا لم يوجب العقد ولا يبعد مثل
هذا التخصيص اذا اضطر الى الجمع بين الاحاديث كما لا يخفى على ذوی العلم ولما لم يعتبره
الصاحبان شبهة اوجبا فيه الحد فلم يوجبا العقر فيكون الحكم فی العقد وغيره عندهما
سواء كما اعتبر الامام نكاح المحارم شبهة فی سقوط الحد ولم يعتبراه ويؤيد هذا كله ما
فی الفتح ومن شبهة العقد ما اذا استاجرها ليزنی بها ففعل لا حد عليه ويعذر وقالا هما
والشافعی ومالك واحمد يحد لان عقد الاجارة لا يستباح به البضع فصار كما لو استاجرها
للطبخ ونحوه من الاعمال ثم زنى بها فانه يحد اتفاقا وله ان المستوفى بالزنا المنفعة وهی
المعقود عليها فی الاجارة لكنه فی حكم العين فبالنظر الى الحقيقة يكون محلا لعقد الاجارة
فاورث شبهة بخلاف الاستيجار للطبخ ونحوه لان العقد لم يضف الى المستوفى بالوطی و
العقد المضاف الى محل يورث الشبهة فيه لا فی محل آخر وفی الكافی لو قال امهرتك كذا لازنی
بك لم يجب الحد وهكذا لو قال استاجرتك او خذی هذه الدراهم لاطأك والحق فی
هذا كله وجوب الحد والمذكور معنى يعارضه كتاب الله الزانية والزانی فاجلدوا والمعنی
الذی يفيد ان فعل الزنا مع قوله ازنی بك لا يحد معه للفظة المهر معارض له اه وقد بان
لك بقول الفتح والحق الخ ان القول بعدم وجوب الحد مرجوح فكذا القول بكون المال حلالا
الذی كان بناء عليه وبالجملة لا يسع الاخذ بكون المال حلالا لكن لا مساغ للطعن
على الامام رح لانه قال ما قال بالحديث لا بالرای وقد تايد ما قال بحديث
الترمذی المذكور فيما قبل حيث حكم بالبطلان واوجب المهر وهو مسقط للحد بالاتفاق
هذا والله اعلم بالصواب فی كل باب غرة جمادى الاخرى سنة ١٣٢١ هـ۔

رسالہ مؤخرۃ الظنون عن مقدمۃ ابن خلدون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمداً وسلاماً دائمین - امابعد ابن خلدون مورخ نے اپنے مقدمہ مین احادیث واردہ فی شان المہدی مین بعض منکرین ظہور امام کا کلام نقل کیا ہے اور خود مورخ کا میلان بھی اسیطرف معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے مدعیانہ وہ کلام نقل کیا ہے صرف ناقلانہ طور پر نہین لکھا ہر چند کہ مورخ مذکور ایسے امور مین قابل استناد نہین مگر بادی النظر مین کلام مذکور دیکھکر احتمال تھا کہ کوئی خوش عقیدہ متزلزل ہو جاوے اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اُسکے متعلق بعض ضروری اُمور قلمبند کردیئے جاوین کہ شبہات ناشیہ کا مختصر ومجمل جواب ہو جاوے۔

امر اول - مورخ نے بعض رُواۃ حدیث مہدی مین کچھ جروح لکالکر ایک شبہہ پیدا کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ ایسے شبہات تو رجال صحیحین مین بھی پیدا ہوئے ہین پھر اُسکا جواب دیا ہے کہ گو اُنمین بھی شبہات ہین مگر اُنکا اسلئے اعتبار نہین کہ صحیحین کی تلقی بالقبول پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اسلیئے وہ شبہات مضر نہین۔ مین کہتا ہون کہ اس سے ایک قاعدہ کلیہ مسلّمہ عند المورخ نکل آیا کہ اجماعیات مین رُواۃ کا مجروح ہونا مضر نہین اب کہتا ہون کہ جسطرح صحیحین کا متلقی بالقبول ہونا اجماعی ہے اسیطرح خبر ظہور مہدی کی اجماعی ہے اور جسطرح بعض منکرین تلقی صحیحین کا قول قادح اجماع نہین سمجھا گیا اسیطرح منکرین خبر مہدی کا قول قادح اجماع نہین ہوگا کیونکہ مُراد اجماع سے اجماع جمہور کا ہے اور غیر جمہور کا قول بمقابلہ جمہور کے قابل اعتبار نہین سمجھا گیا سو یہ اجماع دونون جگہہ برابر ہے چنانچہ آجتک علماء معتبرین وائمہ محدثین مستندین مین سے کسی نے اس اجماع کی مخالفت نہین کی بلکہ حسب تصریح مورخ مذکور ترمذی وابو داؤد وبزاز وابن ماجہ وحاکم وطبرانی وابو یعلی الموصلی نے ایک جماعت کثیر صحابہ سے مثل حضرت علی وابن عباس وابن عمر وطلحہ وابن مسعود وابی ہریرہ وانس وابی سعید الخدری وام حبیبہ وام سلمہ وثوبان وغیرہم رضی اللہ عنہم سے باسانید وطرق مختلفہ اُسکو نقل کیا پس جسطرح بناءً علی الاجماعیۃ بعض رجال صحیحین کا مجروح ہونا مضر نہین اسی بناء پر بعض

رواتِ خبرِ مہدی کا مجروح ہونا مضر نہین بلکہ یہ اجماع خبر اجماع تلقی سے بھی زائد اولیٰ بالقبول ہے کیونکہ یہ مستند الی النص ہے اور وہ محض مستند الی الرائے کہ مصنف صحیحین کو اپنی رائے سے معتمد و حجت سمجھا بلکہ محل متکلم فیہ مین اگر مستند اجماع کا بھی نہ معلوم ہوتا تو چونکہ یہ امر مدرک بالرائے نہ تھا لہذا مستند الی النص ہی سمجھا جاتا اور اب تو مستند اُسکا متعین بھی ہے اور نیز جب قول محققین پر سند اجماع کا معلوم ہونا بھی ضروری نہین تو معلوم ہوجانا دو بطریق ضعیف زائد مؤکد و مقوی اجماع کا ہوگا اور صحیحین مین اس خبر کا مذکور نہونا اس اجماع مین قادح نہین دو وجہ سے ایک تو یہی غیر مسلّم ہے کہ صحیحین مین یہ خبر مذکور نہین بلکہ مسلم مین یہ خبر موجود ہے گو مبہم سہی مگر جب مبہم کو مفسر پر محمول کرینگے جیسا عنقریب مذکور ہوتا ہے تو وہ اسکا عین ہوجاویگی پس صحیحین بھی اُس سے خالی نرہینگی دوسرے حسب تصریح محدثین و اصولیین اجماع کیلئے سب کا قول جدا جدا نقل ہونا ضروری نہین بلکہ کسی قول کا شائع ہوجانا اور پھر کسی سے انکار منقول نہونا کافی ہے سو جبتک شیخین سے انکار اس خبر کا منقول نہو اجماع مین کوئی خلل نہین علاوہ اسکے یہ خبر شیخین کے قبل سلف مین شائع تھی اور کسی نے انکار نہ کیا پھر اجماع منعقد ہوگیا اور خلاف متاخر رافع اجماع متقدم کا نہین ہوتا چنانچہ اس مسئلہ ظہور مہدی کا عند الجمہور اجماعی ہونا خود مورخ کے قلم سے بھی نکل گیا چنانچہ صفحہ ۱۵۲ سطر اول مین کہتے ہین اعلم ان المشهور بين الكافة من اهل الاسلام على ممر الاعصار انه لابد الخ۔

امر دوم۔ ہر چند کہ محدثین نے تعیین حدیث متواتر مین کلام کیا ہے مگر محققین نے تصریح کردی ہے کہ اگر کتب احادیث کو تتبع کیا جاوے اور احادیث کے طرق و اسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جاوے تو بہت احادیث مصداق متواتر کا نظر آوینگی چنانچہ ظاہر ہے **خبر مہدی** کے طرق مختلفہ کو اگر دیکھا جاوے تو اُسکی کثرت حد مذکور تک لاریب مثل احادیث کثیرہ کے پہونچ گئی ہے جیسا امر اوّل مین اشارہ کیا گیا ہے کہ مخرجین و مخرج عنہم کس کثرت سے ہین اور ہر ایک کے طرق جداگانہ اس بنا پر خبر مہدی کے تواتر کا حکم کرسکتے ہین اور مسلّم ہے کہ متواتر مین رواۃ کا ثقہ و عادل ہونا شرط نہین پس جس محل

یہن جرح قوی بھی مضر نہو تو جروح ضعیفہ مختلف فیہا تو کیا ضرر دینگے

امر سوم - جسقدر رُواۃ پر جرح کیا ہے دوسرے ائمہ سے خود مورّخ نے انکی توثیق بھی اکثر جگہ نقل کی ہے پس اُنکا جرح اختلافی ٹھیرا اسی کیلئے مورّخ نے نقل جروح سے پہلے قاعدہ الجرح مقدم علے التعدیل ممہد کیا ہے تو اوّل یہ قاعدہ خود ظنی ہے پھر اسمین کلام طویل ہے تیسرے عدالت کا مسلّم ہین اصلی ہونا اور دقت اختلاف کے الیقین لایزول بالشک کے اقتضاء سے تعدیل کے تقدیم کی گنجائش ہے اور اکثر وہ جروح مختلف فیہا ہین جیسا خود مورّخ کی تصریح سے ثابت ہے چوتھے یہ جرح اُسوقت مضر ہو سکتا ہے جب اُسکا انجبار نہ ہوا ہو اور جبکہ تواتر یا اجماع سے انجبار ہو گیا ہے پھر اُس سے کیا ضرر -

امر چہارم - حسب تصریح محدثین ضعف حدیث کا کثرت طرق سے منجبر ہو جاتا ہے پس جب ضعف متفق علیہ کا اُس سے انجبار ہو جاتا ہے تو ضعف مختلف فیہ کا انجبار کیون نہ ہو جاویگا بالخصوص ایسی کثرت کہ اُسکو حد تواتر تک سمجھ سکتے ہین جیسا اوپر مذکور رہوا -

امر پنجم - حسب تصریح اہل علم مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا حکم بتصحیح الحدیث ہے اور ضعف متاخر احتجاج متقدم کو مضر نہین پس جب ان رُواۃ مجروحین سے پہلے سلف اس پیشنگوئی کے معتقد رہے تو اُنھون نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کر دیا اور یہ ضعف بعد کو سند مین عارض ہو گیا تو یہ ظاہر ہے کہ اُنکے احتجاج مین ضعف لاحق مضر نہین ہو سکتا رہا متاخرین کیلئے سو سلف کا اس حدیث کو بنا بر قاعدۂ مذکورہ صحیح کہدینا اور اس تصحیح کی اُنکی طرف نسبت متواتر ہونا مثل تعلیق بخاری کے حجت ہو گیا کہ بخاری ایک حدیث کو بلا سند نقل کرتے ہین مگر چونکہ اُنھون نے التزام صحت کا کیا ہے لہذا ابھی سند نہین ڈھونڈھتے انکی اس تصحیح ضمنی پر اکتفا کرتے ہین البتہ اس تعلیق کا مسند الی البخاری ہونا ضرور دیکھتے ہین سو ہم نے ثابت کر دیا کہ یہ تصحیح ضمنی سلف کیطرف منسوب ہے پس متاخرین کے احتجاج مین بھی قدح نہ رہا

امر ششم بعض احادیث مین خود مورّخ بھی کلام نہین کر سکے اُنمین سے بعض مین تو اسم مہدی کی تصریح ہے چنانچہ صفحہ ۱۵ سطر ۱۶ مین حاکم کی روایت بطریق سلیمان بن عبید نقل کی ہے اور حاکم کا قول نقل کیا کہ ہٰذا حدیث صحیح لم یخرجاہ اور یہ جو اسکے بعد کہدیا ہے سلیمان

ابن عبید لم یخرج له احد من الستة سو یہ اسلیئے مضر نہین کہ راوی کے مجروح ہونیکی
علت کسی نے آجتک یہ نہین بیان کی چنانچہ خود مؤرخ کو اسپر اعتماد نہوا اور استدراک
کے طور پر اسکے متصل ہی یہ کہنا پڑا لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولم یر وان احدا
تکلم فیه اور چنانچہ صفحہ ۱۵۵ سطر ۳ مین حاکم سے روایت کی ہے اور حاکم کا قول نقل کیا ہے
صحیح علی شرط الشیخین پھر بدلیل یہ ثابت کر کے کہ شرط بخاری پر نہین ہے یہ مان لیا ہے کہ
شرط مسلم پر ہے کیونکہ اسمین بعض راوی ایسے ہین کہ بخاری نے اُنسے روایت نہین کی مسلم
نے کی ہے رہا اسکے بعد عمار ذہبی مین تشیع کا شبہ نکالنا یہ اسلیئے مضر نہین کہ جب یہ امر مان
لیا کہ یہ مسلم کا راوی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہین تو یہ ظاہر ہے کہ امام
مسلم کا امام مسلم ہونا تو بنا صحت روایات کا ہو نہین سکتا بلکہ صرف امام مسلم کی روایات
اسی بنا پر صحیح مانی جاتی ہین کہ منتقد اعلی درجہ کے ہین مجروحین سے روایت نہین کرتے
پس جب اُنھون نے عمار ذہبی سے روایت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اُسکے جرح کو قادح صحت
حدیث نہین سمجھتے اور راز اسمین یہ ہے کہ بڑا مدار اس باب مین صدق وحفظ پر ہے اکثر
منتقدین ائمہ ان دونون امر سے اطمینان کر کے حدیث نقل کرتے تھے اسلیئے عمار کا راوی مسلم
ہونا صحت حدیث کیلیئے کافی ہے اور بعض مین تصریح اسم مہدی کی نہین جیسے صفحہ ۵۵ سطر ۱۲
مین حاکم کی روایت طریق عوف سے نقل کر کے حاکم کا قول نقل کیا ہے هذا صحیح علی شرط
الشیخین ولم یخرجاه اور صفحہ مذکورہ سطر ۲۰ مین طبرانی کی روایت نقل کی ہے اور اسمین
کوئی جرح نہین نکالا اور اگر طبرانی کے اس قول سے شبہہ ہو رواه جماعة عن ابی الصدیق
ولم یدخل احد منهم بینه وبین ابی سعید احدا الا ابا الواصل فانه رواه عن الحسن
ابن یزید عن ابی سعید سو یہ مضر نہین کیونکہ حسب تصریح ائمہ محدثین زیادت ثقہ کی مقبول
ہے اور یہان زیادت ہے معارضہ نہین کیونکہ ابو الصدیق عن ابی سعید دوسرے طرق
مین مُعنعن ہے اسلیئے دوسرے اس زیادت کی نفی نہین کرتے کہ معارضہ ہو پس جب زیادت
محضہ ہے اور راوی ثقہ ہے پھر کیا ضرر اور اگر اس سے شبہہ ہو کہ مورخ نے ذہبی سے حسن
کا مجہول ہونا نقل کیا ہے سو یہ جرح مبہم ہے اسپر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل ابن حجر

کے متصل ہی مورخ کے کلام مین موجود ہے لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات جسطرح حضرت
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث تمر بالرطب مین ارشاد فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول
ہے تو تمام محدثین نے جواب مین کہا ہے کہ زید بن عیاش کن اولکن اذان لم یعرفہ ابو حنیفۃ
فقد عرفہ غیرہ اور اگر اس سے شبہہ ہو کہ ابو الواصل کی نسبت مورخ نے کہا ہے لم یخرج
لہ احد من الستۃ تو اسکا جواب پہلے گذر چکا ہے اور آگے خود مورخ کا قول موجود
ہے وذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقۃ الثانیۃ وقال فیہ یروی عن انس وروی
عنہ شعبۃ وعتاب بن بشیر پس شعبہ جو امیر المؤمنین فی الحدیث ہین اُنکی روایت کرنیکے
بعد ستہ کا روایت نہ کرنا تو قابل ذکر بھی نہین - اور صفحہ ۵۴ سطر ۱ مین صحیح مسلم سے دو حدیثین
نقل کی ہین اور ایک حدیث مسلم مین ہے جسکو مورخ نے نقل نہین کیا فینزل عیسے
ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا الحدیث پس یہ سب احادیث مورخ کے نزدیک
بھی صحیح ہین یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث اور ہر ایک پر کلام کرکے آخر مین مورخ کو خود بعض
احادیث کا استثنا کرنا پڑا حیث قال وھی کما رایت لم یخلص منھا من النقد الا القلیل
والاقل منہ مین کہتا ہون کہ اول تو ان احادیث صحیحہ کا قلیل کہنا مسلم نہین چنانچہ مورخ
کے زعم پر جو حدیثین صحیح نقل کیگئی ہین وہ پانچ چھ ہین سو اس عدد کو قلیل کہنا تحکم ہے
چنانچہ ماہر حدیث پر مخفی نہین پھر اگر اسکو تسلیم بھی کرلیا جاوے تو جب خبر واحد شریعت مین
حجت ہے پھر قلیل ہونا کیا مضر ہے بالخصوص ایسے امور مین کہ جسکا انکار کفر نہ ہو محض بدعت
ہو سو خبر مہدی من قبیل ان ہی امور کے ہے اور جب وہ قلیل امور کثیرہ سے مؤید ہو جاوے
تو ضرور حکم کثیر مین ہو جاویگا چنانچہ مویدات کثیرہ کا ذکر ہو چکا ہے اور اگر یہ شبہہ ہو کہ بعض ان
احادیث کی نسبت مورخ نے کہدیا ہے لم یقع فیہا ذکر المہدی ولا دلیل یقوم علی انہ
المراد منہا تو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو تصریح اسم مہدی کی نہونا مضر نہین کیونکہ اسکا مضر
ہونا بقول مورخ اسپر مبنی ہے کہ لا دلیل یقوم الخ سو اگر کوئی دلیل اسپر قائم ہو جاوے تو
انہدام بنائے مبنی بھی منہدم ہو جاویگا سو بندہ کہتا ہے کہ محدثین قریب قریب اسپر اجماع
کیے ہوئے ہین کہ اگر ایک امر متن مین یا سند مین مبہم ہو اور دوسری حدیث مین مفسر

اور قرائن قویہ سے دونون حدیثون کا متحد ہونا معلوم ہوتا ہو تو اُن مبہم کو مفسر پر محمول کرینگے
او قطع نظر محدثین کے خود مورخ نے اس قاعدہ کو مان لیا ہے چنانچہ صفحہ ۵۰ سطر ۱۱ مین
ابو داؤد کی روایت مین یہ سند ہے من روایۃ صالح ابی الخلیل عن صاحب لہ ام سلمۃ
الخ سواسمین صاحب مبہم تھا آگے چھ سطر بعد دوسری روایت مین یہ سند ہے من روایۃ
ابی الخلیل عن عبد اللہ بن الحارث عن ام سلمۃ اس مقام پر مورخ کہتے ہین فتبین
بذلک المبھم فی الاسناد (اور یہ حدیث ذکر مہدی مین ہے جسکی نسبت یہ بھی کہتے
ہین رجالہ رجال الصحیحین لامطعن فیہ ولا مغمز گو آگے دو شبہے نکال دیئے ایک قتادہ
کا مدلس ہونا جسکو قد یقال صیغہ تمریض سے بیان کیا ہے جس سے خود مورخ کے نزدیک
اُسکا غیر مرضی ہونا مترشح ہوتا ہے دوسرا شبہہ تصریح اسم مہدی کا نہونا جسکا جواب اسوقت
ہو رہا ہے خیر یہ جملہ معترضہ ہے ہماری غرض اس سے متعلق نہین) اس فتبین سے معلوم
ہوا کہ وقت قیام قرائن کے اس مبہم کو مفسر پر محمول کرینگے ورنہ یہان بھی کوئی شخص کہسکتا
ہے دلیس فی الاسناد الاول تصریح باسم الصاحب فکیف حکمت بکونہ تبیینا غرض
محدثین اور خود مورخ کے تسلیم واعتراف سے یہ قاعدہ ثابت ہوگیا اب احادیث مصرحہ باسم
المہدی وغیر مصرحہ بہ کے اسانید والفاظ کو ملا کر تتبع کرنیسے ہر عاقل اُنکے اتحاد اسانید وتقارب
الفاظ پر نظر کرکے بلا تکلف دونون قسم کی روایات کو بزبان حال یہ کہتے دیکھیگا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی ۔ تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

چنانچہ تمام محدثین کا ان احادیث مبہمہ کو باب ذکر المہدی مین لانا دلیل قطعی ہے اس حمل کی
چنانچہ مورخ بھی صفحہ ۴۸ سطر ۹ مین کسی محدث کا قول جو اسی پر مبنی ہے نقل کرتے ہین وقد
یقال ان حدیث الترمذی وقع تفسیر لما رواہ مسلم فی صحیحہ الخ اور یہ تمریض ہمکو مضر
نہین کیونکہ اس سے مورخ کی رائے کا استنباط کرنا مقصود نہین بلکہ صرف یہ بتلایا ہے کہ محدثین
کا یہ مسلک ہے اور مورخ کے کلام سے جو اس قاعدہ کی تائید ہوتی ہے وہ ابھی مذکور ہوچکی
پس حتماً یہ مبہمات ومفسرات ایکدوسریکا عین ہین اسلیئے تصریح نہونا قادح ومضر نہوا اور خواہ
مخواہ کے احتمالات نکالنا قابل التفات نہین کیونکہ یہ احتمالات غیر ناشی عن دلیل ہین بلکہ بعد

افادۃ الدلیل علی خلافہا ہین اسلیئے محض ساقط ہین دوسرے اگر ان احادیث غیر مصرحہ سے قطع نظر بھی کیجاوے تب بھی احادیث مصرحہ ہی کافی ہین کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ان امور مین خبر واحد حجت ہے لاسیما اذا تاید بشواھد اخری قویۃ کما تلوناہ علیک مرارا اس قاعدہ مذکورہ کی مثال ہمارے کلام مین بھی موجود ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ آج ہمارے پاس ایک شخص ایسے ایسے اوصاف کا آیا تھا پھر کہے کہ آج ہمارے پاس زید آیا تھا جسمین فلان فلان اوصاف ہین اور وہی اوصاف مذکورہ بیان کرے ہر عامی سمجھ جاویگا کہ وہ مبہم شخص زید ہے۔

امر ھفتم - بعض منکرین مہدی نے روایت لا مھدی الا عیسی بن مریم سے استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال تام نہین اول باعتراف مورخ حدیث مذکور ضعیف و مضطرب ہے جیسا صفحہ ۵۰ سطر ۲۰ مین تصریح ہے ثانیاً محتمل التاویل ہے بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماول ہے کیونکہ مہدی کے جو اوصاف احادیث مین آئے ہین بالیقین اُنسے تغایر مہدی و عیسیٰ علیہ السلام کا ثابت ہے پس جب حقیقت پر حمل متعذر ہے تو مجاز پر محمول ہوگا آگے تعیین تاویل مین کلام باقی رہا سو بعض نے تو مہدی کو معنی منسوب الی المھد پر محمول کیا ہے جیسا کہ مورخ نے نقل کیا ہے گو اُسکو مخدوش کر دیا ہے حدیث جریج سے مگر اس حصر کو باعتبار انبیاء علیہم السلام کے کہا جاوے تو مورخ کا خدشہ مدفوع ہے بعض نے مہدی لغوی مراد لیا ہے اور بقاعدہ المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل مہدی کامل کا مصداق صرف نبی ہو سکتا ہے مطلب یہ ہوگا کہ بعد میرے مہدی کامل صرف عیسیٰ علیہ السلام ہونگے توضیح اسکی یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے لا نبی بعدی فرماکر خبر دیدی کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا اس عموم سے متبادر ہوا کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ آویگا نہ مستقل ہو کر نہ تابع ہو کر آپ اسکی نفی فرماتے ہین کہ میرے تابع ہو کر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لادینگے چونکہ مستقل نبی مین ہادی ہونیکی شان غالب ہے اور تابع مین مہدی ہونیکی حتی کہ اُسکا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا مہدی ہونیسے اسلیئے بعنوان مہدی تعبیر فرمایا گویا معنی یہ ہوئے کہ البتہ تابع ہو کر صرف عیسیٰ علیہ السلام تشریف لادینگے - تیسری توجیہ جو سب سے زیادہ سہل اور بے تکلف اور قریب الماخذ اور ذوق لسانی سے چسپان ہے یہ راقم ہالقاہ ربانی لکھتا ہے گویا معنی متعین حدیث کے یہی ہین وہ یہ ہے

کہ یہ ترکیب دو چیزون کے کمال اتحاد کیلئے ہوتی ہے گویا معنی یہ ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ المحمول ٹھیرے اور موضوع محمول مین اتحاد کا حکم کبھی باعتبار حقیقت کے ہوتا ہے اور کبھی باعتبار مجاز کے مثلاً دو چیزون کا زمانہ بہت متقارب ہوا اور ایک کا وقوع مشعر دوسری شے کے عنقریب واقع ہو جانیکو ہو تو باعتبار زمان کے ایک کو موضوع ایک کو محمول بنا دیتے ہین جیسا حدیث مین ہے عن معاذ بن جبل رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة والملحمة فتح قسطنطینیة وفتح قسطنطینیة خروج الدجال الحدیث اخرجہ ابو داؤد والترمذی اس حدیث مین چار قضایا اسی قسم کے ہین جنمین محمول کا حمل موضوع پر بہین معنی ہے جب یہ مقدمہ سمجھ مین آگیا تو اب معنی المہدی عیسی بن مریم کے خوب صاف ہوگئے کہ اُدھر مہدی کا ظہور ہوا اور تھوڑے روز مین نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سمجھو پس تقارب زمان سے مجازاً دونون مین اتحاد کا حکم کر دیا بہر حال منکرین کا اسمین استدلال باقی نرہا۔

امر ہشتم۔ اسکے بعد مورخ نے اس باب مین متصوفہ کا کلام ذکر کرکے اُسپر کچھ گفتگو کی ہے مگر وہ بھی مضر نہین کیونکہ اس مسئلہ کا مدار صرف کشف پر نہین احادیث صحیحہ پر ہے جیسا بیان ہو چکا البتہ کشف سے زیادہ اطمینان ہو جاتا ہے اور کشف گو حجت شرعیہ نہین مگر شریعت نے اُسکا ابطال بھی نہین کیا بلکہ دلائل شرعیہ اُسکا اثبات کرتے ہین چنانچہ رویا جو کشف سے کم درجہ ہے حدیث صحیح مین خود اُسکی نسبت شب قدر کے باب مین ارشاد ہے اری رویاکم قد تواطئت فی السبع الاواخر دوسرے اذان کے باب مین ارشاد ہے انہا رویا حق تیسرے الرویا من اللہ اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات وغیر ذالک حدیثین اُسکا اثبات کر رہی ہین جب ضعف کا شرعاً اعتبار ہے تو قوی کا کیون نہو گا پھر خود کشف کا تصریحاً بھی حدیث مین اثبات ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محدث فرمانا اسکی صریح دلیل ہے اسکے علاوہ حضرات صحابہ اور بہت سے اولیا کا کشف سے خبر دینا اور اُسکا صحیح ہو جانا جو تواتر سے ثابت ہے کسطرح انکار کیا جا سکتا ہے البتہ جو کشف کسی امر شرعی کے معارض ہو وہ بلاشک مردود ہے یا ماؤل ورنہ فی نفسہ مقنع ہے اور اگر احادیث کا مؤید اور احادیث سے متاید ہو تب تو اُسکے مقبول ہونمین شبہہ ہی نہین

پس جبکہ خبر مہدی کے متعلق جو کشف ہے وہ موافق احادیث کے ہے تو کیون نہ مقبول ہوگا
رہا کسی خاص جزئی کا جس سے حدیث مین تعرض نہ کیا گیا ہو مکاشفہ مین زائد مذکور ہونا اسکو کوئی
عاقل مخالفت نہین کہسکتا اور نہ اس امر زائد کا غلط ہوجانا اصل کشف مین قادح ہوسکتا ہے جیسا
مورخ نے ابن العربی کا قول ظهوره یکون من بعد مضی خ ف ج من الهجرة نقل کرکے خود
اُسکی تفسیر کی ہے ورسم حروف ثلثة یرید عددها بحساب الجمل وهو الخاء المعجمة بواحدة
من فوق ستمائة والفاء اخت القاف بثمانین والجیم المعجمة بوحدة من اسفل ثلثة و
ذلك ستمائة وثلاث وثمانون سنة اور تفسیر کرکے اعتراض کردیا ہے انصرم هذا
العصر ولم یظهر سو ایک جواب تو اسکا ہماری تقریر بالا سے معلوم ہوگیا کہ کسی امر خارجی کے
غلط ہونے سے اصل مقصود مین قدح لازم نہین آتا دوسرے یہ اعتراض مبنی ہے تفسیر مذکور پر سو وہ
مسلّم نہین کیونکہ یہ قیاس ہے مورخ کا ممکن ہے کہ شیخ کی کوئی خاص اصطلاح ہو اور غالب بلکہ قریب
یقین یہی ہے چنانچہ راقم نے ایک رسالہ کشفیہ مسمّٰی بہ تجرۂ نعمانیہ مکہ معظمہ مین دیکھا ہے اُسمین
بہت پیشینگوئیان ہین جنمین بعض واقع بھی ہوچکی ہین سو اُسمین واقعات واقعہ کو جو جو شراح
نے حل کیا ہے وہ حساب ابجد پر مبنی نہین کوئی اور اصطلاح ہے جسکا راقم کو باوجود نہایت غوض
وتدبّر کے پتہ نہین لگا اور اُسمین ایک عجیب امر اور ہے کہ اُس اصطلاح مین بھی کوئی قاعدہ منضبط
نہین ہر مقام پر جدا اصطلاح ہے کیونکہ مقصود اُنکو اخفا ہے اسی لئے اُنھون نے مختلف رموز
پر مبنی کیا ہے اور اسپر بھی اندیشہ ہوا کہ شاید کوئی سمجھ جاوے تو اُسمین ایمان مغلظ ناظر پر دی ہین
کہ اگر کوئی سمجھ جاوے تو ہرگز اُسکا اظہار نہ کرے پھر لطف یہ کہ جن شراح نے بعض واقعات کو
حل کیا ہے اُنھون نے بھی رموز مین لکھا ہے اور وہی وہم اُنکو ہوا اور اُسکا علاج اُنھین قسمین
سے اُنھون نے کیا تو ایسی حالت مین کیونکر احتمال ہوسکتا ہے کہ شیخ نے ابجد کے حساب پر
مبنی کیا ہوگا کیونکہ یہ حساب تو ایسا مبتذل ہے کہ بچے بھی جانتے ہین پھر اخفا کسطرح ممکن ہوتا
اور یہ قسمین سب بیکار ہوتین کیونکہ خواص کو منع کرنا جب مفید ہے کہ عوام نہ سمجھین اور اس حساب
کو عوام بھی سمجھ سکتے ہین پھر یہ تمام مساعی بیکار تھین غرض تغلیظ ایمان دلالت کررہی ہے
کہ مقصود شیخ کا نہایت اہتمام کرنا ہے اخفا مین پھر ایسے حروف مین لکھنا خود اُنکے مقصود

کے مناقض ہوگا جیسا خود مورخ نے علامات سے خزانہ تلاش کرنیوالونپر اسی تقریر سے طعن کیا ہے حیث قال وایضاً فمن اختزن مالہ وختم علیہ بالاعمال السحریۃ فقد بالغ فی اخفائہ فکیف ینصب علیہ الادلۃ والامارات لمن یبتغیہ ویکتب ذلک فی الصحائف حتی یطلع علی ذخیرتہ اهل الاعصار والآفاق هذا یناقض قصد الاخفاء صفحہ ۱۸۹ پس غالباً ان رموز کا کوئی ایسا قانون ہے جو معلوم نہین پس بدون علم اُس قانون کے تفسیر صاف کسطرح قابل اعتداد ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ مورخ نے لکھا ہے اذ الرمز انما یهدی الی کشفہ قانون یعرف قبلہ ویوضع لہ واما مثل هذہ الحروف فدلالتہا علی المراد منہا مخصوصۃ بہذا النظم لایتجاوزہ اھ پس جب تفسیر مذکور کا صحیح ہونا ثابت نہین بلکہ تقریر مذکور سے اسکا غیر صحیح ہونا ثابت ہے پھر اعتراض بھی باطل وساقط ہوگیا اور رؤیا وکشف کا معتبر ہونا تو احادیث سے ثابت ہی ہے مگر خود مورخ بھی اسکے معترف ہین چنانچہ صفحہ ۵۱ کے سطر ۲ اور صفحہ ۵۲ کے سطر ۱۴ اور صفحہ ۵۴ کی سطر ۲ سے سطر ۳ تک اور صفحہ ۵۵ کے آغاز کے مطالعہ سے واضح ہوسکتا ہے جب اُسکے معتبر ہونیکا اعتراف کرلیا پھر سب شبہات ناقابل اعتبار ہونگے هذا ما عندی الآن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً ولیکن هذا آخر ما رمناہ فی هذا الباب هو اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔ ۲۱ شعبان مقام لکھنؤ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ سانڈہ کا کھانا حلال ہے یا حرام چونکہ اسمین مقلدین وغیر مقلدین مین اختلاف ہے لہذا مفصل تحریر فرمائیے اور نیز تفسیر احمدی مُلّا جیون ملاحظہ فرمالیجئے اور ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ الخ کا کیا مطلب ہے۔

الجواب۔ اسمین تفصیل ہے کہ ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے غیر اللہ کے نام نذر کوئی جانور کردیا اور اُسی نیت سے اُسکو ذبح کیا گو وقت الذبح بسم اللہ بھی کہے یہ تو حرام ہے قرآن مجید مین اسکی حرمت منصوص ہے اور کتب فقہ در مختار وغیرہ مین تصریحاً مذکور ہے دوسری صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام محض تعبیر وعنوان مین ہے نیت مین اُنکا تقرب وترضی مقصود نہین جیسے حدیث مین عقیقہ کے وقت یہ کہنا وارد ہے هذہ عقیقۃ فلان یہ بلاشبہہ حلال ہے اور صاحب تفسیر احمدی اسکو حلال کہتے ہین چنانچہ اُنکا منہیہ اسکا شاہد ہے

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے بہ نیت و عقیدہ فاسدہ اُسکو چھوڑا اور حاکم وقت
نے کسی وجہ سے اُسکو پکڑ کر نیلام کر دیا اور کسی نے خرید کر اُسکو ذبح کیا یہ حلال ہے کیونکہ استیلاءُ
موجب ملک ہے جب مالک وہ پہلا شخص نہ رہا اُسکا فساد نیت قابل اعتبار نہین۔
چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے اُسے نیت بد سے چھوڑ دیا تھا دوسرے شخص نے
چرا چھپا ذبح کیا یہ حرام ہے دو وجہ سے اول فساد نیت مالک سے کیونکہ سائبہ کرنیسے
خارج عن الملک نہین ہوتا دوسرے غصب و سرقہ کی وجہ سے پانچوین صورت یہ ہے
کہ مالک نے اپنی نیت فاسد سے توبہ کر لی اور اس حیوان کو ذبح کیا یہ حلال ہے لانتفاع
علۃ النہی اور ماجعل اللہ الخ کا مطلب اُس فعل کی نفی ہے جو مزعوم کفار تھا یعنی حرمت
انتفاع بوجہ تعظیم و احترام۔ واللہ اعلم۔

سوال ۔ زید نے انتقال کیا اور خالد و ولید عمر و پسران اور ساجدہ عابدہ دختران اور حامدہ
زوجہ چھوڑی ترکہ زید پر صرف خالد قابض رہا اُسنے ترکہ زید کو بموجب شرع شریف تقسیم کیا مگر مسماۃ
عابدہ کو اُسکے حصہ کا نصف ادا کیا اور نصف کے دینے کا وعدہ کیا بعدہ مسماۃ عابدہ نے
انتقال کیا اور ایک پسر اور ایک دختر اور شوہر چھوڑا وارثان متوفیہ نے خالد سے باقی نصف
جو زر نقد تھا طلب کیا تب خالد نے ایک ہفتہ مین ادا کر دینے کا وعدہ کیا اسیطرح بر خالد پر
تقاضے ہوتے رہے اور وہ ہفتہ عشرہ مین دینے کا وعدہ کرتا رہا آخر کار خالد نے کہدیا کہ میرے
چوری ہو گئی اور میرے مال کیساتھ نصف حصۂ عابدہ جو میرے پاس باقی تھا چوری گیا بعد اسکے
خالد نے اپنے لئے جائداد خریدی اب یہ دریافت طلب ہے کہ جو نصف حصہ مسماۃ عابدہ
کا خالد کے پاس باقی رہگیا ہے وہ از روئے شرع شریف خالد کے ذمہ واجب الاداہی یا نہین۔

الجواب ۔ فی الدر المختار من کتاب القسمۃ و رکنہا ھو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتمیز
بین الانصباء ککیل و ذرع و فیہ ایضاً عن الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر و غائب او بالغ
و صغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الاٰخرین والا لا الخ
روایات بالا سے معلوم ہوا کہ تقسیم مین جب تک سب کا حصہ علیحدہ نہو جاوے وہ تقسیم معتبر نہین
بلکہ مال مشترک بدستور مشترک رہیگا۔ اسیطرح اگر بعض شرکا اپنا حصہ علیحدہ کر لین مگر بعض کو

تقسیم بدون امتیاز بعض حصص

انکا حصہ تسلیم نہ کیا جاوے تب بھی وہ تقسیم نافذ نہین ہوتی پس صورت مسئولہ مین عابدہ
کا نصف حصہ جب اُسکو تسلیم اور ادا نہین کیا گیا تو وہ مشترک رہا اُسکو از سر نو تقسیم کرکے
دیکھینگے کہ اس باقی مین سے عابدہ کا کتنا حق ہے وہ سب ورثہ سے حصہ رسد اُس مقدار
حق کی تکمیل کرنیکے لیئے مطالبہ کرنیکی مستحق ہے چونکہ مسئلہ ہذا مین وہ وفات پاچکی ہے
اسلیئے اُسکے ورثہ اسیطرح اس مطالبہ کے مستحق ہین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۶ صفر المظفر سنہ ۱۳۲۶ھ

زیور صرف کردن زوج در عمارت زوجہ

سوال۔ بروقت تعمیر اور مکان طیار ہونیکے بعد حاجی صاحب مرحوم نے بہت دفعہ کہا
کہ یہ مکان مسماۃ .... زوجہ ثانیہ کیلئے بنوایا گیا ہے اور اس ہی وجہ سے چار سو روپیہ کا زیور
مسماۃ مذکورہ کا حاجی صاحب نے فروخت کرکے اسمین لگایا آیا اس مکان مین میراث جاری
ہوگی اور سب وارثون مین تقسیم ہوگا یا مسماۃ .... کا ہوگا۔

الجواب۔ اگر اسکو ہبہ مان لیا جاوے تو ہبہ اُسوقت صحیح ہوسکتا ہے جب ہبہ کرنیوالا
بالکل اُس مکان کو اپنی چیزون سے خالی کرکے موہوب لہا کو قبضہ کرادے اگر ایسا ہوا ہے
تو بعد اقامۃ شہود ہبہ صحیح ہوگا ورنہ نہین فی الدر المختار وتتم الھبۃ بالقبض الکامل ولو الموھوب
شاغلا لملك الواهب لا مشغولا به الی قوله فلو وهب جرابا فيه طعام او دارا فيها
متاع او دابة عليها سرجه وسلمها كذلك لا تصح وبعكسه تصح اھ اور زیور اسمین لگانا غایۃ
ما فی الباب قرینہ ہبہ کا ہوگا مگر ہبہ مین جو شرط ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے جیسا اوپر بیان
ہوا لیکن جبتک ہبہ صحیح نہوگا وہ زیور بطور احسان کے زوجہ کیطرف سے سمجھا جاویگا۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ ترکہ مرحوم کی آمدنی حاجی .... صاحب شوہر مسماۃ .... دختر مرحوم ہی نے وصول
کرکے اپنی رضامندی سے بلا کسی شرط کے مسماۃ .... کو سرکاری مالگذاری مسماۃ مذکورہ
سے لیکر دی۔ آیا یہ اُسکے حق مین محسوب ہوگا یا مرحوم کا اسکے ذمہ قرض رہیگا یا کیا صورت ہوگی۔

الجواب۔ کسی ذی حق کو کچھ دینے کی کئی صورتین ہین

(۱) یہ کہ اسکا جنس حق دیا اور حق سے زائد نہین دیا اسمین اُسکا حق ادا ہوگیا۔

(۲) یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا اور تصریح کردی کہ زائد قرض ہے اسمین بقدر واجب
حق ادا ہوگیا اور زائد قرضہ رہا۔

(۳) یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا اور تصریح قرضہ کی نہین کی تو بقدر واجب حق ادا ہو گیا اور زائد احسان ہوا۔

(۴) یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح کردی کہ تمہارے حق واجب کے عوض مین دیا جاتا ہے تو اسمین اُسکا حق ادا ہو گیا جسقدر مقدار حق کے عوض مین دینے کی تصریح ہوئی ہے اور دونون رضامند ہو گئے ہین۔

(۵) یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح نہین کی تو اس مین یہ دینے والے کا احسان ہوا اصل حق باقی رہیگا پس ان صور تو ان مین سے جو واقع ہوئی ہو ویسا حکم ہوگا استیعاب صور کیلئے شجرہ مذکور ہے۔

عطاء ذی حق

غیر جنس — جنس حق

غیر جنس: عدم تصریح مبادلہ — تبرع

غیر جنس: تصریح مبادلہ — عوض حق ہے

جنس حق: غیر زائد دیا — حق ادا ہو گیا

جنس حق: زائد دیا — عدم تصریح قرض — تبرع

جنس حق: زائد دیا — تصریح قرض کی — قرض مین محسوب ہوگا
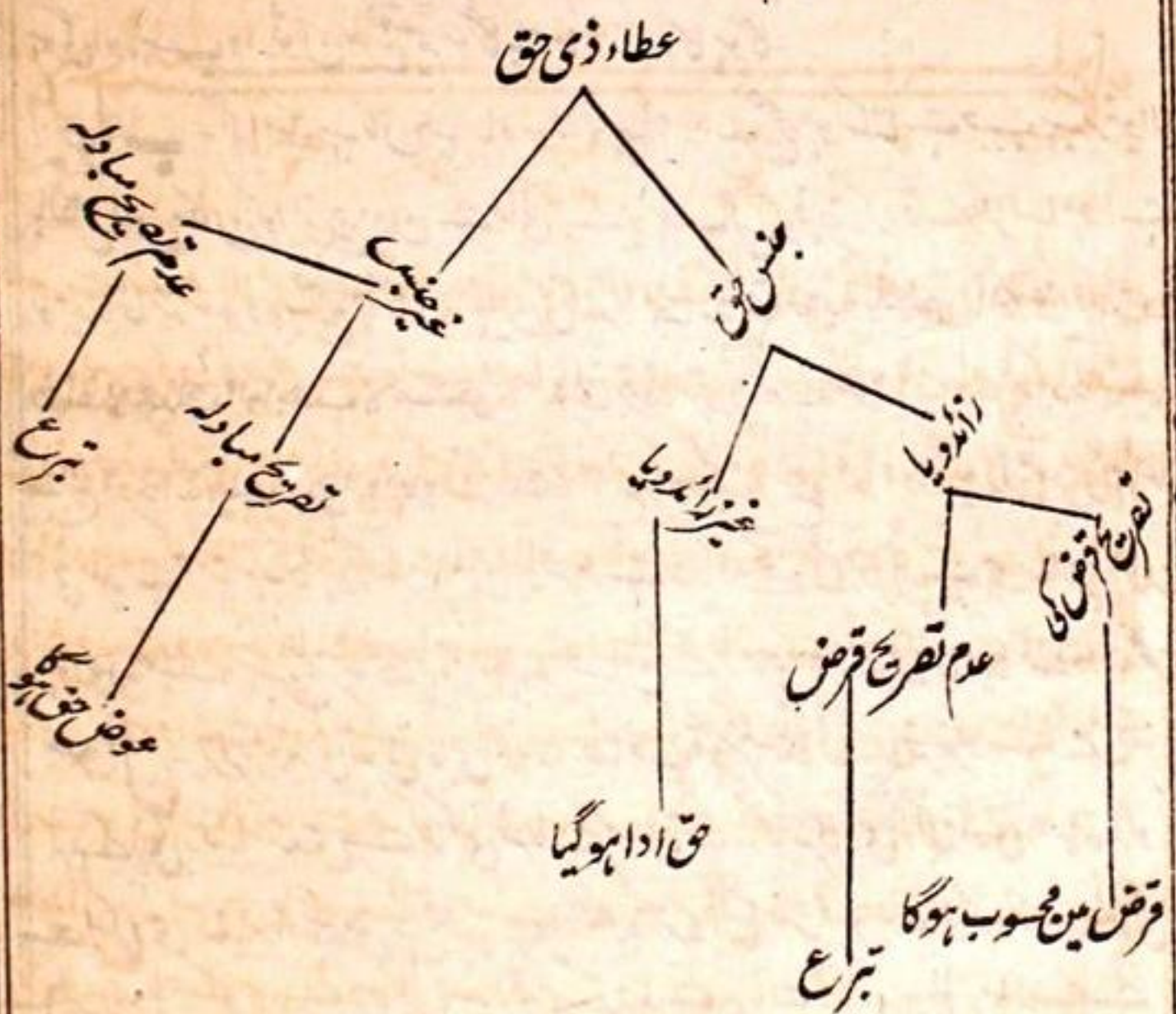
سوال۔ زید فوت ہوا ایک منکوحہ بی بی الف اور دو بیٹیان ب ج اور ایک منکوحہ کنیزک د ال اور ایک بیٹی کنیزک سے ہ جسکی پیدایش قبل از نکاح ہے اور ایک بیٹا اسی کنیزک سے ز اور ایک حقیقی چھوٹا بھائی وارث چھوڑے پھر بیٹا باپ سے پانچ سال

بعد فوت ہوا اندرین صورت زید کا ترکہ بروئے میراث ہر پسماندہ کو کتنا پہونچیگا۔

الجواب — مسئلہ ۲۴ تا ۹۶

زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت مولودہ قبل نکاح	ابن	اخ
الف	د	ب	ج	ہ	ن	ط
۳	۳	۷	۷	م	۱۴	م
۶	۶	۲۱	۲۱			

مسئلہ ۶ — مف ۱۴ ابن ن

ام	اخت لام	اخت لاب	اخت لاب	عم
د	ہ	ب	ج	ط
۱	۱	۲	۲	م
۷	۷	۱۴	۱۴	

الاحیاء المسئلہ ۹۶

الف	د	ب	ج	ہ
۶	۱۳	۳۵	۳۵	۷

صورت مندرجہ بالا مین بعد تقدیم مایقدم علی الارث مثل تجہیز وتکفین وادائے دیون جسمین مہر ہر دو زوجہ بھی ہے وتنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ ترکہ زید کا ۹۶ سہام ہو کر الف یعنی زوجہ زید کو چھ سہام اور د یعنی زوجہ ثانیہ کنیزک کو تیرہ ۱۳ سہام اور ب وج یعنی ہر دو دختران زید کو پینتیس ۳۵ پینتیس ۳۵ سہام دلائے جاوین اور ہ یعنی وہ بیٹی جسکی پیدایش قبل از نکاح ہے وہ چونکہ زنا سے پیدا ہوئی ہے اسلئے شرعاً زید سے اُسکا نسب ثابت نہوگا تو اُس سے وارث نہوگی لیکن ن یعنی زید کے پسر کی چونکہ اخیافی بہن ہے اسلئے اُس سے وارث ہوگی اُسکے ترکہ سے ہ کو سات سہام ملینگے۔ فقط ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ۔

سوال - کسی چور یا چور کے دوست کے پاس مال مسروقہ رکھا ہے اب اسد نے چور کے دلمین یا جسکو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کردیا ہے یہ بات ڈالی کہ یہ مال ہمارے لئے حرام ہے اسکو واپس کرنا چاہئے یا اگر وہ مال خرچ ہو گیا ہے تو اسکی قیمت مالک تک پہونچانا چاہئے مگر چور اور چور کے دوست جسکو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کیا ہے دونونکو اندیشہ ہے کہ اگر مال یا مال کی قیمت مالک تک پہونچائینگے تو حال کھل جاویگا اور بیعزتی کے علاوہ

قید کا خوف ہے تو کیا حیلہ کرے جس سے مالک کو مال یا قیمت پہونچ جائے اور چور اور چور کے دوست کی بیعزتی بھی نہو۔

الجواب۔ پوشیدہ طور پر دہ مال مالک کے قبضہ مین جس تدبیر سے چاہے پہونچا دینے سے یہ بری الذمہ ہو جاویگا مالک کو اُسکی اطلاع کی حاجت نہین کہ فلان شخص نے یہ میرا حق دیا ہے فی الدر المختار کتاب الغصب ویبرء بردھا ولو بغیر علم المالک الی قولہ وکذا لوسلمھا الیہ بجھۃ اخری کھبۃ او ایداع او شراء اھ۔ واللہ اعلم ۔ ۱۰ ۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ چند سال سے ہندوستان کے کئی مقامات مین رجبی شروع ہونے لگی ہے یعنی ۲۷ و ۲۸ شب کو حضور سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی معراج کا حال پڑھا جاتا ہے اور بڑا مجمع ہوتا ہے اور کثرت سے روشنی کا سامان فراہم ہوتا ہے اور بعض جگہ اسی مجلس مین بعد بیان معراج شریف قوالی ہوتی ہے اور حال آتا ہے اور یوماً فیوماً اُسکی ترقی ہے تو براہ مہربانی شریعت کی رو سے اسکے مضار و منافع سے مطلع فرمایئے کہ اسکا کرنیوالا اور شریک ہونیوالا اور مدد دینے والا داخل حسنات ہوگا یا موجب سیئات۔

الجواب۔ جلسہ رجبی بہیئت متعارفہ زمانہ ہٰذا مین جو منکرات مجتمع ہین وہ ظاہر ہین۔ التزام مالایلزم جسکی کراہت فقہاء کے کلام مین منصوص ہے اور بہت فروع فقہیہ کو اُسپر متفرع کیا ہے کما لا یخفی علی الماھر کثرت روشنی مین اسراف کا ہونا جسکی ممانعت منصوص قرآنی ہے۔ اُسمین تداعی کا اہتمام جو تطوعات کیلئے مکروہ ہے اسی بنا پر جماعت نافلہ کو مکروہ کہا ہے۔ اور بھی جسقدر منکرات کو محققین نے مجالس متعارفہ میلاد مین ذکر کیا ہے اکثر بلکہ کل مع شی زائد اُسمین مجتمع ہین۔ بالخصوص اگر اُسکے ساتھ قوالی بھی ہو تو منکرات مضاعف ہو جاوینگے کیونکہ مجالس متعارفہ سماع مین شرائط اباحت محض مفقود ہین اور عوارض مانعہ بکثرت موجود ہین چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو سماع متعارف پر منطبق کرنیسے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے بنا بر وجوہ مذکورہ جلسہ مذکورہ کے داعی اور ساعی و بانی و معین و شریک سب کے سب شرعاً قابل ملامت و تشنیع ہونگے طالب حق کیلئے یہ مختصر کافی ہے اور مخاصم کیلئے دفتر کے دفتر غیر وافی ہین۔ ۲ شعبان ۱۳۲۰ھ۔

حکم اثبات و اسقاط الف ذاقا وغیرہ

سوال - الف تثنیہ کا جیسے الف ذاقا الشجرۃ وقالا الحمد للہ الذی کا اور واؤ جمع کا جیسے وقالوا الحمد للہ وافعلوا الخیر کے درج کلام مین ساقط ہوتا ہے یا نہین اور اُسکو پڑھنا چاہیئے یا نہین -

الجواب - اس باب مین کوئی معتبر سند میری نظر سے نہین گذری البتہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب رح نے اپنے بعض رسائل مین بموقع التباس مین الف تثنیہ کے کسی قدر اظہار کو لکھا ہی مگر واو جمع مین نہین لکھا مگر چونکہ اسپر کوئی دلیل قائم نہین کی لہذا میرا معمول نہین اور التباس تو بعض جگہ واو جمع مین بھی ہے جیسے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن حالانکہ وہان کوئی قائل نہین اور رفع التباس کیلئے قرینہ سباقیہ وسیاقیہ کافی ہے - واللہ اعلم -

بیع متولی اسباب مسجد را

سوال - متولی مسجد مسجد کی کوئی شے کسیوجہ سے فروخت کر سکتا ہے یا نہین

الجواب - یہ شے جسکا بیچنا چاہتے ہین اگر فرش وجانماز یا قندیل وغیرہ ہے یعنی ایسی چیز ہے جو مسجد کی عمارت مین متصل نہین اور منقول ہے تو اسکا حکم یہ ہے کہ جسنے یہ شے مسجد مین دی ہے وہ اسکو بیچ سکتا ہے اگر وہ نہو اُسکا وارث اور جب وہ بھی نہو تو باجازت قاضی اسلام یا باتفاق اکثر اہل اسلام بیع جائز ہے اور اگر وہ شے ایسی ہے جو مسجد کے اندر بطور جزو کے لگ چکی تھی پھر جدا ہو گئی جیسے کڑے تختہ وغیرہ یا اینٹین بعد انہدام کے تو قاضی یعنی حاکم اسلام کی اجازت سے اور اگر وہ نہو تو اکثر اہل اسلام کے اتفاق سے اُسکی بیع جائز ہے اور اگر وہ شے از قسم جائداد غیر منقول ہے جو مسجد کیلئے وقف ہے تو اسکا بیچنا کسیطرح جائز نہین فی العالمگیریۃ من کتاب الوقف ذکر ابو اللیث فی نوازلہ حصیر المسجد اذا صارت خلقا واستغنی اھل المسجد عنھا وقد طرحھا انسان ان کان الطارح حیا فھو لہ وان کان میتا ولم یدع لہ وارثا ارجو ان لا باس بان یدفع اھل المسجد الی فقیر او ینتفعوا بہ فی شراء حصیر اخر للمسجد والمختار انہ لا یجوز لھم ان یفعلوا ذلک بغیر امر القاضی کذا فی المحیط السرخسی وفی المنتقی بواری المسجد اذا خلقت فصارت لا ینتفع بھا فاراد الذی بسطھا ان یاخذھا ویتصدق بھا بعد ما خلقت لم یکن لھم ذلک اذا کانت لھا قیمۃ وان لم یکن لھا قیمۃ لا باس بذلک کذا فی الذخیرۃ وایضا فیہا اھل المسجد لو باعوا غلۃ المسجد او نقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انہ لا یجوز کذا فی السراجیۃ وایضا فیہا وفی الفتاوی النسفیۃ سئل عن اھل المحلۃ باعوا وقف المسجد لاجل عمارۃ المسجد قال لا یجوز بامر القاضی وغیرہ کذا

فی الدنیا خیرة اه قلت قد سمعت استاذی ان عامة اہل الاسلام بمنزلة القاضی قلت لان ولایته
مستفاد منهم فکانه هم وکانهم هو فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ ایک صاحب فرماتے ہین کہ مجکو تعجب ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالے
اپنے بندون کو مان باپ سے بڑھکر چاہتا ہے پھر کافرون کو خلود دائمی دوزخ مین کیون فرمائیگا۔
اولاد چاہے کیسی ہی بُری سے بُری ہو لیکن باپ اسکی تکلیف ہرگز گوارا نہین کرتا اور اُسکو مصیبت مین
نہین دیکھ سکتا۔

الجواب۔ یہ سوال خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے ایک عورت نے کیا تھا
حیث قالت الیس اللہ ارحم بعبادہ من الام بولدها قال صلی اللہ علیہ وسلم بلی قالت ان الام لا تلقی
ولدها فی النار فاکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبکی ثم رفع راسه فقال ان اللہ لا یعذب من عبادہ
الا المارد المتمرد الذی تمرد علی اللہ وابی ان یقول لا الہ الا اللہ رواہ ابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمر کذا فی المشکوۃ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب ارشاد فرمایا اُسکا حاصل اصطلاحی الفاظ مین یہ ہے کہ عباد گو عام
ہے مگر دوسرے دلائل نے اسمین سے بعض کو خاص کردیا ہے جو ملعون ہوکر دائرہ رحمت سے خود نکل گئے
ہین پس عباد دو قسم کے ہوئے ایک مرحومین اور اُنپر اسقدر رحمت ہے کہ والدہ کو ولد پر نہین دوسرے
غیر مرحومین سو اُنپر آخرت مین رحمت ہی نہوگی پھر زیادتی کمی کا کیا ذکر یا یون کہو کہ عبادہ عام نہین ہے
خود اضافت تخصیص کو مفید ہے یعنی بندگان خاص جیسے قرآن مجید مین عباد الرحمٰن کو خاص کیا ہے
موصوف بصفات خاصہ سے۔ رہا یہ کہ والدہ کو تو سب اولاد پر رحمت ہوتی ہے اللہ تعالی کو سب
عباد پر کیون نہین اسکا جواب یہ ہی کہ رحمت والدہ کی اضطراری ہے مشیت پر موقوف نہین اسلئے عام
ہے اور اللہ تعالی کی رحمت اختیاری ہے اور مشیت پر موقوف ہے جسکا سبب ظاہری اعمال صالحہ ہین
اسلئے آخرت مین خاص ہے البتہ دنیا مین عام ہے رہا مرحومین کو تکلیف ہونا سو وہ تہذیب ہے تعذیب
نہین فقط۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ زید کا ایک اسلامی ریاست سے بطور تنخواہ کے کچھ مقرر ہے زید اسبات کو خوب جانتا
ہے کہ ریاست اسلامیہ مین روپیہ بوجہ موافق احکام شرعیہ کے رعایا سے وصول نہ کئے جانیکے ظلماً
وصول کیا جاتا ہے اور استیلاء مسلم علی مال المسلم موجب ملک ہی نہین پس اس صورت مین زید کی یہ

جواب اشکال ارحمیت بر دوام جہنم

تنخواہ ریاست

آمدنی جائز ہوگی یا نہین اور اسی بنا پر ایسی ریاستون کی نوکری بھی جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ ہر چند کہ غصب و ظلم کا مال اپنے مال مین یا دوسرے مغصوب مال مین ملا دینے سے ملک غاصب مین داخل ہو جاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوگی نہ اسکو خود اسکا صرف کرنا جائز ہے نہ دوسرونکو اسکا قبول کرنا جائز ہے جبتک کہ غاصب اُسکا ضمان ادا نہ کر دے پس صورت مسئولہ مین زید کی آمدنی جائز نہوگی نہ ایسی ریاست کی نوکری جائز ہوگی والروایات ہذہ اما التملک بالخلط بمال نفسہ او غیرہ فلما فی الدر المختار ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوٰۃ فیہ و یورث عنہ لان الخلط استہلاک اذا لم یمکن تمییزہ عند ابیحنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب ۱۳۵ وفیہ اما اذا اخذ من انسان مائۃ ومن آخر مائۃ وخلطہما ثم تصدق لا یکن لانہ لیس بحرام لعینہ بالقطع لاستہلاکہ بالخلط ۱۳۵ قلت وافاد ایضاً کون ہذا المخلوط حراما خبیثاً ولو حراما لا لعینہ ۱۲ واما حرمۃ الانتفاع بہ فلما فیہ ایضاً فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم منافعہ او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ او یمکن بحرج ضمنہ وملکہ بلا حل الانتفاع قبل اداء ضمانہ ای رضاء مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاض والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا یبتلعہ حلالا فی روایۃ حراما علی المعتمد حسما لمادۃ الفساد ۲۶۶ واما حرمۃ قبول الغیر لہ فلما فیہ ایضاً وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا والا لم یحل ۳۱۹ قلت والفرع بعد تمہید الاصول ظاہر حکمہ واللہ اعلم۔ فقط

سوال۔ مقام ..... مین بیس پچیس گھر اہل سنت وجماعت حنفی کے ہین اور باقی آبادی شیعہ کی ہے وہ یہ کام کرتے ہین کہ محرم مین تعزیہ بناتے ہین اور مہندی چڑھاتے ہین اور عَلَم نکالتے ہین اور تاشے ڈھول بجاتے ہین اب عرض یہ ہے کہ تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہین اور اُسمین باجھ دینی جائز ہے یا نہین اور اُسمین کوئی شے مثل فرش وغیرہ سائبان وروشنی دینی جائز ہے یا نہین اور اگر اُسمین کوئی شخص باجھ دیوے تو اُسکے واسطے کیا حکم ہے اور تعزیہ کب سے بنایا جاتا ہے اور کسوجہ سے بنایا گیا اور یہ لوگ کہتے ہین کہ نقل روضۂ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہے مکان کی نقل جائز ہے جاندار کی شبیہہ بنانا منع ہے آیا صحیح ہے یا نہین۔

الجواب - غیر ذی روح یعنی بے جان کی شبیہ بنانا اُسوقت جائز ہے جبکہ اُسپر کوئی مفسدہ یعنی خرابی مرتب نہو ورنہ حرام ہے فی الدر المختار اولغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد قلت علل عدم الکراہۃ بانہا لا تعبد فہذا نص علی انہ لو کانت تعبد لا یجوز اور تعزیہ کیساتھ جو معاملات کئے جاتے ہین اُنکا معصیت و بدعت بلکہ بعض کا قریب بہ کفر و شرک ہونا ظاہر ہے اسلئے اسکا بنانا بلا شک ناجائز ہوگا اور چونکہ معصیت کی اعانت معصیت ہے اسلئے اُسمین باجہ یعنی چندہ دینا فرش و فروش و سامان روشنی سے اسمین شرکت کرنا سب ناجائز ہوگا اور بنانیوالا اور اعانت کرنیوالا دونون گنہگار ہونگے اور تاریخ ایجاد و وجہ ایجاد تعزیہ کی مجکو تحقیق نہین نہ اسکی ضرورت فقط - واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۳ محرم ۱۳۲۱ھ

عدم انعقاد نذر بعبادات غیر مقصودہ

سوال - زید نے جناب باری تعالےٰ مین دعا کی کہ میرا فلان مطلب ہوجاوے تو مین میلاد شریف یا شیرنی پر فلان بزرگ کا فاتحہ کرونگا یا اُسکی قبر پر چادر ڈالونگا بعد حصول مطلب ادائے نذر ایسے شخص پر واجب ہوگی یا نہین اور ادا کرنیوالا عاصی ہوگا یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار ومن نذر نذرا وکان من جنسہ واجب ای فرض وہو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت لزم الناذر اس عبارت سے سب سوالون کا جواب نکل آیا پس مولد شریف تو عبادات مقصودہ سے نہین اسلئے یہ نذر منعقد نہین ہوئی اور قبر پر چادر ڈالنا خود عبادت ہی نہین بلکہ مکروہ ہے اسلئے یہ نذر بھی منعقد نہین ہوئی رہا فلان بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کرکے شیرنی بانٹنا سو اسمین تفصیل یہ ہے کہ اگر ایصال ثواب اصلی مقصود ہے تو یہ عبادات مقصودہ مین سے نہین اور اگر تقسیم مقصود ہے اُسمین دو صورتین ہین اگر خاص فقرا کو تقسیم کرنیکی نیت نہین ہے تب بھی عبادت مقصودہ نہین ان دونون صورتون مین بھی نذر منعقد نہوگی فی الدر المختار نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینو ابناء السبیل ولو نذر للتسبیحات دبر الصلوٰۃ لم تلزمہ اھ اور اگر خاص فقراء و مستحقین پر تصدق کرنیکی نیت ہے تو نذر صحیح و لازم ہوگی مگر اختیار رہوگا خواہ شیرنی دے خواہ طعام خواہ نقد فی الدر المختار نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدق بثمنہ اور جن صورتون مین نذر منعقد ہوجاتی ہے وہان ایفا نذر واجب ہے اگر ایفا نہ کریگا گنہگار رہوگا کما مر من الدر المختار من قولہ لزم الناذر فقط واللہ اعلم - ۷ صفر ۱۳۲۱ھ

سوال - مین ایک ٹھاکر کے یہان ملازم ہون کھانا بھی اُنکے یہان سے آتا ہے گوشت اُنکے
یہان پکتا ہے جسکے متعلق مجھے تردد ہے گوشت یا تو وہ شہر سے منگاتے ہین یا مجھسے بکرا ذبح
کراتے ہین میرے خیال مین جب کبھی گوشت اُنکے یہان پکتا ہے میرا ہی ذبح کیا ہوا پکتا ہے
لیکن چونکہ وہ گوشت نظرون سے غائب ہو جاتا ہے اور گھر کے اندر سے پک کر آتا ہے اسلیئے مین
نہین کھاتا بعض لوگ کہتے ہین کہ اُنکا یہ کہنا کہ "وہ اُسی گوشت مین سے ہے" دیانت مین داخل نہین
اور اُسکا کھانا جائز ہے - پکا ہوا کھانا دیتے وقت وہ کچھ بھی نہین کہتے دریافت کرنے پر یہی کہتے ہین
کہ آپکا ذبح کیا ہوا گوشت ہے یا مثل اسکے اور کوئی بات بہرحال مجھکو کیا کرنا چاہیئے آیا گمان غالب
پر کھا لینا چاہیئے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے ہی ہاتھ کا ذبیحہ گھر مین سے پک کر آتا ہے قاضیخان و
غیرہ نے تو ان شبہات کو رفع کیا ہے یعنی اگر وہ یہ کہین کہ یہ گوشت اُسی مین کا ہے تب تو معاملہ ہے
اور اگر کہین کہ یہ تمھارا یا کسی مسلمان کا ذبیحہ ہے تو دیانت ہے لیکن مجھکو ابھی اطمینان نہین ہوا ہے
لہذا مفصل جواب مرحمت فرما دین -

الجواب - فی الدر المختار ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی
فیحل او قال اشتریتہ من المجوسی فیحرم ولا یردہ بقول الواحد واصلہ ان خبر الکافر
مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات اھ پس کافر کا یہ کہنا کہ یہ اُسی ذبیحہ کا گوشت ہے
منجملہ دیانات متعلقہ حل و حرمت ہے لہذا حسب روایات بالا اُسکا قول مقبول نہین جیسا ظاہر ہے
قلت ھذا ھو القول المشھور وفیہ سلامۃ العوام لکن فاتت فیہ دقیقۃ وھی ان ھذا
اذا لم یقم علی کونہ ذبیحۃ للمسلم دلیل الا قول الکافر فیصح فیہ الحکم اما اذا حفت بہ
قرائن قویۃ تفید الطمانینۃ بکونہ ھو فھو حلال بلا تلعثم لان العمل فی ھذہ الصورۃ یکون
بالدلیل غیر قول الکافر ونظیرہ ما ورد فی الاحادیث ان بعض من صلی مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم لما حولت القبلۃ شھد قباء وقت الفجر وشھد ان القبلۃ تحولت فتحولوا عن اخرھم
مع ان خبر الواحد ظنی والقبلۃ السابقۃ کانت قطعیۃ فکیف رأوا الظنی معارضا للقطعی
فذلک الذی ذکرت ھو الوجہ فی ھذا الحدیث فان الحکم فی الصورۃ المسئولۃ لا باس
بہ بشرط شھادۃ القلب انہ ھو - فقط واللہ اعلم -

سوال - مسلمان کو علم نجوم پڑھنا کیسا ہے اور نجومی نے جو لوگونکو اخبار غیبی بتلاکر زر ولباس وغیرہ فراہم کیا ہے شرعاً وہ کمائی کیسی ہے بعض لوگون کا مقولہ ہے کہ یہ علم حق تعالی نے حضرت ادریس علیہ السلام کو تعلیم کیا تھا اور نجومی جو وقوع حوادث آیندہ کو کہ امر تقدیری ہے بقواعد نجوم بتاتا ہے یہ کچھ علم غیب مین شمار نہین تو مسلمانان معتقدین نجوم کا اِسطرح عقیدہ رکھنا اور بیان کرنا شریعت مین کیسا سمجھا جائیگا۔

الجواب - چونکہ اسپر مفاسد اعتقادیہ وعملیہ مرتب ہوتے ہین لہذا حرام ہے اور بعض اوقات مفضی بکفر ہے اور ایسی کمائی بھی حرام ہے - اِس مقولہ کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ روایت ثابت نہین - دوسرے وہ خاص قواعد سند صحیح سے منقول نہین جس سے یہ کہا جاوے کہ وہی علم ہے - تیسرے عام طور پر خود اہلِ فن اور دوسرے رجوع کرنیوالے بھی کواکب کو متصرف وفاعل مستقل سمجھتے ہین جو مثل عقیدۂ علم غیب کے خود یہ عقیدہ استقلال فعل وتصرف کا شرک جلی اور منافی توحید ہے - چوتھے جو علم بلا اسبابِ علم ہو وہ علم غیب ہے اور جو چیز اسبابِ علم سے نہو اُسکا سبب سمجھنا باطل ہے اور کواکب کا اسبابِ علم سے ہونا ثابت نہین پس یہ اسبابِ علم نہوئے تو اُنکو اسباب سمجھنا باطل ہوا پس اِنکے ذریعہ سے جس علم کے حاصل ہونیکا دعوی کیا جاویگا وہ علم بلا اسباب ہوگا اور یہی علم غیب ہے پس اہلِ نجوم اِس اعتبار سے مدعی علم غیب ہوئے اور اُنکا مصدِق معتقد علم غیب کا ہوا - پانچوین جسطرح عقیدہ باطلہ معصیت ہے اُسیطرح عمل غیر مشروع بھی معصیت ہے اور نجومی اِس سے خالی ہی نہین -

سوال - زید نے عمرو سے کہا کہ مین کچھ کتابین زکوۃ مین دینا چاہتا ہون اُسمین سے دس کتابین مسماۃ ہندہ کو دینے کا ارادہ ہے تم کسیطرح اُس سے پوچھ لو کہ یا اُسکے پاس بھیجدیجا دین یا تم اُسکی جانب سے وکالۃً قبضہ کرلو ہندہ اُس شہر مین نہ تھی اتفاق سے بکر آیا تو عمرو نے یہ ذکر کرکے کہا کہ ہندہ سے پوچھکر مجھکو اطلاع دینا غلطی سے بکر نے بجائے ہندہ کے زینب سے پوچھکر عمرو کو لکھ بھیجا کہ مین فروخت نہین کرسکتی تم قبضہ کرکے فروخت کردو خط مین بکر نے ہندہ یا زینب کسیکا نام نہین لکھا عمرو یہ سمجھا کہ مین ہندہ کا وکیل ہون اور کتابین لیکر بیچ ڈالین جب قیمت بکر کے پاس بھیجکر لکھا کہ یہ ہندہ کو دیدو بکر نے اطلاع دی کہ مین نے تو زینب سے پوچھا تھا اور تم نے زینب ہی کے بارہ مین مجھ سے

کہا تھا غرض زید نے اپنے خیال مین کتابین ہندہ کو دین اور عمرو نے اپنے نزدیک بھی اسی کی جانب سے قبضہ کیا بکر سے اتفاقاً غلطی ہوگئی تو اب زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہین اور قیمت کتب کسکو دینا چاہیئے اسمین بڑا تردد ہے۔

الجواب - یہان جب واقع مین عمرو کسیکا وکیل نہین ہے اسلیئے یہ بیع کتب حق زید مین تصرف فضولی ہے پس اگر زید نافذ رکھیگا نافذ ہو جاویگی اور قیمت ملک زید ہوگی اور بجائے کتب اب زکوٰۃ روپیہ کے متعلق سمجھی جاویگی پس اگر وہ روپیہ ہنوز قبضۂ زینب مین نہین پہونچا تو زید کو اختیار ہے جسکو چاہے دیدے اور اگر قبض زینب مین پہونچ گیا ہے اور بعینہ باقی ہے تو اب زید کے نیت کرنیسے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور اگر باقی نہین رہا تو زید عمرو سے رجوع کرے اور عمرو بکر سے اور بکر زینب سے کیونکہ یہ سب تصرفات حق غیر مین ہوئے اسلیئے یہ تصرفات فسخ کیئے جاوینگے اور ہر شخص اپنے عاقد سے رجوع کریگا اور اگر زید نے بیع مذکور کو نافذ نہین کیا تو ان رجوعات مذکورہ کے بعد عمرو وہ کتابین مشتری سے واپس لیکر اُسکو روپیہ ثمن کا واپس کردے اور کتابین لاکر زید کو دے پھر زید یہ کتابین زکوٰۃ مین جسے چاہے دے - فقط

سوال - اگر سید صاحبِ نصاب ہو اور اُسکے اعزہ مین غریب و محتاج ہون اور کوئی ذریعہ اُنکی امداد کا بجز زکوٰۃ کے نہو ایسی حالت مین سید صاحبِ نصاب کو اپنے اعزہ غریب کو زکوٰۃ مین سے دینا درست ہے یا نہین تاکہ اُنکی حاجت روا ہو جاوے اسیطرح دیگر اقوام شیخ مغل پٹھان صاحب نصاب اگر کسی غریب سید کو زکوٰۃ مین سے دیدین تو درست ہے یا نہین کیونکہ آجکل سیدونکی حالت بوجہ نہونے ذریعہ معاش کے بہت سقیم ہو رہی ہے اور بیت المال بھی نہین ہے کہ جس سے امداد کیجاوے مفصل بدلائل حدیث و فقہ ارقام فرمایا جاوے۔

حرمت زکوٰۃ دادن سادات را

الجواب - بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہین خواہ دینے والا بنی ہاشم سے ہو یا اور کوئی ہو لقولہ علیہ السلام لابی رافع مولی القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقۃ اور فی التیسیر عن ابی داؤد والترمذی واللفظ لہما والنسائی وفی الہدایۃ ولا تدفع الی بنی ہاشم الخ قلت ولا تغتر بما یذکر من جواز ہا لہم لسقوط عوضہا وہو الخمس لانہ قیاس فی مقابلۃ النص اولاتم

ہذا القیاس نفسہ لایتم لانہ علیہ السلام علل حرمتہا بکونہا اوساخ الناس لابتعویض الخمس اُنہا دانما ہی حکمۃ مستقلۃ فی مشروعیۃ حکم الخمس فلما لم یکن علۃ لم یلزم من ارتفاع الخمس ارتفاع حرمۃ الزکوٰۃ فتامل حق التامل۔ اور خدمت سادات کی ہدایا وصدقات نافلہ سے ممکن ہے اور اُنکے لئے حلال ہے فی الہدایۃ بعد الروایۃ المذکور بخلاف التطوع۔ فقط

سوال۔ آجکل خواص وعوام بلا تکلف انگریزی ادویہ کو استعمال کرتے ہین جنکی ساخت مین اکثر روح الخمر اور رکٹی فائی اسپرٹ اور سیری وائن پڑتی ہے ٹینچر۔ ایتھر۔ وائن اکسٹراکٹ اسکی لاگ سے بنائے جاتے ہین مگر کہا جاتا ہے کہ انکا نشہ و سُکر انکے سم سے کم ہے سمیت بڑھی ہوئی ہوئی ہے زیادہ مقدار مین دین تو نشہ کرین مگر زیادہ مین دینے سے آدمی مر بھی جاتا ہے مگر سب دوائین ایسی نہین کہ زیادہ مقدار مین دینے سے آدمی مر ہی جاوے۔ اب فرمائیے کہ انگریزی ادویہ کا استعمال جائز ہوا یا ناجائز۔

الجواب۔ روح الخمر وجواہر شراب چونکہ یقیناً اجزاء خمر سے ہے اُسکی حرمت سُکر پر موقوف نہین فی الدر المختار وکرہ شرب دردی الخمر الی قولہ ولکن لایحد شاربہ بلا سکر اہ وقد صرح الحرمۃ تناول الجز الذی عجن دقیقہ بالخمر۔ اور جبکہ اُس مین سکر بھی ہو تب تو شبہہ کی کوئی وجہ ہی نہین سو جواہر متعارفہ فی زماننا مین سکر بھی ہے اور مقدار قلیل سے بالفعل سکر نہونا منافی وجود سکر نہین کیونکہ سکر سے مراد عام ہے بالقوۃ ہو یا بالفعل فی الدر المختار وحرمہا محمد مطلقا وبہ یفتی الی قولہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام اھ اور اسیطرح سم ہونا بھی منافی سکر نہین بلکہ اُسکا مؤید و مؤکد ہے کیونکہ منتہی سکر کا اہلاک اور سمیت ہے کما لایخفی علی ماہری الطبعیات۔ اس تحقیق سے ادویہ مسئولہ کا حکم معلوم ہوگیا کہ استعمال جائز نہین لیکن جبکہ بالیقین ان اشیاء سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ ایک شخص زید اپنا گاؤن فروخت کرتا ہے لیکن اس شرط پر کہ ایک میعاد معین کے اندر اگر زرثمن واپس کردے تو گاؤن مبیعہ واپس لیلے ایسا معاملہ اور استفادہ اُس گاؤن سے مشتری کو شرعاً جائز ہے یا نہین۔

(۲) ایک شخص زید اپنا گانون واسطے اطمینان قرضہ کے دائن کے قبضہ مین دیتا ہے اور

سمیت ادویہ انگریزی
بیع الوفا

یہ معاہدہ ہوتا ہے فریقین مین کہ تا ادائگی قرضہ کے وہ اس گاؤن پر قابض اور متصرف رہے اور اُسکا انتظام اور حفاظت اور سرکاری مطالبہ اور جملہ نفع ونقصان جو کچھ بھی ہو وہ ذمہ دائن کے ہوگا مدیون کو نفع ونقصان سے کچھ سروکار نہوگا اور حال یہ ہے کہ ایسی صورت مین بظاہر اکثر فائدہ اور گاہے نقصان ہوتا ہے مثلاً خشکسالی ہو جاوے یا مزارعان فرار ہو جائین اور سرکاری مطالبہ دینا پڑے لہذا ایسا معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ صورت مندرجہ سوال اول ظاہراً بیع وقصداً رہن ہے اور صورت مندرجہ سوال ثانی صریح رہن ہے سو رہن صریح مین تو اگر انتفاع مرتہن کا مشروط یا معروف ہو بلا اختلاف حرام ہے فی الدر المختار ثم نقل عن التھذیب انه یکرہ للمرتھن ان ینتفع بالرھن وان اذن له الراھن قال المصنف وعلیه یحمل ما عن محمد بن اسلمؒ من انه لا یحل للمرتھن ذلك ولو بالاذن لانه ربوا قلت وتعلیله یفید انھا تحریمیة فتامله اھ قلت ھذا فی المشروط وقد تقرر ان المعروف کالمشروط اور رہن قصداً وبیع ظاہراً کو بیع الوفا کہتے ہین سو اصل قواعد مذہب کی رو سے یہ بھی رہن ہے اور انتفاع اُس سے حرام ہے اور اگر وہ بیع ہے تو بوجہ مشروط ہونیکے بیع فاسد ہے تب بھی حرام ہے لیکن بعض متاخرین نے اجازت دی ہے پس بلا اضطرار شدید تو اُسکا ارتکاب نکرے اور اضطرار شدید مین بائع کو گنجایش ہے کہ فتوی متاخرین پر عمل کرے اگرچہ مشتری کو کوئی اضطرار نہین والتفصیل فی الدر المختار قبیل کتاب الکفالة۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

مصافحہ عیدین

سوال۔ عیدین مین مصافحہ ومعانقہ روا ہے یا نہین۔

الجواب۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات مین حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت وکیفیت معین فرما دی ہے اُسمین تغیر وتبدل جائز نہین اور مصافحہ چونکہ سنت ہے اسلئے عبادات مین سے ہی تو حسب قاعدہ مذکورہ اسمین ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز نہوگا اور شارع علیہ السلام سے صرف اول لقا کے وقت یا بالاجماع یا وداع کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے وبس اب اسکے لیئے ان دو وقتون کے سوا اور کوئی محل وموقع تجویز کرنا تغیر عبادت کرنا ہے جو ممنوع ہے لہذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ مکروہ وبدعت ہے شامی مین اسکی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ ۲۔ شعبان ۱۳۲۰ھ

احکام پردہ مستورات

سوال۔ آزاد اور مومنہ عورت کا پردہ اجنبیون اور نامحرمون کے سامنے آنے مین از روئے فقہ وحدیث کیا ہے برقع اوڑھنا واجب ہے یا چہرہ اور ہاتھ کھول کے باہر نکلنا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو اُس

شخص کی نسبت کیا حکم ہے جو عورتون کو گھر مین بیٹھ رہنے پر مجبور کرے چار دیواری سے نکلنے نہ دے یا بغیر برقع کے آنے جانے سے روکے۔

الجواب - قال اللہ تبارک وتعالیٰ وقرن فی بیوتکن پارہ ومن یقنت شروع وقال اللہ تعالیٰ یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ایضاً پارہ ومن یقنت قریب ربع وقال اللہ تعالیٰ واذا سألتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب ایضاً پارہ ومن یقنت رکوع ۳ وقال اللہ تعالیٰ والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ وان یستعففن خیر لھن پارہ قد افلح بعد ثلث ارباع وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم المرءۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان رواہ الترمذی وعن ام سلمۃ انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا فقال صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما فی الدر المختار تمنع الشابۃ وجوبا من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اھ (اسکا صفحہ اسوقت یاد نہین مگر عبارت دیکھی ہوئی یاد ہے) ان احادیث وآیات وروایات فقہیۃ کا ترجمہ کسی ذی علم سے دریافت کرکے غور درکار ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کیلئے حکم اصلی احتجاب واستتار بجمیع اعضا ٹھہا وارکا ٹھہا ثابت ہے البتہ جہان ضرورت شدیدہ ہو یا بسبب کبر سن کے مطلق احتمال فتنہ واشتہا اکا باقی نہین وہان وجہ وکفین کا کشف جائز ہے اور یہی مطلب ہے انکے ستر نہونیکا اس سے جواب سوال کا واضح ہوگیا کہ مشتہاۃ عورت کا اجنبی کے روبرو آنا از روئے قرآن وحدیث وفقہ ناجائز ہے اور ضرورت مین برقع اوڑھکر نکلے البتہ جہان ضیق ہو یا معمر زیادہ ہو وہان جائز ہے پس جو عورتون کو گھرون مین بیٹھے رہنے پر مجبور کرے اور چار دیواری سے نکلنے نہ دے اور بغیر برقع کہین آنے جانے سے روکے وہ بالکل قرآن وحدیث وفقہ پر عامل ہے اور اس شخص کو مفاسد وفتن سے روکنے کا اجر عظیم ملیگا اور مغلاق الشر ومفتاح الخیر کا مصداق ہوگا فقط - واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۶ - رمضان ۱۳۱۹ھ

سوال - تراویح رمضان المبارک با وجود الم ترکیف سے پڑھنے کے ستائیسوین شب کو مثل ختم قرآن کریم روشنی کرنا اور شیرینی پر نیاز دینا اور اجوائن پڑھنا کیسا ہے۔

نفس روشنی بوقت ختم قرآن

الجواب۔ الحمد توشیف اور تمام قرآن کا حکم ان اُمور مین یکسان ہے یعنی فضول روشنی کرنا اسراف ہے اور بدعت ہے اور شیرینی کو لازم سمجھکر بانٹنا یہ بھی بدعت ہے اور نیاز دینا اگر اللہ کیلئے ہے تو اُسپر کچھ پڑھکر دعا مانگنے کے کوئی معنی نہین اور اگر کسی بزرگ کیلئے ہے تو عوام کا عقیدہ اُسمین اچھا نہین اُنکو نفع و ضرر کا مختار جانتے ہین اسلئے یہ رسم بھی قابلِ ترک ہے۔ اجوائن دم کرانے کو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ضروری نہین سمجھتا صرف برکت کیلئے دم کراتے ہین اسلئے مضائقہ نہین البتہ اگر اسکو بھی ضروری سمجھین تو بدعت ہوگا فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ بعض قرا لکھتے ہین کہ تمام کلام اللہ مین چند مقام ایسے ہین کہ زیر زبر پیش کے بدلنے سے کافر ہو جاتا ہے اور اسکے کفر مین علماء کا اتفاق ہے تو کفر ہونا برتقدیر قصداً دانستہ پڑھنے کے ہے یا سہواً اور عدم علمیت کی تقدیر پر بھی علی ہذا کلمات کفر کے متعلق بھی سوال ہے و نیز وقف لازم کے متعلق قرا لکھتے ہین کہ بعض مقام مین بوجہ عدم وقف کے خوف کفر ہے یہ حکم تغلیظاً ہے جیسے من ترک الصلوۃ الخ مین اور کفر کے معنی کیا ہین اور برتقدیر کفر ہونیکے تجدید نکاح و ایمان ضروری ہے یا نہین۔

الجواب۔ حقیقت کفر متعلق اعتقاد کے ہے سو جو شخص معنی نہین سمجھتا یا قصداً نہین کہا اُسپر کفر کا حکم کیسے ہو سکتا ہے اسلئے نہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے نہ تجدید نکاح کی بعض قرا نے جو لکھدیا ہے بعض جگہ تو بالکل غلط کہا ہے اور بعض جگہ فساد معنے لازم آتا ہے یہ مراد ہے کہ فی نفسہ یہ کلمہ موجب فساد ہے اور مستلزم کفر۔ گو کسی عذر سے بچ جائے۔ فقط۔ واللہ اعلم

سوال۔ یون مشہور ہے کہ تبدل ملک سے اور دام دینے سے حرمت زائل ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے یا نہین

الجواب۔ تبدل ملک سے تبدل عین کا ہو جانا اسکے یہ معنی نہین جو عوام سمجھے ہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کسی خاص طریقہ سے کوئی چیز آئی جو اُس شخص کیلئے وہ طریقہ حلال تھا لیکن اس طریقہ سے اگر دوسرے شخص کے پاس آتی تو اس کیلئے حلال نہوتا اب اس شخص نے اس دوسرے شخص کو کسی دوسرے طریق سے وہ چیز دی جو کہ اُس دوسرے شخص کیلئے بھی حلال ہے سو اسمین اُس پہلے طریقہ پر لحاظ نہ کیا جاویگا اور اسکا اثر باقی نہ رہیگا مثلاً غنی کو صدقہ لینا حرام ہے مگر کسی فقیر کو کوئی چیز صدقہ مین ملی اور اُسنے ہدیۃً اُس غنی کو دی اب اسکے لئے حلال ہوگی گویا یہ دوسری چیز ہو گئی یہ مطلب ہے اس قاعدہ کا اور یہ جو مشہور ہے کہ دام دینے سے حرمت زائل ہو جاتی

عدم تکفیر بر غلط خوانان قرآن

حکم تبدل ملک بمنزلہ تبدل عین

ہے یہ تو بالکل ہی غلط ہے۔ فقط

سوال۔ رنڈی جواری دغا باز یعنی کسب حرام والی تائب ہو کر اگر چاہین کہ اپنے مال کو خدا کی راہ مین صرف کرین تو اسکی کیا صورت ہے اگر خدا کی راہ مین صرف ناجائز ہو تو کیا کرے جلا دے ڈوبا دے اور کوئی شرعی حیلہ کرنیکا ہے یا نہین بعض اپنا حلال روپیہ ان حرام روپیہ مین ملا کر زمین خرید لیتے ہین۔ یہ حیلہ کیسا ہے۔

الجواب۔ وہ مال حرام رہتا ہے جو لوگ فقر و فاقہ سے بہت پریشان ہون ایسون کو وہ مال بہ نیت رفع حاجت دینا چاہیئے نہ بہ نیت حصول ثواب اور اگر وہ شخص جس سے وہ مال اُنکو حاصل ہوا ہے وہ بالتعیین و بالتخصیص معلوم ہو تو اُسکو واپس کر دینا چاہیئے اور حرام کو حلال کرنیکے لئے کوئی حیلہ مُفید نہین اگر دوسرے روپیہ مین ملایا تو حصہ رسد اسکی نسبت سے اُسمین بھی حرمت و خباثت پیدا ہو جاوےگی اور اسیطرح جو چیز اس سے خریدی اُسمین بھی۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ بعض جگہ دستور ہے کہ قربانی کی کھالین مسجد کے خادم یا سقون کو دیدیتے ہین اگر نہ دیجاوے تو جھگڑا ہوتا ہے اسصورت مین قربانی مین تو کوئی فرق اور خرابی نہین آتی۔

الجواب۔ قربانی مین تو کسی حال مین فرق نہین آتا مگر یہ امر کہ یہ فعل جائز ہے یا نہین سو اسکا حکم یہ ہے کہ اگر یہ کھالین بعوض خدمت دیجاتی ہین اسطرح کہ مشروط یا معروف ہے تو جائز نہین کیونکہ یہ مبادلہ ہے بمقابلہ منافع خدمت کے جسمین معنی بیع کے ہین اور بیع اسی غرض سے منہی عنہ ہے اور اگر تبرعاً دیجائے تو جائز ہے مگر چونکہ تبرعات مین جبر حرام ہے اسلیئے جھگڑا ناجائز ہے نہین فقط۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ مولانا رومی رح پیر چنگی کے قصہ کے درمیان فرماتے ہین ؎

مصطفےٰ بیخویش شد زان خوب صوت ۔۔۔ شد نمازش در شب تعریس فوت

در شب تعریس پیش آن عروس ۔۔۔ یافت جانِ پاک ایشان دست بوس

اس کی تشریح بعض شراح نے اسطرح کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رض کی روحی آواز اذان سے (کیونکہ بظاہر تو اُسوقت اذان تھی ہی نہین) بے ہوش اور مستغرق مشاہدہ تجلیات الٰہی مین ہوگئے کیونکہ اُنکی آواز آواز ذات حق اور نغمۂ الٰہی تھی جیسا کہ گذشتہ اشعار سے مفہوم و متصور ہوتا ہے اور بظاہر شعر کے معنی یہی ہین اور جہانتک حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ وجہ آپکی

غفلت کی نہ تھی بلکہ فی الواقع نوم تھی کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از خواب شریف کے بلال
رضی اللہ عنہ کو واسطے بیدار کرنیکے تنبیہ کرنا اور بعد نماز فوت ہونیکے فرمانا کہ بلال کو شیطان نے خواب
مین ڈالدیا اور یہ وادی وادی شیطان ہے جلدی بڑھو آگے چلکر نماز قضا پڑھینگے اس گذشتہ وجہ
اور ظاہر مطلب شعر کے بالکل منافی ہے کیونکہ اگر واقعی آپکی حالت استغراقی تھی تو پھر آپکے اس ارشاد
عالی کے (کہ ہمکو بیدار کرنا جو صاف حالت نوم پر دال ہے) کیا معنی اور بلال کے اُس جواب کا (کہ یا
حضرت مجھپر بھی وہی خواب غالب آگئی تھی جو آپ پر تھی) کیا مطلب غرض جملہ الفاظ حدیث کے ارتباط
و تعلق سے بھی معلوم ہوا کہ واقعی آپ پر نوم غالب تھی نیز آپ پر تو اکثر تجلیات الہی کا نزول و مشاہدات
حق کا ہوتا رہتا تھا کبھی ایسا نہوا کہ آپکی نماز قضا ہوگئی ہو اسی وقت کی کیا خصوصیت تھی علاوہ ازین
حالت نماز سے زیادہ تو کوئی وقت قرب کا نہین کہ جسکے بارہ مین الصلوٰۃ معراج المؤمنین ارشاد
ہے چاہیئے کہ اسمین زیادہ حالت استغراق ہو یہانتک کہ محو ذات حق ہوکر رکوع و سجود کی بھی اصلا
خبر نہ رہے یعنی اگر قیام کی حالت مین استغراقی حالت کو عروج ہوا تو قیام مین رہے کہ رکوع کی نوبت
ہی نہ آئے اور اگر حالت رکوع مین یہ کیفیت طاری ہوئی تو قعود تک نہ پہونچ سکے علی ہذا مگر کبھی حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ موقع نہین گذرا۔ قطع نظر ان سب کے جو کچھ بھی معنی لیے جائین خواہ
حالت استغراقی مراد لین یا کیفیت نومی تو پھر حضرت کے اس ارشاد (تنام عینی ولا ینام قلبی) کے کیا
معنی اگرچہ بعض شروح مین بعض اعتراضات کے جواب مرقوم ہین مگر لائق تشفی نہین بلکہ مزید بران
انواع انواع کے شبہات قلب مین جاگزین ہوتے ہین حضور پرنور حدیث شریف کے ظاہری و باطنی
مطلب اور مولانا کے اشعار کے مدعا سے مطلع فرمائین۔

الجواب۔ اول چند امور بطور مقدمات عرض کرتا ہون کہ مطلب مین سہولت ہو۔

امر اول۔ جو امر نص مین مسکوت عنہ ہو اُسکا دعویٰ کرنا کسی قرینہ سے نص کی مخالفت نہین
البتہ امر مثبت فی النص کی نفی یا منفی فی النص کا اثبات یہ مخالفت نص کی ہے۔

امر دوم۔ جو واقعہ وجوہ مختلفہ کو محتمل ہو اور اُسکی وجہ منقول نہو کسی دلیل ظنی سے اُسکی تعیین کرنا
کچھ مضائقہ نہین تاکہ فلاسفہ مورخین نے ظن سے ہر واقعہ کے اسباب و علل نکالے ہین۔

امر سوم۔ اتحاد اثر سے زیادہ سبب ضروری نہین اسیطرح اتحاد سبب سے اتحاد مسبب ضروری نہین

امر چہارم - کاملین کو استغراق دائمی نہین ہوتا -

امر پنجم - کسی شے کا محمود ہونا اُسکے مقصود ہونیکو مقتضی نہین -

امر ششم - اشعار مین بہت سے لفظی شاعری رعایات بھی ہوتے ہین -

امر ہفتم - کسی حاسہ کے تعطل سے اُسکے مدرکات کا ادراک نہین ہوتا - بعد تمہید ان مقدمات کے سُننا چاہیے کہ مولانا نے اول اذان بلال رض کا ندائے حق سے ناشی ہونا بیان کیا ہے اس شعر مین سے زان دمے کادم الخ اسکے بعد دو شعرون مین اُس ندائے حق کا اثر بیان فرماتے ہین کہ آپ اُسکے اثر سے بیخود مستغرق ہوگئے اور استغراق مین نماز قضا ہوگئی تو شب تعرس مین اُس محبوب مطلق یعنی ذاتِ حق کے روبرو آپکی روح بحیثیت استغراق حاضر تھی اھ یہان مولٰنا نے استغراق کو سبب فوت صلوۃ کا ٹھیرایا اور حدیث مین اسکی وجہ نوم آئی ہے مگر چونکہ ممکن ہے کہ نوم کے بعد یہ استغراق ہوگیا ہو لہذا کچھ تعارض نہین اب یہ کہ طول نوم کی کیا وجہ تھی سو نوم بلال وغیرہ کا سبب مجئ شیطان ہونیسے یہ لازم نہین کہ نوم نبوی کی وجہ بھی یہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ استغراق ہو کیونکہ اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہین (بحکم مقدمہ سوم) اور ہر چند کہ حدیث مین استغراق کا سبب ہونا مذکور نہین مگر اسکی نفی بھی نہین تو اگر اُسکے سبب ہونیکا دعوی کیا جاوے تو حدیث کی مخالفت نہین (بحکم مقدمہ اول) اور چونکہ آپکی شان پاک کے مناسب یہی وجہ ہے اسلئے دوسرے وجوہ محتملہ مین سے اسکو ترجیح دینا مضائقہ نہین (بحکم مقدمہ دوم) اور مولانا نے محض استغراق کا اثر ندا ہونا بیان کیا ہے جو کسی درجہ مین محمود ہے اُسکا فضل بیان کرنا مقصود نہین تاکہ شبہہ ہو کہ اگر استغراق مین یہ فضیلت ہے تو نماز کیون فوت ہوئی کیونکہ محمودیت مستلزم مقصودیت نہین (بحکم مقدمہ پنجم) اور چونکہ استغراق دائمی نہین ہوتا اسلئے دوسرے حالات کے اعتبار سے شبہہ نہین ہو سکتا (بحکم مقدمہ چہارم) اور لفظ عروس صرف رعایت لفظی ہے نہ بیان اشتقاق تاکہ لغت کی مخالفت کا شبہہ ہو (بحکم مقدمہ ششم) اور وقت مبصرات سے ہے اور نوم مین سے کہ مثل نعاس کے ہے حاسہ بصر معطل اور قوت التفات مختل ہوجاتی ہے لہذا اُسکا ادراک نہوا (بحکم مقدمہ ہفتم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

سوال - چند میت قبرستان مین جمع ہوگئے اور وہ سب مرد ہین تو انکی نماز اکٹھا پڑھنا جائز

ہے یا نہین اور اگر جائز ہے تو جنازے کس ترتیب سے رکھے جاوین اور نیت کسطرح کیجاوے۔

الجواب- دونون طرح جائز ہے خواہ ہر میت کی علیحدہ پڑھے اور افضل یہی ہے اور خواہ ایکساتھ سب کو رکھدیا جاوے پھر اسمین اختیار ہے خواہ سبکو ایک صف بناکر رکھدین یعنی ایک جنازہ رکھکر اُسکی پائینتی کیطرف دوسرے جنازہ کا سرہانا کرین اسیطرح اُسکی پائینتی کیطرف تیسرے کا سرہانا اور خواہ اُنکو آگے پیچھے رکھین یعنی ایکدوسرے کو اسطرح رکھین کہ ایک کی پشت دوسرے کے سینہ کیطرف ہو اسیطرح رکھتے چلے جاوین سب طریقے جائز ہین فی الدر المختار واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وان جمع جاز ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحد اخلف واحد اھ بقدر الضرورۃ۔ واللہ اعلم۔

سوال- ایک عورت محتاجہ مفلسہ نوعمر کا شوہر مدت سے مفقود الخبر ہے اور کسیطرح بدون زوج زندگی بسر کرنیکی صورت نہین معلوم ہوتی زمانہ کا حال ظاہر ہے ایسے مخمصہ کی حالت مین اسکے لیئے دوبارہ نکاح ثانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب- گو بعض علماء نے شافعی ومالک رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرنیکی اجازت دی ہے مگر ہم کے تجربہ مین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑنے مین بہت فساد پائے گئے ہین اسلیئے میرے نزدیک حسب فتوےٰ امام صاحب کے نکاح ثانی قبل مدت معینہ جائز نہین۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال- سجدۂ تلاوت کے اگر کئی سجدہ ادا کرنے ہون تو ایک ہی مرتبہ بیٹھکر اُن سبکو ادا کرلینے چاہیئین یا بار بار کھڑے ہو ہو کر علیحدہ علیحدہ ادا کرے اور کانون تک بھی ہاتھ لیجانا یا نہین۔

الجواب- اگر ایک ہی مرتبہ بیٹھکر اُن سبکو ادا کرلے تو یون بھی جائز ہے مگر ہان بہتر یہ ہے کہ بار بار کھڑے ہو ہو کر علیحدہ علیحدہ ادا کرے اور ہاتھ کانون تک لیجانا کچھ ضرور نہین۔

سوال- اگر چار رکعت کے درمیان قعدہ مین سوائے التحیات کے اگر چند لفظ بھی درود شریف کے پڑھے جاوین تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہین۔

الجواب- سہو کا سجدہ واجب ہوگا اگر اسقدر پڑھ لیا اللّٰہم صل علی محمد۔ فقط

سوال- اس مقام پر اکثر لوگ سود دیتے ہین اور وہ لوگ کاشت بھی کرتے ہین بعض کے یہان نصف آمدنی حلال ہے اور نصف حرام اور کہین نصف سے زیادہ حلال ہی اور نصف سے کم حرام اور

بعض جگہہ اسکا عکس ہے ان لوگونکے مکان مین پردہ بھی نہین اور مولد شریف کی محفلین بھی کرتے ہین پس ایسے لوگونکی دعوت قبول کرنا درست ہے یا نہین لیکن اکثر ایسی محافل مین جانیسے بعض لوگونکی اصلاح بھی ہوتی ہے۔

الجواب۔ بے پردگی ومجلس مولد بہیئت متعارفہ اور جمیع معاصی اور بدعات کو اموال کی حلت اور حرمت مین کچھ دخل نہین پس اس بنا بر تورد دعوت بے اصل ہے البتہ اگر رد سے قصد زجر واصلاح کا ہو تو رد کرین اور اگر قبول کرنمین تالیف قلب اور امید قبول نصیحت ہو تو قبول کرنا اولی ہے البتہ سود کے اختلاط کو حرمت مین اثر ہے پس اگر نصف یا زائد سود ہے تو سب حرام ہے اور اگر نصف سے کم ہے تو حلال ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حکم قیام امام در غیر محراب

سوال۔ محراب مسجد کے علاوہ صحن مسجد مین محاذی محراب کھڑا ہوکر امام راتب کے جماعت کرانا جائز بلا کراہت ہے یا نہین اور فقہاء کرام جو قیام غیر محراب کو مکروہ لکھتے ہین اُسکے کیا معنی ہین اور گرمی تبدل جماعت کیلئے عذر شرعی ہوسکتی ہے یا نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمیونکے ایام مین صحن مسجد مین جماعت کرانا ثابت ہے یا نہین بعض علماء مین رسم ہے کہ محراب مسجد مین کھڑے ہوکر جماعت کرانا ضروری جانتے ہین خواہ کیسی ہی تکلیف ہو اور طبیعت باقاعدہ نماز کیطرف متوجہ ہو یا نہو اسکی کوئی سند ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار (تنبیہ) یفہم من قولہ اولی سادیۃ کراھۃ قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیدہ قولہ قبلہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وکذا قولہ فی موضع اٰخر السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب ما نصبت الا وسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام اھ والظاھر ان ھذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ لئلا یلزم عدم قیامہ فی الوسط فلو لم یلزم ذلک لایکرہ تأمل اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ محاذی محراب صحن مین کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ہے بلکہ عبارت اخیرہ سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر محراب کی محاذات بھی نہو مگر صف کا وسط ہو تب بھی جائز ہے پس معلوم ہوا کہ قول فقہاء مین محراب سے مراد وسط مساجد یا وسط صف ہے اب گرمی کا تبدل مکان کیلئے عذر ہونا محتاج استفسار نہ رہا اور اسباب مین کوئی حدیث فعلی مرفوع نظر سے نہین گذری البتہ قولی حدیث غالباً ابوداؤد مین ہے توسطوا الامام

وسد دا المخلل اس سے بھی تائید حکم مذکور کی ہوتی ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسجد مین بحالت سفر نماز پڑھنے سے استدلال کیا جاوے کہ وہان محراب ہی نہ تھی تو گنجایش ہے اور اس تقریر سے رسم مذکور فی السوال کا بے اصل ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔

تحقیق متعلق صوم رجب

سوال۔ ابن ماجہ مین باب صیام اشہر الحرم مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا صم اشہر الحرم اور اسی باب مین ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن صیام رجب ان دونون حدیثون مین صورت تطبیق کیا ہی۔

الجواب۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جاہلیت رجب کی تعظیم مین غلو کرتے تھے چنانچہ رسم عتیرہ اسپر شاہد ہے جسکو حدیث لا فرع ولا عتیرۃ سے منسوخ کیا گیا بالخصوص قبیلۂ مضر سب سے زائد اس امر مین مبالغہ کرتے تھے حتیٰ کہ انکی طرف رجب کی اضافت کیجاتی تھی جیسا کہ احادیث مین ترکیب رجب مضر اسپر دال ہے پس اسطور پر تخصیص کیساتھ رجب کی تعظیم شعار جاہلیت کا تھا چونکہ احتمال تھا کہ بعض لوگ جو رجب کی تعظیم کرتے تھے اور اب مشرف باسلام ہوگئے تھے شاید وہ لوگ یا انکی دیکھا دیکھی اور لوگ اسطرح کی تعظیم کے قصد سے اسمین روزہ نہ رکھنے لگین اسلئے شارع علیہ السلام نے اسکی نفی فرما دی جسطرح بعض احادیث مین صوم یوم السبت سے نہی آئی ہے حالانکہ اطلاق دلائل سے ونیز اجماع سے اسکا جواز ثابت ہے وہان بھی یہی وجہ ہے کہ یہود کی دیکھا دیکھی تخصیص صوم کو ذریعہ تعظیم نہ بنالین اسیطرح صیام رجب کی نہی کو سمجھنا چاہیئے پس اس حیثیت سے تو یہ منہی عنہ ٹھیرا دوسری حیثیت رجب مین صرف شہر حرام ہونیکی ہے وہ اسمین اور بقیہ اشہر حرم مین مشترک ہے پہلی حیثیت سے قطع نظر کرکے صرف اس دوسری حیثیت سے اسمین روزہ رکھنے کو مندوب فرمایا گیا پس دونون حدیثون مین تعارض نرہا لاختلاف المحملین کما ذکرنا فقط

طریق حمل جنازہ

سوال۔ حمل جنازہ کسطرح چاہیئے۔

الجواب۔ میت اگر چھوٹا بچہ ہے تو ایک آدمی اپنے ہاتھون پر اُٹھا وے تو کافی ہے اور اگر بڑا بچہ یا بالغ ہے تو اسکو چارپائی پر رکھکر چار آدمی اُٹھا وین پھر اسمین ایک نفس سنت ہے اور ایک کمال سنت ہے نفس سنت تو یہ ہے کہ کیفما اتفق چارون پایون کو پکڑ کر دس دس قدم چلے اور کمال سنت یہ ہے کہ اول جنازہ کے سرہانے کی داہنی جانب کو داہنے کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر پائینتی کی داہنی جانب داہنے کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر سرہانے کی بائین جانب بائین کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر پائینتی کی بائین

جانب بائین کندھے پر رکھکر دس قدم چلے اور جنازہ کے لیجاتے وقت سر میت کا آگے رکھے اور جنازہ کو ذرا لپک کر لیچلے لیکن دوڑے نہین سن فی حمل الجنازۃ اربعۃ من الرجال اذا حملوہ علی سریر اخذوہ بقوائمہ الاربع ثم ان فی حمل الجنازۃ شیئین نفس السنۃ وکمالہا اما نفس السنۃ فہی ان تاخذ بقوائمہا الاربع علی طریق التعاقب بان تحمل من کل جانب عشر خطوات وھذا یتحقق فی حق الجمیع واما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد وھو ان یبدء الحامل بحمل یمین مقدم الجنازۃ فیحملہ علی عاتقہ الایمن ثم المؤخر الایمن علی عاتقہ الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقہ الایسر وذکر الاسبیجابی ان الصبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا اذا مات فلا باس بان یحملہ رجل واحد علی یدیہ ویتداولہ الناس بالحمل علی ایدیہم وان کان کبیرا یحمل علی الجنازۃ یسرع بالمیت وقت المشی بلا خبب وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس عالمگیری کلکتی جلد اول صفحہ ۲۲۶ مع اختصار یسیر - ۲۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۰۲ھ -

سوال - لڑکون اغیار سے پردہ کس عمر کے لڑکے سے چاہیئے -

الجواب - نابالغ لڑکے تین قسم کے ہین ایک تو بالکل نادان جنکو بالکل کسی چیز کی تمیز نہین اُنکے روبرو تو برہنہ ہونا بھی جائز ہے مثل جمادات کے ہین دوسرا ذرا ہوشیار کہ تمیز تو رکھتا ہے مگر حد شہوت کو نہین پہونچا اُسکے روبرو ناف سے زانو تک کھولنا جائز نہین باقی جائز ہے تیسرا وہ جو قریب بلوغ کے پہونچگیا ہو اسکا حکم مثل بالغین کے ہے تمام ستر ڈھانکنا اُس سے فرض ہے قال اللہ تعالیٰ اوالطفل الذین لم یظہروا علی عورات النساء الایۃ فان الطفل ان کان ممیزا لکنہ لم یبلغ حد الشہوۃ جاز للنساء الانکشاف عندہ الا من السرۃ الی الرکبۃ ولا یجوز لہا بحضرتہ کشف ما تحت السرۃ وان کان طفلا غیر ممیز بالکلیۃ فہو کالجمادات والبہائم لا باس لو کشفت عندہ ما تحت الازار ایضا وان کان مراھقا یشتہی فحکمہ حکم الرجال لانہ مستعد للظہور علی عوراتہن ۱۲ تفسیر مظہری فقط واللہ اعلم -

سوال - پردہ عورت کا کس کس شے سے ہے یعنی آواز سنانا اور آواز زیور

حکم پردہ از نابالغان

بیان کشف و حدود عورت از زیور و آواز از زنان

پہننا کیسا ہے۔

الجواب ۔ حرہ کو تمام اعضا کا پردہ فرض ہے بجز چہرہ اور کفین اور قدمین کے اور آواز مین اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ عورت نہین مگر جوان عورت کو بے ضرورت اعضائے غیر مستورہ کا اجنبی کو دکھانا اور بدون حاجت اُس سے کلام کرنا منع ہے نہ اسوجہ سے کہ ستر ہے بلکہ بخوف فتنہ وللحرۃ جمیع بدنہا خلا الوجہ والکفین والقدمین علی المعتمد وصوتہا علی الراجح وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنہ (در مختار و فی رد المختار) فانا نجیز الکلام مع النساء للاجانب ومحاورتہن عند الحاجۃ الی ذلک ولا نجیز لہن رفع اصواتہن ولا تمطیطہا ولا تلیینہا وتقطیعہا لما فی ذلک من استمالۃ الرجال الیہن وتحریک الشہوات منہم اھ اور باجہ دار زیور پہننا منع ہے عن ابن الزبیر ان مولاۃ لہم ذہبت بابنۃ الزبیر الی عمر بن الخطاب و فی رجلہا اجراس فقطعہا عمر وقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مع کل جرس شیطان (رواہ ابو داؤد) وعن بنانۃ مولاۃ عبد الرحمن بن حبان الانصاری کانت عند عائشۃ اذ دخلت علیہا بجاریۃ وعلیہا جلاجل فقالت لا تدخلہا علی الا ان تقطعن جلاجلہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملئکۃ بیتا فیہ جرس (رواہ ابو داؤد) البتہ جسمین خود باجہ نہو اگرچہ لگ کر بجتا ہو اُسکا پہننا جائز ہے مگر اسطرح چلنا کہ اجنبی اُسکی آواز سُنے ممنوع ہے قال اللہ تعالی ولا یضربن بارجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن واللہ اعلم۔

سوال ۔ بسواری ریل کھڑے ہوکر یا بیٹھکر نماز ادا کرنا چاہئے اگر کھڑے نماز ادا کیجاتی ہے تو چھت ریل کی سر پر لگتی ہے دوم یہ کہ جو تختہ جانب پورب ہے اور جانب پچھم کے تختہ کے درمیان مین فاصلہ اسقدر ہے اور درمیان مین جگہ بھی خالی ہے کہ اندلیشہ گرنیکا ہے سوم یہ کہ بحالت قیام ریل اُتر کر نماز ادا کرنے مین یہ خیال ہے کہ ریل روانہ ہوجائیگی اور مال کا بھی نقصان ہوگا اور خود بھی رہجاوینگے تو ان حلالات مذکورہ مین کسطرح نماز ادا کرے۔

نماز در ریل

الجواب - نماز پڑھنے کیلئے ریل سے اُترنیکی کوئی حاجت نہین ہے اگر ریل مثل سریر موضوع علی الارض کے ہے تو ظاہر ہے اور یہی صحیح بھی معلوم ہوتا ہے وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلهم انها کالسریر (در مختار قوله) لو واقفة کذا قیده فی شرح المنیة ولم اره لغیره یعنی اذا کانت العجلة علی الارض ولم یکن شئ منها علی الدابة وانما لها حبل مثلا تجرها الدابة تصح الصلوة علیها لانها حینئذ کالسریر الموضوع علی الارض ومقتضی هذا التعلیل انها لو کانت سائرة فی هذه الحالة لا تصح الصلوة علیها بلا عذر وفیه تامل لان جرها بالحبل وهی علی الارض لا تخرجه عن کونها علی الارض ویفیده عبارة التاتارخانية عن المحیط وهی لو صلی علی العجلة ان کان طرفها علی الدابة وهی تسیر تجوز فی حالة العذر لا فی غیرها وان لم یکن طرفها علی الدابة جازت وهو بمنزلة الصلوة علی السریر اه فقوله وان لم یکن لها یفید ما قلنا لانه راجع الی اصل المسئلة وقد قیده بقوله وهی تسیر ولو کان الجواز مقیدا بعدم السیر لقیده فتامل - شامی ج ۱ صفحہ ۵۰۴ اور اگر مثل عجلہ محمولہ علی الدابہ کے بھی مانی جاوے تب بھی بوجہ عذر کے اُترنیکی کوئی ضرورت نہین اور عذر یہی ہے کہ چلتی ریل مین اُتر نہین سکتا کھڑی ریل مین ریل کے چلدینے یا مال کے تلف ہونیکا اندیشہ ہے واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر فهی صلوة علی الدابة[1] فتجوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرها ومن العذر المطر وطین یغیب فیه الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لا ترکب الا بعناء او بمعین (در مختار) فقوله المذکور فی التیمم بان یخاف علی ماله او نفسه او یخاف من فاسق (شامی ج ۱ صفحہ ۵۰۴) اگرچہ بھی امید ہو کہ نماز کے وقت رہنے تک مجھکو اُتر کر پڑھنا ممکن ہے تب بھی ریل مین بہرحال پڑھنا جائز ہوگا کیونکہ عذر وقت شروع نماز کے معتبر ہے اگرچہ آخر وقت مین زوال اُسکا متوقع ہو (**تنبیه**) بقی شئ ولم ار من ذکره وهو ان المسافر اذا عجز عن النزول لعذر من الاعذار وکان علی رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت کالمسافر مع رکب الحاج الشریف هل له ان یصلی العشاء مثلا

[1] اس عبارت سے ریل مین جواز نماز ثابت ہوتا ہے ۱۲ منه

على الدابة او المحمل فى اول الوقت اذا خاف من النزول ام يوخر الى وقت نزول
الحاج فى نصف الليل لاجل الصلوٰة والذى يظهر لى الاول لان المصلى انما يكلف
بالاركان والشرط عند ارادة الصلوٰة والشروع فيها وليس لذلك وقت
خاص ولذا اجاز له الصلوٰة بالتيمم اول الوقت وان كان يرجو وجود الماء
قبل خروجه وعلله بانه قد اداها بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد
سببها وهو ما اتصل به الاداء اه ومسئلتنا كذلك (شامى ج ا ص۲۷۰) البتہ
ایسی صورت مین انتظار آخر وقت مستحب تک مستحب ہوگا وندب لراجيه رجاءً قويا
اخر الوقت المستحب ولو لم يوخر وصلى جاز ان كان بينه وبين الماء ميل والا
لا (درمختار مع الشامى ص۱۶۶) پس ہرگاہ معلوم ہوا کہ اُترنیکی کچھ حاجت نہیں تو
اگر قیام پر قدرت نہو تو بیٹھکر پڑھنا درست ہے خواہ کسی شکل سے بیٹھے اور وجد
بقيامه الماشد يدا صلى قاعدا كيف شاء على المذهب
(درمختار ص۵۰۹) صلى الفرض فى فلك جار قاعدا بلا عذر صح لغلبة
العذر واساء وقالا لا يصح الا لعذر وهو الاظهر برهان (درمختار ص۵۱۲)
اور اگر رکوع وسجود بوجہ شرقی وغربی ہونے تختون کے متعذر ہون تو اشارہ
سر سے اِن دونون کو ادا کرے اور سجدہ کو رکوع سے ذرا پست کرے وان
تعذرا او مى قاعدا ويجعل سجوده اخفض من ركوعه (درمختار
ص۵۰۹) واللہ اعلم۔ ۲۳ شوال ۱۳۰۷ھ۔

له اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول وقت میں بھی انتظار پانی کا آخر وقت مستحب تک بہتر ہے ضروری نہیں ۱۲ منہ

تمت

الحمد للہ کہ نسخہ فتاوی اشرفیہ حصہ دوم حسب فرمائش جناب مولانا مولوی محمد یحیی صاحب
مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بماہ جمادی الاولی ۱۳۱۲ھ بلالی سٹیم سادھورہ
ضلع انبالہ میں منشی کرم بخش پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

قیمت حصہ اول ۸ر | حصہ دوم ۸ر

تالیفات حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

امداد السلوک کی ترجمہ رسالہ مکیہ جو تصوف کا ایک مستند رسالہ ہے جو مولانا صاحب نے اوائل شباب میں بارشاد حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ فرمایا تھا۔ مطبوعہ جدید۔ فارسی ۴؍

ہدایۃ الشیعہ کی ہادی علی لکھنوی شیعی کے دس سوال اور ایک اشتہار کا جواب نہایت مدلل دیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۳؍

جیبی زبدۃ المناسک کی ضروریات حج سب اس میں درج ہیں مع محاورات عربی مترجم ۳؍ ۲؍

رسالہ جمعہ۔ اہلحدیث کے ایک فتوے کا جواب احادیث صحیحہ سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱؍

البراہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ

رد بدعات تحقیق معانی سنت و بدعت و تفصیل دلایل ابطال بدعات مروجہ میں ایسی کتاب دیکھی نہ سنی جس سے قواعد کلیہ سے ہر شخص بدعت و سنت کو خود سمجھ لے ۱۲؍

سبیل الرشاد کی مسایل مختلفہ اہل حدیث و حنفیہ جہر آمین و فاتحہ خلف الامام و تقلید وغیرہ کی تحقیق ہیں جسکو مخالفین دونے تسلیم کر لیا ہے طبع جدید ۱؍ ردی ۱؍

لطایف رشیدیہ کی استفسارات متعلقہ آیات قرآنی مع پردہ مروجہ شرفائے ہند ۱؍

کراہت جماعت ثانیہ کی تکرار جماعت کی کراہت نقد اور احادیث صحیحہ سے ۱؍

رسالہ تراویح کی میں رکعت تراویح احادیث صحیحہ سے ثبوت اور غیر مقلدین کا رد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱؍

ہدایۃ المعتدی کی عدم جواز قرأت خلف الامام میں ہی ایک رسالہ ہے جسکو مخالفین بھی پسند کرتے ہیں ؍

رسالہ وقف اوقاف قرآنی کا احادیث سے ثبوت ؍

فتوی ظہر احتیاطی ؍ جمعہ فی القری کا فتوی ؍

فتوی میلاد کی مع دیگر علمار معتبر کے مولد شریف کے حسن و قبح ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱؍

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہم

ضیار القلوب	۳؍	جہاد اکبر	۱؍
غذائے روح	۲؍	ارشاد مرشد	۰؍
گلزار معرفت مع قصیدہ	۲؍	درد نامہ غمناک	۔؍
مثنوی تحفۃ العشاق	۱؍	کلیات امدادیہ	۱۲؍

تالیفات حضرت مولنا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

جس نے مولنا کی تقریر سنی ہوگی وہ تو جانتا ہی ہوگا۔ اور جس نے نہیں سنی وہ آپ کی تالیفات سے دریافت کرسکتا ہے کہ آپکو حق تعالی نے کس درجہ کا علم و فہم عطا فرمایا تھا۔

مباحثہ شاہجہانپور	۶؍	ان چاروں رسائل میں وہ مباحث درج ہیں جو مولانا نے غیر مذہب والوں سے کئے جو بعقلی کو دلائل سے رد کیا۔
میلا خدا شناسی ۔ ۔ ۔	۲؍	
قبلہ نما ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۵؍	
انتصار الاسلام ۔ ۔ ۔	۲؍	
تصیفۃ العقائد ۔ ۔ ۔	۲؍	سید احمد خاں کی ایک تحریر کا جواب
توثیق الکلام ۔ ۔ ۔	۱؍	بحث قرأت فاتحہ خلف الامام
دلیل محکم ۔ ۔ ۔	۱؍	
تحفہ لحمیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	؍	انسان بجبلت فطرت گوشت خور بنایا گیا ہے
مناظرہ عجیبہ ۔ ۔ ۔	۴؍	در جوابات شبہات تحذیر الناس
قصائد قاسمی ۔ ۔	۲؍	فیوض قاسمیہ ۲؍
تحذیر الناس ۔ ۔ ۔	۲؍	جمال قاسمیہ ۲؍

احسن القری فی توضیح اوثق العری۔ حضرت مولنا گنگوہی نے جمعہ قرے میں جو رسالہ تالیف فرمایا تھا اسپر حضرات اہلحدیث نے اعتراضات فرمائے تھے اول سب کے جوابات اور اصل رسالہ اوثق العری کی وافی و کافی شرح حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی نے تالیف فرمائی ہے جس سے مولف کا اصل مطلب بھی واضح ہو جاوے اور معترضین کے اعتراضات بھی دفع ہو جاویں۔ کاغذ چکنا ۱۲؍ ردی ۱۰؍

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی تالیفات

بہشتی زیور

کامل حصص — قیمت ۲ روپیہ

یہ رسالہ حضرت مولانا ممدوح صاحب نے عورتوں کیلئے خصوصاً اور مردوں، بچوں سب کے دین اور دنیا کی اصلاح کیواسطے تالیف فرمایا ہے اس رسالہ کے کل دس حصے ہیں اور ایک تتمہ جسکا نام بہشتی گوہر ہے جس کو گیارہواں حصہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

فہرست مضامین ہر حصہ کی درج ذیل ہے

حصہ اول کے الف۔ با۔ تا۔ خط لکھنے کا طریقہ۔ عقاید ضروری مسایل وضو و غسل وغیرہ ۳/ر

حصہ دوم کے حیض و نفاس کے احکام۔ نماز پنجگانہ کے مسئلے ۳/ر

حصہ سوم کے روزہ۔ زکوۃ۔ قربانی۔ حج۔ منت۔ قسم۔ لباس و پردہ کے احکام ۳/ر

حصہ چہارم۔ نکاح۔ طلاق کے احکام ۳/ر

حصہ پنجم کے بیع و شرار و معاملات کے مسائل حقوق اہل حقوق و طریقہ تربیت اولاد و معاشرت زوج و قواعد تجوید ۳/ر

حصہ ششم کے اصلاح یا ابطال رسوم مروجہ ۳/ر

حصہ ہفتم کے اصلاح باطن و تہذیب اخلاق و ذکر قیامت و جنت و دوزخ و وعدہ و وعید ۳/ر

حصہ ہشتم۔ نیک بیبیوں کی حکائتیں و سیرۃ و خلق نبوی مع نتیجہ حکایات ۳/ر

حصہ نہم کے ضروریات روزمرہ مختصر طب اپنی اور بچوں کی حفاظت صحت کیواسطے ۳/ر

حصہ دہم کے ضروریات معاش کچھ حساب سلیقہ خانہ داری کچھ بیان ہر پیشہ کا بعض آسان طریقے گذر کرنے کے ضروری قواعد ڈاک خانہ ۳/ر

حصہ یازدہم کے مسائل مخصوص و نسخہ معالجہ امراض وغیرہ ۷/ر

تعلیم الدین کے ضروریات دین۔ نصائح۔ اشغال۔ مراقبات مکاشفات وغیرہ ۶/ر

تکمیل الیقین کے احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں اور دلایل اور فلسفیانہ شبہات کے جواب عہ

اصلاح الرسوم مع ضمیمہ۔ جینے سے مرنے تک کی تمام رسوم شادی و غمی کی مدلل تردید ...... ہر

مناجات مقبول کے ادعیہ ماثورہ کی اردو و نظم مع ادعیہ ماثورہ مترجم۔ حاشیہ دار ۵، بلا حاشیہ ۵

الاقتصاد۔ تقلید کے متعلق منصفانہ تقریر طبع جدید ۳/ر

جزاء الاعمال کے عبادت سے دنیا کی منفعتیں اور گناہ سے دنیا کے نقصان ۱/ر

قصد السبیل الی المولی الجلیل:۔ سلوک و تصوف کے متعلق ایسے دستور العمل تحریر فرمائے ہیں کہ ہر شخص اس سے نفع اٹھا سکتا ہے ۱/ر

صفائی معاملات۔ خرید و فروخت اجارہ وغیرہ معاملات کے مسائل

تیسیر المبتدی کے فارسی و عربی کی صرف نحو بچوں کے لئے مفید ...... ہر

فروع الایمان کے ایمان خالص کی کسوٹی ۲/ر

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب	ہر	حق السماع	۱/ر
بطلان البیان عن کاتب حفظ الایمان	/ر	اصلاح الخیال	۲/ر
اصلاح ترجمہ نذیریہ دہلویہ	۱/ر	حقوق الاسلام	۱/ر
اصلاح ترجمہ حیرتیہ دہلویہ	۸/ر	شجرہ مع تعلیم الطالب	۱/ر
خطاب الملیح، قادیانی کے رد میں	۱/ر	تجوید القرآن	۱/ر
اعمال قرآنی ہر سہ حصص	ہر	حفظ الایمان	/ر
تحقیق تعلیم انگریزی	/ر	طریقہ مولد	/ر
فتاوی اشرفیہ حصہ اول	ہر	القول البدیع	۱/ر